کلیات شیفتہ و حسرتی

جس میں

دیوان ریختہ و دیوان فارسی و رقعات فارسی شامل ہیں

از تصنیفات جناب غفران مآب نواب عظیم الدولہ سرفراز الملک
محمد مصطفیٰ خان صاحب مظفر جنگ دہلوی تخلص بہ حسرتی و شیفتہ

مع دیباچہ و سوانح عمری مصنف

از خاکسار نظامی بدایونی

حسب فرمایش جناب نواب حاجی محمد اسحاق خان صاحب ریٹائرڈ جج
صوبجات متحدہ آنریری سکرٹری ایم اے او کالج علیگڑھ تعلقہ دار
جہانگیر آباد ضلع بلند شہر خلف الصدق حضرت مصنف علیہ الرحمہ

باہتمام نظام الدین حسین نظامی پروپرائٹر و پرنٹر

نظامی پریس بدایوں میں طبع ہوا

سنہ ۱۹۱۶ء

فیض حسن بدرقم

حضرت شیفتہ کے مختصر حالات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جس طرح زمانے کی ہوا پلٹ جانے سے ملک کے لوگوں کے خیالات خصائل، عادات، مشاغل، طریق بود ماند، لباس و خوراک میں تغیر واقع ہو گیا ہے اسی طرح ان کا علمی مذاق بھی بدل گیا ہے تیرھویں صدی کے وسط میں۔ اُردو اور فارسی ادب میں جن لوگوں نے چار چاند لگائے تھے آج اُن کے کلام کے سمجھنے والے بھی نظر نہیں آتے ذوق، غالب، مومن، صہبائی، علوی، آزردہ، حسرتی اُن باکمال لوگوں میں ہوئے ہیں کہ جن پر آج ہندوستان جسقدر فخر کرے کم ہے اور اب اس گئے گزرے زمانہ میں اِن بزرگوں کا نام زندہ رکھنے والے حالی اور شبلی باقی تھے وہ بھی ایک ایک کر کے دنیا سے اُٹھ گئے۔ لیکن بغور دیکھا جائے تو یہی وہ لوگ ہیں جن کو حیات جاوید حاصل ہے

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعلم[1] + ثبت است بر جریدۂ عالم دوام شاں

[1] ایک موقع پر خواجہ حافظ کے اس شعر کو سید مرحوم نے کچھ تصرف کے ساتھ لکھا تھا ہم نے بھی اُنھیں کا تتبع کیا ہے ۱۲

اُن کا کلام جو اعلیٰ اخلاق اور سچے جذبات سے پُر ہے جس سے ان کے دل و دماغ کے صحیح ہونے کا پتا چلتا ہے اور اُن کی بلند نظری اور غوص و فکر وغیرہ کی حالت کا اندازہ ہوتا ہے اس وقت بھی ملک کے لیے ویسا ہی سرمایہ افتخار ہے جیسا کہ آج سے پچاس ساٹھ برس قبل تھا۔ اس مختصر تمہید کے بعد جو دیوان آپ کی نظر سے گزرے گا وہ جناب غفران مآب نواب محمد مصطفےٰ خاں صاحب مرحوم و مغفور رئیس دہلی و تعلقہ دار جہانگیر آباد ضلع بلند شہر المتخلص بہ شیفتہ بہ اُردو و حسرتی بہ فارسی) کا کلیات ہے جس کی اشاعت کا فخر ہمیں نواب صاحب مرحوم کے خلف الرشید عالی جناب نواب حاجی محمد اسحاق خاں صاحب ریٹائرڈ جج صوبہ متحدہ و آنریری سکرٹری ایم، اے، او کالج علی گڑھ کی کرم گستری و اجازت سے حاصل ہوا ہے۔ چونکہ کسی شاعر کے کلام کے مطالعہ سے قبل اُس کی زندگی کے حالات سے واقفیت حاصل کرنا ایک حد تک ضروری ہے اس لیے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ نواب صاحب مرحوم و مغفور کے حالات زندگی اس موقع پر مختصراً درج کریں۔

خاندان نواب محمد مصطفےٰ خاں مرحوم نواب عظیم الدولہ سرفراز الملک نواب مرتضیٰ خاں صاحب بہادر مظفر جنگ کے فرزند تھے۔ اور نواب ولی داد خاں

مرحوم خاندان بنگش سے تھے جبکہ دہلی میں خاندان بنگش کا عروج تھا وہ کوہاٹ سے دہلی تشریف لائے اور اپنے صاحبزادہ نواب مرتضیٰ خاں صاحب کی شادی اُس زمانہ کے مشہور سپہ سالار اسمعیل بیگ خاں ہمدانی کی صاحبزادی نواب اکبری بیگم صاحبہ سے کی۔ اور جو فوج مرہٹوں سے اُس وقت برسرپیکار تھی اس میں عہدہ دار ہوئے۔

سنہ ۱۸۰۳ء میں لارڈ لیک نے دہلی میں انگریزی سلطنت کی بنیاد قائم کی۔ اُس وقت نواب مرتضیٰ خاں صاحب کو لارڈ موصوف نے دہلی کے قریب ہوڈل پلول کا علاقہ بطور جاگیر عطا کیا۔ اس دور میں جو سات رئیس با اختیار بنائے گئے تھے منجملہ اُن کے نواب مرتضیٰ خاں صاحب بھی تھے۔

سنہ ۱۸۱۴ء میں نواب ممدوح نے جہانگیر آباد کا علاقہ جو پہلے راجہ کھودس رائے کی ملکیت تھا اور بعلت عدم ادائے مالگذاری نیلام ہوا خرید لیا اور گورنمنٹ سے سند تعلقہ داری عطا ہوئی۔ نواب صاحب کی رحلت کے بعد ہوڈل پلول کے علاقہ کو گورنمنٹ نے واپس لے لیا اور اُس کے عوض میں اراکین خاندان کی پنشن مقرر کر دی جو غدر سنہ ۱۸۵۷ء تک جاری رہی۔

نواب مرتضیٰ خاں صاحب نے جہانگیر آباد کا علاقہ اپنی حیات میں صاحبزادہ

مصطفےٰ خاں کے نام منتقل کر دیا تھا جو اُن کے بعد اُن کی اولاد کی ملکیت میں آیا اور اس وقت تک قائم و برقرار ہے۔

ولادت — نواب محمد مصطفےٰ خاں صاحب کی ولادت ۱۸۰۶ء میں بمقام دہلی ہوئی۔

تعلیم و تربیت — میاں جی مالا مال[۵۱] سے جو دہلی کے ایک مشہور بزرگ اور سرآوردہ معلّمین میں تھے فارسی، عربی پڑھی اور علوم مروجہ حاصل کیے۔

حضرت مولانا حاجی محمد نور دہلوی نقشبندی[۵۲] سے بھی جو جامع علوم ظاہر و باطن تھے خاص کر فن حدیث و تجوید میں اُس وقت اُن کا کوئی ہمسر نہ تھا آپ نے حدیث و قرارت کا استفادہ حاصل کیا۔ علوم دین سے آپ کو ایسا شوق و شغف تھا کہ طلب کی تشنگی کسی وقت فرو نہ ہوتی تھی۔

۱۲۵۵ھ میں جب کہ آپ کو حرمین شریفین کی زیارت نصیب ہوئی مکہ معظمہ

---

[۵۱] میاں جی صاحب کا مزار دہلی میں حضرت سلطان الاولیا رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں نواب صاحب کے سرہانے ایک چھوٹے چبوترہ پر واقع ہے۔

[۵۲] حاجی محمد نور صاحب کا مزار سورت میں ہے جب آپ دوبارہ بارادہ حج جا رہے تھے راستہ میں بمقام سورت شعبان ۱۲۵۲ھ میں وصال ہوا۔

کے فاضل اجل عالم باعمل حضرت شیخ عبد اللہ سراج حنفی سے آپ نے صحاح کے ابتدائی حصے تبرکاً پڑھے تھے جبتک مکہ معظمہ میں قیام رہا آپ برابر اُن سے فیض حاصل کرتے رہے۔ مدینہ منورہ میں شیخ محمد عابد صاحب سندھی سے اکثر حدیث کی کتابوں کے خاص خاص مقامات پڑھے اور روایت کرنے کی اجازت حاصل کی۔ ان کے علاوہ مولوی کرم اللہ[ف1] صاحب محدث علیہ الرحمہ سے جو خلیفہ حضرت شاہ غلام علی صاحب دہلوی قدس سرہٗ کے تھے آپ نے کچھ علوم پڑھے تھے۔

عادات و خصائل و طریق ماندوبود

نواب صاحب[ف2] مرحوم رات کو باختلاف موسم دو بجے سے ۳ بجے تک تہجد کے واسطے بیدار ہوتے تھے اور نماز تہجد اور صبح کے درمیان مسنون قیلولہ کے بعد صبح کی نماز مسجد میں جاکر سفر ہو یا حضر اول جماعت کے ساتھ ادا کرتے تھے اور اکثر مسجد سے واپس آکر اشراق تک وظائف و اذکار ختم کرتے

ف1 از ذکر السعیدین فی سیرۃ الوالدین مصنفہ حضرت مولانا شاہ محمد معصوم صاحب مجددی مقیم مدینہ شریف ۱۲

ف2 یہ حالات ہمیں مولانا فرحی صاحب سے جنکا مقام رامپور داخل ہے ۱۹۱۵ء میں اُن سے ملاقات کا فخر حاصل ہوا تھا دستیاب ہوئے مولانا موصوف کو ۱۸۶۱ء سے ۱۸۸۹ء تک نواب صاحب کی خدمت میں مسلسل رہنے کا اتفاق ہوا تھا ۱۲

کے بعد متعلقین سے ملتے تھے دس بجے کھانا تناول فرماکر قدرے قیلولہ فرماتے تھے اسی کے بعد ظہر سے پہلے پہلے حدیث شریف یا تصوف یا سیر کی کسی کتاب کا مطالعہ بھی فرما لیتے تھے۔ اول وقت ظہر کی نماز مسجد میں جاکر جماعت والوں کے ساتھ پڑھتے تھے اسی طرح عصر اور مغرب کی نمازیں اول وقت ادا فرماتے تھے۔ عشا کی نماز کے بعد رات کا کھانا تناول کرکے بلافصل استراحت فرماتے تھے بیماری کی حالت میں جبکہ راتوں کو نیند کم آتی تھی دیگر امرا کی طرح داستان یا قصے نہیں سنتے تھے بلکہ کسی کتاب سے حمد و نعت مناجات یا منقبت اہل بیت پڑھوا کر سنتے اور سوجاتے۔

عصر اور مغرب کے درمیان مصاحبین وا کابر مہمانوں سے جو آپ کی مہمان نوازی کے سبب اکثر موجود رہتے تھے صحبت رہتی تھی۔ مصاحبت میں مولانا حالی مرحوم جیسے لوگ ہم صحبت رہتے تھے۔ نواب مرحوم اسقدر کم گو تھے کہ ابتدا ملاقات میں نئے آدمی کو خودداری کا گمان ہوتا تھا لیکن اُن کے جلسہ میں کسی ادنے یا اعلےٰ کی غیبت کا گزر نہ تھا اُن کی صحبت متین اور مہذب ظرافت اور لطیفوں سے خالی نہ تھی یعنی زہد خشک سے جو ریا کے درجہ تک پہنچتا ہے بری تھی دینی و دنیوی جو بات تھی بناوٹ اور تصنع سے کوسوں دور تھی۔

نواب صاحب کا اصول تھا کہ تمام خطوط کا جواب فوراً دیا جائے چنانچہ جو خطوط
آپ کے پاس آتے تھے اُن کا جواب ہمروزہ لکھوا دیتے تھے جس زبان
میں خطوط آتے تھے اُسی زبان میں جواب لکھواتے فارسی خطوط کا جواب
فارسی میں اُردو خطوط کا اُردو میں جواب دیتے تھے۔ آپ اپنے پیش دست
کو عبارت خطوط کی خود نہیں لکھواتے تھے بلکہ وہ خط لکھکر پیش کرتا آپ
اس کی اصلاح فرما دیتے تھے اصلاح کے بعد خطوط صاف کیے جاتے تھے۔
ایک زمانہ تک خطوط نویسی کا کام نواب صاحب اپنے بڑے صاحبزادہ نواب
محمد علی خاں صاحب سے لیتے رہے جس سے صرف اُنکی تربیت و تعلیم
مقصود تھی مولانا فرخی صاحب نے بھی جب مولانا موصوف جہانگیر آباد میں طالب علمی
کے زمانہ میں موجود تھے نواب صاحب کی خدمت کو انجام دیا ہے۔
مولانا ے موصوف فرماتے تھے کہ "نواب صاحب مرحوم ہمارے لکھے
ہوئے خطوط کی اصلاح میں محاورات زبان اور املا کا بے حد خیال فرماتے
تھے یہاں تک کہ اگر کبھی میں لفظ "تم نے" کو ملا کر تمنے لکھدیتا تو اُس کو
کاٹ کر "تم نے" لکھدیتے" گویا آپ ہر لفظ کو علٰحدہ علٰحدہ لکھنے کے حامی
تھے اور اُردو املا کے اس رسم خط کی ضرورت کو جسے آج کے مصلحان اُردو رائج

کرنا چاہتے ہیں آپ آج سے پچاس برس پہلے محسوس کر چکے تھے۔

نواب صاحب کا خط نہایت پاکیزہ تھا قلم کا نمد گیلا ہی خراب ہو مگر معلوم ہوتا تھا کہ مینا کیا ہوا ہے۔ باوجود خوشخط ہونے کے اپنے ہاتھ سے قلم نہیں بناتے تھے۔

جوانی میں آپ کو گھوڑے کی سواری کا بہت شوق تھا۔ پیرانہ سالی کے زمانہ میں بھی اسی شوق کے یادگار کے طور پر ان کا اصطبل گھوڑوں سے معمور رہتا تھا۔

بزرگوں سے عقیدت وبیعت

سب سے پہلے قدوۃ الاصفیا شیخ الفقہا سید المحدثین مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب سے جو شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ العزیز کے نواسے اور دہلی کے مشہور محدث اور اکابر شیوخ سے تھے بیعت لی۔ ان کے وصال کے بعد شاہ ابوسعید صاحب اور شاہ احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سجادہ نشین حضرت شاہ غلام علی صاحب نقشبندی مجددی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ فیوض باطنی کرتے رہے۔ آخر میں حضرت شاہ عبدالغنی صاحب دہلوی قدس سرہ العزیز سے تجدید بیعت فرمائی۔ شاہ صاحب نے آپ کو سلسلہ علیہ نقشبندیہ میں سند خلافت بھی

عطا کی تھی۔ شاہ صاحب موصوف اُن کو اپنے خلفاء[۵۱] سے اجل سے سمجھتے تھے اور اپنے مریدین کو تکمیل کے واسطے نواب صاحب کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔

نواب صاحب شب و روز مجاہدے اور ریاضت میں بسر کرتے تھے آپ کا کشفِ قبور اُس وقت مشہور تھا اور نسبت زبردست تھی۔ مولانا ولی النبی صاحب رامپوری جو خاندان نقشبندیہ کے صاحب کمال بزرگ تھے فرماتے

---

۵۱ شاہ صاحب کا مندرجہ ذیل خط قابل ملاحظہ ہے ؎

بسم اللہ الرحمن الرحیم از عبدالغنی عمیم الاحسان نواب محمد مصطفےٰ خاں صاحب۔ سلام مطالعہ فرمایند۔
تا شا نزدہم محرم الحمد للہ بخیر ہستم و سلامتی ایشاں مطلوب پیشتر بدست مومن علی خاں مکتوب فرستادہ ام امید کہ
دعا در حق فقیر مبفر مودہ باشند۔ میاں اسد اللہ داخل طریقہ شدہ اند امید کہ بر حال ایشاں عنایت مبذول دارند
والسلام۔ فرزند عزیزہ معہ فرزندان سلام برسد میاں عزیز و میاں رشید سلام خوانند۔
ایک دوسرا خط بنام احمد جان صاحب دہلوی برادر مولوی سمیع اللہ خاں صاحب کے نام
شاہ صاحب نے بھیجا تھا جس سے ظاہر ہوگا کہ ان کے تعلقات نواب صاحب کے ساتھ کس درجہ کے تھے وہ خط یہ ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ از عبد الغنی
برادر عزیز جان علیم اللہ خاں المشتہر بمیاں احمد خاں سلام خوانند دو مکتوب آں مکرم فی الحال در مکہ معظمہ رسید ندانہ
مطالعہ او فرحت وحظ تام حاصل گشت الحمد للہ فقیر تا کتابت بخیر ہست و خیریت شما از مصائب دارین مطلوب۔ بحرمت
سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین از رحلت نواب مصطفےٰ خاں رحمۃ اللہ علیہ عزوجل چہ ذوقہا بر دل
ناتواں رسید ند ؎ من از چشم تو ای ساقی خراب افتادہ ام + اما بلائے کز حبیب آید ہزارش مرحبا گفتم۔
اما شاء اللہ تعالیٰ وایاکم فی حبہ و احیانا وایاکم فی ودہ۔ چنانچہ از طرف اوشان وصی بر اہل و عیال ہستید از طرف من
نیز شما وکیل ہستید۔ وکفیٰ باللہ وکیلا۔ عیال اوشان را عیال من شمارید و ذوقہا از صحبت اوشاں برداشتید و شوقہا از
مجلس شان برخواستید۔ سیر گل سیر ندیدند و بہار آخر شد۔ از کیفیت ہائے خولیش نوشتید بسیار ے
محظوظ شدم۔ چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی + بیاد آر محبان بادہ پیما را۔
مخدوما۔ دلی باہل غیر است از وے چہ توقع خیر است درویں کہ مایل بہ کمتر است نفس ایا ساز وے بہتر است بلند نفس باشند بہتر، خبیر، اہل
نہ نما یند نسبتی مجد دنقشبندیہ اگرچہ قلیل باشد قلیل نیست کہ مقتبس از مشکوٰۃ سنت نبوی است و سنت موجب
فخر ما گشتہ ؎ ما در کمیں جلوے صید ہم نشستہ ایم + گو طاقتے کہ گرد فشاند بدام ما۔ والسلام
تمر مدینہ ہمراہ مکتوب نواب محمد علیخاں در جہانگیر آباد فرستادہ ام (بقیہ نوٹ صفحہ ۱۰ پر ملاحظہ ہو)

تھے کہ ایک مرتبہ انھوں نے اپنے دہلی پہنچنے کی اطلاع نواب صاحب کو خط کے ذریعہ سے دی مگر اتفاق سے وہ خط کے پہنچنے سے پیشتر پہنچ گئے اور خط نواب صاحب کو ان کی موجودگی میں ملا۔ قبل اس کے کہ خط کو کھولیں یا پڑھیں اُن سے مخاطب ہوکر فرمانے لگے کہ "کیا آپ کو بھی اس وقت نسبت نقشبندیہ کی کچھ خوشبو آتی ہے۔ میرا دماغ تو اس خوشبو سے مالا مال ہو گیا ہے"

مولانا حالی مرحوم کی زبانی نقل ہے کہ ایک بار نواب صاحب مولانا شاہ غوث علی پانی پتی کی زیارت کو پانی پت تشریف لے گئے۔ چند روز مولانا سے اوقات خاص میں صحبت رہی۔ وقت مراجعت و رخصت مولانا نے آپ سے مصافحہ کیا اور آپ کا ہاتھ ذرا زور سے دبایا۔ اسی طرح تین بار مصافحہ کیا۔ نواب صاحب فرماتے تھے کہ ہر بار میرے قلب میں ایک ایسی کیفیت پیدا ہوتی تھی جو بیان میں نہیں آسکتی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹) اگر حصہ خود بیابند دہن شیریں نمایند و تبیح باگر میاں ناصر وزیر بدہند در میان خود و میر عبدالرحمان و میر عوض علی و مولوی ولی النبی صاحب و ہمشیرہ عزیزہ اہل خانہ میاں امو جان غفر اللہ لہ تقسیم بمایند نلوس در مکتوب نوشتند تا ہنوز نرسیدہ اند۔ از عبدالرحمن و اسمٰعیل و ہمشیرہ ہا خوانند ہمہ ہا سلام۔ تمام شد

مذہب کا احترام اور شرعی پابندی

آپ نہ صرف صوفی باصفا تھے بلکہ عالم باعمل تھے۔ اپنے ذاتی فائدہ کے لیے کبھی کسی شرعی مسئلہ میں توجیہہ وتاویل کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ مولانا حالی نے حیات جاوید میں آپ کے متعلق ایک واقعہ لکھا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے نفس کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتے تھے۔ مولانا حالی لکھتے ہیں :۔

"ہم نے خود دیکھا ہے کہ نواب مصطفٰے خاں مرحوم رئیس جہانگیر آباد ضلع بلند شہر کے پاس ایک موضع گرو تھا۔ بہت مدت کے بعد مالک نے اُس کو چھڑانا چاہا۔ ہر چند کہ رہن نامہ میں تمام منافع موضع مرہونہ کا مرتہن کو معاف ومباح کر دیا گیا تھا اور فک رہن کے وقت مالک بخوشی کل زر رہن ادا کرنا چاہتا تھا اور مفتیوں نے بھی اباحت کا فتوٰے دیدیا تھا لیکن اُس مرحوم مغفور نے یہ حدیث پڑھی کہ اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ وَلَوْ اَفْتَاكَ الْمُفْتُوْنَ اور جسقدر محاصل اُس موضع سے وصول ہوا تھا زر رہن میں سے سب مجرا دیکر باقی روپیہ راہن سے لے لیا۔ یہ بات دہلی میں آج تک مشہور ہے کہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب قدس سرہ اس احتیاط کے سبب کہ آموں کی فصل قبل پھل آنے کے عموماً فروخت ہوجاتی ہے جو شرعاً ناجائز ہے کبھی آم نہیں کھاتے

تھے۔ نواب صاحب نے اپنے علاقہ میں سختی سے اس شرعی احتیاط کو قایم رکھا تھا کہ جب تک کہ پورے طور پر پھل نہ آجائے اُس وقت تک فصل فروخت نہ کی جائے چنانچہ اب تک وہ قاعدہ جاری ہی۔ اسی وجہ سے شاہ صاحب ہمیشہ جہانگیر آباد کا آم بغیر کسی عذر کے کھایا کرتے تھے۔

ورع و تقوے

جن ایام میں نواب صاحب باشتباہ بغاوت قید و بند میں مبتلا تھے ایک وصیت نامہ بنام مہین فرزند محمد علی خاں صاحب وغیرہم تحریر فرما دیا تھا اُس میں بنظر انتظام جملہ متعلقین و متوسلین کے لیے مقدار مصارف بالتفصیل معین کر دی تھی۔ دیون کے ادا کرنے کی تاکید تھی۔ بعد وفات قضا روزوں کے کفارہ ادا کرنے کی ہدایت تھی۔ ان وصایا کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہی کہ آپ احکام شرعی کی بجا آوری میں کیسے راسخ اور ثابت قدم تھے اور خدا کی ذات پر کسقدر بھروسہ رکھتے تھے۔ آپ نے اس وصیت نامہ میں منجملہ دیگر امور کے رمضان شریف کے روزوں کے قضا کا حساب اور اس کے کفارہ کے ادا کی تاکید جن الفاظ میں لکھی ہے وہ یہ ہیں

"میرے اوپر رمضان شریف کے روزے ہیں خوب یاد نہیں مگر احتیاطاً دس رمضان کے لکھ لینا جس کے دس مہینے ہوئے ہر روزہ کی بابت ایک شخص

مسلمان کو دو سیر گندم چاہئیں۔ جس کے مہینہ کے ڈیڑھ من ہوئے تو دس مہینے کے پندرہ من ہوے ان کا دینا ضرور ہے مگر میری موت کے بعد کس واسطے کہ زندگی میں یہ کفّارہ ادا نہیں ہوتا پس جب میری موت کا حال سُن لو جو شخص اُس وقت میں زندہ ہو وہ پندرہ من گیہوں کہ ایک ایک فقیر کو دو دو سیر گیہوں دے۔"

سفرِ حجاز | نواب صاحب نے یہ مبارک سفر[5] ۱/ ذی الحجہ ۱۲۸۵ھ کو شروع کیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ اور نانی صاحبہ اور چند متوسلین ہمراہ تھے۔ بمبئی تک منزل بمنزل خشکی کا راستہ طے کیا اثنار راہ میں اکثر بزرگان دین کے مزارات پر حاضری کا موقعہ ملا اور اکثر اہل اللہ سے قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا جس کی تفصیل آپ نے اپنے سفرنامہ میں لکھی ہے۔ جس کا فارسی نام برہ آورد اور عربی میں ترغیب السالک الی احسن المسالک ہے جو اُن کی حیات میں طبع ہو چکا تھا ان ناگزیر مشکلات

---

[5] آپ نے اپنا سفرنامہ جو درصل اس مقدس سفر کا تاریخی روزنامچہ ہے نہایت تفصیل کے ساتھ شستہ فارسی میں مرتب فرمایا تھا۔ جس کا عربی نام ترغیب السالک الی احسن المسالک اور فارسی برہ آورد" ہے۔ آپ کی زندگی میں شایع ہو گیا تھا۔ ۱۹۱۰ء میں اُس کا اُردو ترجمہ سید زین العابدین صاحب بی۔ اے منصرم عدالت ججی فرخ آباد نے شایع کیا جس کا نام سراج منیر ہے۔ یہ ترجمہ بہت مقبول ہوا اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو گیا۔ نواب صاحب کی دیگر تصانیف کے سلسلہ میں اس کتاب کا ذکر بھی ملاحظہ ہو۔

کے علاوہ جو ۱۸۵۷ء سے قبل برّی و بحری سفر میں حجاج کو پیش آیا کرتی تھیں نواب صاحب مرحوم کو ایک ہولناک واقعہ پیش آیا کہ حدیدہ سے آگے چلکر جہاز چٹان سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا اور مسافر کشتیوں کے ذریعہ سے ایک ویران جزیرے میں اُتار دیے گئے۔ جہاز میں سے سامان خوراک بھی کم ملا اور آب شیریں کے صرف آٹھ پیپے ہاتھ آئے اور ہمراہی دو سو سے زائد تھے۔ ایک ایک پیالہ پانی ہر شخص کو صبح و شام پینے کے لیے ملتا تھا۔ چار دن کے بعد سب کے مشورے سے نو آدمی ایک چھوٹی سی کشتی میں بیٹھکر ساحل کی تلاش میں روانہ ہوے وہ سات روز کے بعد ساحل بحر کی ایک بستی میں پہنچے اور اپنے قافلہ کی مصیبت بیان کی وہاں کے حاکم نے سات کشتیاں مصیبت زدوں کی امداد کے لیے بھیجیں۔ جب اس جزیرے کا پتہ نہ لگا تو پانچ واپس چلی گئیں۔ لیکن دو کشتیاں ہمت کرکے بحرِ عجم کی طرف بڑھیں جن کو یہ جزیرہ مل گیا۔ ان دو کشتیوں کو دیکھکر سب خوش ہوے جتنے آدمی سما سکے ساحل کی طرف روانہ کیے گئے۔ مگر اس بُرے وقت میں نواب صاحب اُن لوگوں کے ساتھ رہے جو روانہ نہو سکے تھے اور محض فضل خداوندی پر بھروسا کرکے اُسی ویرانے میں پڑے رہے چند روز کے بعد دو کشتیاں اُسی حاکم کی

بھیجی ہوئی اور آ پہنچیں مگر طوفان کی وجہ سے دس دن تک روانگی ملتوی کرنی پڑی جب طوفان فرو ہوا تو نواب صاحب مع بقیہ ہمراہیان کے چل پڑے اور وہ سب سے آخر شخص تھے جو کشتی پر سوار ہوئے بالآخر ساحل لیث پر بخیر وسلامت جا اُترے اور وہاں سے براہ یمن عازم مکہ معظمہ ہوئے۔ اس واقعہ کو نواب صاحب نے اپنے سفرنامہ "بمہ آورد" میں زبان فارسی میں حسب ذیل الفاظ میں تحریر فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں:-

ع انَا الغَرِیقُ فَمَا خَوفِی مِنَ البَلَلِ - بہمہ حال بدیں نوع باں جزیرہ رسیدہ جزیرہ بود وچہ جزیرہ کہ چشم حاسد ازاں فراخ تر باشد ودل لئیم ازاں کشادہ تر ومعہذا نہ نہالے کہ بسایہ آں تواں نشست ونہ درختے کہ از میوہ آں بہرہ تواں برداشت نہ آب را دراں وجودی ونہ دانہ را دراں نمودی نہ راہی کہ ازاں جا تواں گزشت ونہ ساحلی کہ باں جا تواں رسید حال جزیرہ بایں خرابی کہ گفتم طور سفینہ بآں زبونی کہ شنیدی اکنوں چہ باید کرد چوں چارہ دگر نہ بود لاجرم بجزیرہ فرود آمدن تا اجل مقدر ہمدراں جا گزرانیدن ضرورت افتاد ہرچہ ازاں اسباب وکالا از آب بالا بود از جہاز بدر یا انداختہ آمد کہ تدبیر فرود آوردن ایں بود وبس پس ہرچہ

پیش ما ماندنی بود بحکم خالق بحر و بر باد شرط و موج دریا شرط نوردی و ملاحی بجا آورده بما سپرده و هر آنچه رفتنی بود بسمت دیگر برو سپاس خدای را عزوجل که بسیار آمد و کمتر رفت اما دراں حال نه از رفتن حزنی و نه از آمدن سروری و همچنیں بهامیل آب شیریں بدریا انداخته شد رفتنی رفت و آمدنی آمد و کذلک از اجناس خوردنی هر چه بر آوردن آں در حوصله امکان گنجید و اکثرش برنج و باجره بود که اهل کشتی بتجارت بار کرده بودند بعد فرونشستن غوغا چاره سگالی را بزم آراست و از پئے رائ زدن نشست گفتگوی بمیان آمد این بود آب و دانه در ینجا وجودی ندارد و آب موجود هشت بر هیل و مردم زیاده بر دو صد کس و پیداست که اینقدر آب سرمایۂ چند روزه تواند شد و تا حیز بجاے نرسد رسیدن سفینه معلوم و راه خبر بسته اند چکنیم تا گره از کار کشاید همه بیک حرف زبان کشودند که کار از دست رفته است و آب از سر گزشته تدبیری ندانیم و چارهٔ نمی توانیم جز اینکه دراں کوچک سفینه نشسته چند از سر جان برخیزیم و نشینیم تا چه پیش آید و از پس پردهٔ غیب چه رو نماید هر چند اندیشه برنتابد که چنیں کشتی از چناں دریا بسلامت بگزرد امّا اندیشه یعنی چه آنجا خوف اگر از آب بحر است اینجا از آتش عطش ترشیده عذاب تشنه میری از آب

چوں تو اند ترسید لاچارم بحکم الغریق یتشبث بکل حشیش دراں زبوں زورق
کہ حشیشے بیش نبود نہ دہ تن را کہ بعضے ازاں خود وسرخیل آں مولانا فضل علی
بودند باچندے از کشتی باناں ویکے مولوی برہان الدین کہ با نگارندہ
ایں فرخ نامہ مواسات تمام دارند در بمبئی ایشاں را آشنا سا آید از
اہل پنجاب اند فطرتی سلیم وفکرتی مستقیم ایشاں راست ودو حج سابق
گزاردہ حالیا بعزم سکونت در اشرف البلاد قبلہ کل حاضر وبادیہ رفتند بعد
انقضاے چہار روز بریں واہبہ بتاریخ چہارم شوال توکلاً علی اللہ نشانیدہ
وسر دادہ رحمت آلہی را منتظر نشستیم ہر سحر کہ می خیزیم روبدریا می خیزیم
ہر شام کہ می خوابیم برفسانہ سفینہ می خوابیم دوازدہ روز از رفتن کشتی وشانزدہ
روز از شکستن جہاز سپری گشت تا شام گاہے دو کشتی خرد [illegible]
وشب سیاہ را بامداد پدید آمد مپرس از شادی آں زماں کہ فلک در
دریا از ہلال روز عید بر فلک دلاویز تر می نمود دانستیم رفتگان آمدند
چوں ملاحاں فرود شدند دیدیم یکے از آناں نیست در شگفت زار افتادیم
ہنگام پرس وجو بدینگونہ داستان سرائی کردند کہ بعد ہفت روز فرستادگان
شما بہ قنفذہ کہ کوچک معمورہ است بر ساحل دریا رسیدند وپیش گاہ حاکم

کہ عرب دولہ خواند ماجرا اگزار آمدند و بیاری او با ہفت سنبوق رہ پیما شدند
چند شبانہ روز میانہ دریا بہم تفحص جزیرہ پرداختم چو از جزیرہ سراغی نمود ملاحان
آں پنج کشتی را بسمت قنفذہ برگردانیدند چندانکہ مولانا فضل علی و دیگراں
منع کردند سودے نداشت و دلیری نمودہ بسمت بحر عجم گرم تلاش شدیم
شکر للہ کہ سعی ما مشکور آمد و گوہر مراد بکف افتاد القصہ در دو زورق خورد در
کوب ایں جم غفیر صورتی نداشت لاجرم یکے را بعد سہ روز و یکے را بعد شش روز
ہر قدر مردم کہ گنجید ندرسانیدہ سرزادہ شد و خود تکیہ بر لطف کارساز نمودہ
ہمدراں شورش کدہ توقف پزیرآمد لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔
از انجا کہ خداوندگار را با بندگان خود رحمتی برتر از وصف است بروز بست و ہفتم
از شکستن کشتی دو کشتی دیگر مشاہدہ شد ندظن بدانما یہ رنگ وجود سے داشت
کہ نفحات یقیں بدماغ میرسید کہ مدہوشان مار اجنبش نسیم توفیق بخود آورد
و گم کردہ راہان مارا خضر تحقیق از آوارہ خرامی استانید چوں بکنار میرسیدند
بازبہماں نواہاے ناآشناست و ہماں شمائل ہاے بیگانہ تا ہنگامہ گفت
و شنود آغاز و زباں سرگرم پرسش راز گشت وانمودند کہ آں پنج کشتی کہ
رہ بجاے بندر راہ قنفذہ گرفت رسید ہماں بود بازگردیدن ہماں کہ

امیر را ازیں معنی غضب در گرفت و قہرش فرو نہ نشست تا از جاے برنخاستیم
و یک کشتی دیگر افزود چند روز بہم جستیم عاقبت از تلاطم امواج و جوشش باد جدا
شدیم کہ بالحسب بخت و اتفاق بساحل مقصود گزر کردیم شعر او از گیست رہبر
در وادی محبت طوفان بود معلم دریاے بیکراں را۔ از کار دیگراں بخبریم کہ ہنوز
آب بکیل می پیمایند و باد و رہاوں میسائید یا عزم خانہ کردند و رخ بسوے وطن
آوردند بعد رسید ند سفائن عزم جزم شد کہ ایں بار بہر طور جملہ مردمان را انگیخانیم
غایت الامراز سامان و اسباب ہرچہ نگنجد بگزاریم ایں خیال مصمم شد و عزم
روانگی در پیش آمد مقارن آں حال طوفان باد و جوش باراں و اضطراب
امواج پدید آمد سفائن صغیرہ ساچہ یارا کہ دریں ناہنگام پا از حد خویش فراتر
نہند مصرع چراغ مرا باد و باراں لبسی است آدہ روز سبب توقف ایں شد
چوں ہنگامہ ابر و باد فرو نشست بعزم سفر برخاستیم و بتاریخ پنجم شہر ذیقعدہ
وقت عصر آنخرابہ را چیز باد گفتہ در کشتی نشستیم و رخ بسمت لیث کردیم شمارہ
ایام اقامت آں جزیرہ یک ماہ و پنج روز است چوں دریاے عجم موجی
نہ باندازہ دارد غالب بیم ہلاک بود و بحریان خطرناک اما آنجا کہ صیانت
ایزدی باشد، ہیچ آب و آتش گزند نتواند رسانید سالم و غانم بتاریخ

هشتم نصف النهار بساحل لیث رسیدیم الحمد لله علی ذلک حمداً کثیراً
ان الله بهر ثبوراً وجوراً وکان امر الله قدراً مقدوراً حالیا پیش از آنکه سخن
از باب دگر گویم ماجرای آب بر زبان آریم که با آن مایه کمی تا این زمانه دراز
با اینهمه مردم که اندازه کثرت شان پیشتر گرفته چون وفا کرد تا بدائع قدرت کامله
آفریدگار دریابی بشنو که جامی شام و جامی پگاه چون ساغر مهر و کاسه ماه بخش
هر یکی بود و باین احتیاط چشم آن بنود تا پانزده بست روز روی آب بینیم
و هنگامه هنگام قسمت دیدنی داشت هرچند که کس مبیناد اما بمثالی روشن
نادیده بدیده مردم جلوه دهم و با هجوم تشنگان گرد صاحب تقسیم بمثابه انبوه
باده خواران چپ و راست میفروش با همان جوش و همان خروش عطش
زده پیش سبوی آب چون مستی بپای خم شراب بیخود افتاده تشنه را با کاس
آب آن معاملتی که میخواری را با جام باده یکی نوای العطش العطش بگنبد مینای
رسانیده یکی زمزمه پیمانه گران تر ده با آن سیر آهنگی سرود که زهره از غصه
بزم نشاط برچیده ای حسرتی زیر و بم پیش کش سخن ساده گوی داستان
ماتم را با دف و نی مسرای شعر درد انگیز را بصوت حزین درد انگیز تر مکن
حدیث پرشور بملاحت بیان نمکین تر مساز افیون در شراب میامیز پرکاله

دل ہا سر شک مریزد از نظیر و مثال بگذر ساده بر سر داستان طرازی شو بگو تا دگر
چہ می گوی چوں درد و جام کہ قسمت میشد رفع عطش از کجا ناں پختن را سرمایہ کو
نا کام پخت طعام از آب شور بود تراوش ابر رحمت ہیں کہ سحابی آمد و بارانی
بارید مغا کہا کندیدند و آوندہا نہادند قدرے آب فراہم آمد و دو سہ روز راسامان
شراب و طعام بر وجہ بایست مہیا گشت ۔ ازیں پس بخاطر حقیر گزرانیدند اگر
آب دریا چوں عرق بکشیدن آید شاید کہ بکشیدن آرزو و نوشیدن را شاید امتحان درست
اندیشہ و انمود سلمنا طعم عرق داشت اما در اجائگاہ نوشیدن تر از آب حیات
و شیریں تر از شراب قند و نبات بود طول کوتاہ دریں ہنگام کہ پیدا صورت
سختی داشت پنہاں چہ موہبت ہائے جلیل و عطیہ ہائے جمیل کہ ارزانی نداشتند
اگر ہمہ بگذارم از نعمت ربا و سمعہ می ترسم و اگر ہمہ را گذارم از نعمت کفران
نعمت می ہراسم نعمت ہا از خداوند دیدہ ام و اما بنعمت ربک فحدث شنید
خاموش چہ توانم بود میگویم ہر چہ بادا باد تا سنی بائن صحابہ کیش منست چنگ
در دامن عبد اللہ بن عمر میزنم و باقتدائے ایشاں زمزمہ می سنجم خدا از آفت
ریا نگاہ دارا و موہبت بخشنیں آنبود کہ دلی عطا کردند صبور و زبانی سپاس
گذار دل وقف محبت ہا و لب سرگرم ثنا از بدایت تا نہایت ناشکیبی گرد سرا

پردۂ ضمیر نگشت و از آغاز تا فرجام بیقراری در پس کوچۂ خمول ماند اگر باور داری کہ دروغ گفتن روا نیست سخن مرا باور کن و لاف مشناس و گزاف مداں و شکرف مگیر و ایں نہ حد چوں منی بود ہر آئینہ لطفے بود از لطائف جل شانہ و عم نوالہ چوں لطف او کار فرما شود ذرّہ خورشید ی کند و قطرہ دریاے دگر در وادی بے آب و دانہ آب و دانہ چہ گونہ عطا فرمود ندیا ز از چناں دشوار جاے چہ آساں بر آوردند دیگر یکے ہم ازیں ہمہ آسیبی ندید و گرندی نیات کارافتادہ شناسد کہ در صورت چنیں وقایع ایں معنی بس نادر است و اردس وکالا ہم از بسیار اندکے و از صد یکے رفت شمارہ آلاے ایزدی از نیروی تنو منداں بالاتر است تا از ناتوانی چہ آید خوشتر آں است کہ سوال فراوانی نعم بیشمار تا روز شمار و خواستگاری مواہب بیحساب تا روز حساب نمودہ صرف نفس بد استان طرازی کند مستور مباد کہ بتاریخ نہم در لیث آمدیم قریہ مختصر لیست -

حج وزیارت بیت اللہ

وہاں سے براہ خشکی روانہ ہو کر منزل مقصود یعنی مکہ معظمہ پہنچے اور زیارت بیت اللہ کی مسرت نے تمام مصائب سفر کو بھلا دیا۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد نواب صاحب کی والدہ ماجدہ اور نانی صاحبہ نے

چار روز کے فصل سے یکے بعد دیگرے مکہ معظمہ میں سفر آخرت اختیار کیا۔ اور اُسی خاک پاک میں جنت البقیع کے مقدس قبرستان میں مدفون ہوئیں۔

زیارت مدینہ منورہ مکہ معظمہ میں دو ماہ پانچ روز قیام کرنے کے بعد آپ مدینہ منوّرہ کو روانہ ہوئے۔ جس ذوق وشوق اور جس سچے خلوص کے ساتھ آقائے دو عالم حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے تھے اُس کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوتا ہے۔[1]

جب آپ کا قافلہ قریب شہر کے پہنچا شیخ الحرم تشریف لائے اور پوچھا کہ محمد مصطفےٰ خاں نامی کوئی شخص اس قافلہ میں ہے۔ لوگوں نے اثبات میں جواب دیا۔ شیخ نے نواب صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "آپ میرے مہمان ہیں" نواب صاحب نے جواب دیا "مجھے اس سے زیادہ کیا فخر ہو سکتا ہے۔ لیکن چونکہ میں ابھی یہاں بالکل نووارد ہوں سر دست مجھکو

---

[1] یہ واقعہ نواب صاحب نے اپنے سفرنامے میں نہیں لکھا ہے۔ بلکہ آپ نے اپنے ہمراہیوں میں سے ان اشخاص کو جنھیں اس واقعہ کا علم تھا ممانعت کردی تھی کہ وہ کسی سے اس امر کا ذکر نہ کریں۔ حضرت مولوی محمد احمد جان صاحب خلیفہ شاہ عبدالغنی صاحب برادر اکبر مولوی سمیع اللہ خاں صاحب سی۔ ایم۔ جی۔ مرحوم جو نواب صاحب مرحوم کے دوست اور پیر بھائی تھے اس واقعہ سے واقف تھے۔ لیکن انھوں نے بھی نواب صاحب سے یہ وعدہ کر لیا تھا کہ وہ انکی زندگی میں اس واقعہ کا اعادہ نہ کریں گے مگر نواب صاحب کی سوم کی مجلس کے بعد اسکا تذکرہ کیا تھا۔

اس عزت سے معاف فرمایا جائے" اس پر شیخ نے صاف طور پر اپنے تشریف لانے کی وجہ بتائی اور فرمایا کہ "نہ میری مجال کہ معافی دوں نہ آپ کی طاقت کہ آپ معافی مانگ سکیں۔ اس لیے کہ "مجھکو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ہوا ہے کہ میں جاکر حضور کی طرف سے شرط مہمانی بجا لاؤں" یہ سنتے ہی آپ پر ایک حالت وجد طاری ہوگئی"

سفر طائف مدینہ منورہ میں ۳۹ روز مقیم رہنے کے بعد مکہ معظمہ کو واپس ہوئے اور مکہ معظمہ سے طائف تشریف لے گئے۔ یہاں کے قابل دید مقامات دیکھے اور جو یادگاریں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی موجود تھیں اُن کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

استغنا قیام مکہ معظمہ کے زمانہ میں مسجد حرام میں ایک کردستانی[1] بزرگ نے یہ معلوم کرکے کہ نواب صاحب کی کشتی ٹوٹ گئی تھی سرمایہ تلف ہوگیا ہوگا

---

[1] روزی از روزہا بعد نماز در مسجد الحرام نشستہ بودم عزیزی از کردستان پہلوے من بود گفت پارسی دانی گفتم آرے گفت تو نہ آنی کہ کشتی تو شکست گفتم آری گفت این نہ بیت اللہ است گفتم آری گفت نہ این جائے خلاف نیست گفتم آری گفت ما شنیدم کہ عزیز را کشتی شکست مرا از غصہ جگر خون است دانم ساز و سامان رفتہ باشد و برگ و نوا تلف گشتہ خاکی پیش من است بگیر و ساز برگی بساز این بگفت و کاغذی پیچیدہ (بقیہ نوٹ صفحہ ۲۵ پر دیکھو)

آپ سے درخواست کی کہ میرے پاس ایک خاک ہے وہ لے لو اور اپنا سامان درست کر لو چنانچہ ایک پڑیا کمر سے نکال کر سامنے رکھ دی اُس کا یہ کہنا تھا کہ نواب صاحب کو سخت رنج ہوا اور دل میں کہا خدایا میں تو بخشایش کا طالب ہوں نہ زر کا۔ اُس کی طرف سے مُنہ پھیر لیا اور کہا مجھکو معذور رکھو اس نے پھر اصرار کیا اور آپ نے انکار کیا تو وہ بولا کیا مجھکو شعبدہ باز یا مکّار سمجھتے ہو۔ آپ نے جواب دیا کہ میں گمان بد کرنے والا آدمی نہیں۔ اُس نے پھر اصرار کیا کہ یہ نہ سونا ہے نہ چاندی محض خاک ہے اس کے لینے سے کیوں عار ہے۔ نواب صاحب نے کہا کہ اس خاک پر تو خاک ڈالو۔ ہاں کوئی ایسی چیز دو جو مس وجود کو سونا بنادے۔ کُردی نے کہا کہ ایسی چیز کی خواہش تو تم سے زیادہ خود مجھکو ہے۔

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۴) از میان بر آورد و پیش من نہاد این سخن از وے گفتن و مرا دل از موبہ در ہم شدن گفتم خدایا خواہاں امرشش آمدہ ام نہ جویاں زر روی از و در پیچیدم و گفتم عذرم می پزیر سرمایہ من با من است خداے را کہ جز بخولیش نیاز مندم نکردہ باز روزی دو چار شد و ہماں گفت کہ گفتہ بود و ہماں گفتم کہ شنیدہ چوں در من میلی ندید بدیں گونہ بسخن در آمد کہ بر آئینہ شعبدہ باز و نیرنگ سازم میدانی گفتم از بد گمان نیم گفت پس می تواں گرفت گفتم نمی تواں گرفت گفت نہ ایں سیم است و نہ زر کف خاکی است ننگ از چیست گفتم خاک بر سر ایں خاک چیزے آں بیار کہ مس وجود را از زر ناب کند گفت بآں مسئول از سائل نیاز مند تر است۔ ۱۲

مراجعت وطن

طائف سے پھر حرم محترم میں پہنچے۔ ۱۵ روز مکہ معظمہ میں آخری قیام
کرکے وطن کو مراجعت فرمائی اور پورے دو سال اور چھ دن کے بعد ۲۳ ذی الحجہ
۱۲۵۶ھ ہجری کو دہلی میں وارد ہوے۔ علاوہ اُن گوناگون فیوض اور برکات
کے جو اس مبارک سفر سے حاصل ہوئیں ایک سن رسیدہ بزرگ کی اشارت
ہی جن سے بڑودہ میں بوقت مراجعت وطن قدمبوسی کا اتفاق ہوا تھا اُنھوں نے
اس مبارک سفر کا ایک نکتہ بتایا۔ جس کو آپ نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہی
اُس کا اس موقعہ پر نقل کرنا خالی از دلچسپی نہوگا۔ کیا خوب فرمایا ہے۔
"جو فاسد مادہ خودی اور اسباب ظاہری میں گرفتار رہنے کا انسان کے
اندر موجود ہے اُس کے دور کرنے کے لیے سمندر کا سفر نہایت مفید ہی"
بالخصوص ایسے وقت میں جبکہ موجیں ٹکرائیں آسمان میں ابر غلیظ گھرا ہو اُس
مصیبت کے وقت میں کہ کوئی تدبیر کارگر نہو سکے اور تمام ظاہری اسباب
مفقود ہوں۔ پردہ درمیان سے اُٹھ جاتا ہے اور کثرت کے غالب ہونے
کا خیال نکل جاتا ہے اور خداوند واحد کا غلبہ معلوم ہوتا ہے۔ خودی کا طلسم ٹوٹ جاتا
ہے۔ لمن الملک الیوم" لله الواحد القهار کا مطلب ظاہر ہوجاتا ہے۔ ان باخدا
بزرگ کے اس مقولہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ نواب صاحب پر جو خاص قسم کی

مصیبت اس سفر میں گزری تھی اور جس کا مجمل ذکر سطور بالا میں کیا گیا ہے وہ
درحقیقت ایک مبارک ابتلا تھا۔ جیسی خدا کو مشاہدہ وحدت کرانا اپنے خاص
اور برگزیدہ بندوں کو منظور تھا۔

ایام غدر کی مصیبت

غدر ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کے عمائد و شرفا پر جو مصیبت
گزرچکی ہی خدا دشمن کو نہ دکھائے۔ نواب صاحب بھی اُس سے مستثنیٰ نہ رہے
اُن کا ولدالریاست جہانگیر آباد خطرناک حالت میں تھا۔ نواب صاحب اُس
کو چھوڑ کر بمقام خان پور جو جہانگیر آباد سے چند میل کے فاصلہ پر ہے اپنے عزیز
دوست عبداللطیف خاں صاحب رئیس خان پور کے ہاں اقامت گزین
ہو گئے تھے ٹھاکروں نے قلعہ جہانگیر آباد پر قبضہ کر لیا اور نواب صاحب
کے عالیشان اور خوشنما محلوں کو آگ لگا دی۔ تمام قیمتی اور پُر تکلف اثاث البیت
جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔ یہاں تک کہ اُن کا گراں بہا کتب خانہ اور اُن کی
اپنی تصانیف جس میں اُردو فارسی کا کلام بھی شامل تھا آگ کی شعلوں کی نذر
ہو گیا جس وقت بھیم سنگھ اور اُس کے ساتھی ٹھاکروں نے جہانگیر آباد میں
یہ ہنگامہ فساد برپا کر رکھا تھا۔ حُسن اتفاق سے ریاست رامپور کی فوج دہلی
جانے کے لیے جہانگیر آباد سے گزری۔ اس فوج کا افسر نواب[۵] یوسف علی خاں

[۵] نواب فردوس مکان یوسف علی خاں صاحب بہادر اور نواب شیفتہ مرحوم سے (بقیہ نوٹ صفحہ ۲۸ پر ملاحظہ ہو)

فردوس مکان والیے رام پور اور نواب مصطفےٰ خاں صاحب کے مخلصانہ تعلقات سے واقف تھا اس لیے اُس نے ٹھاکروں کے مقابلہ میں نواب صاحب ممدوح کے تابعین کی مدد کی اور اُن کو از سرِ نو قلعہ جہانگیر آباد پر قبضہ دلا دیا۔

الزام بغاوت سے برائت

نواب صاحب پر بغاوت کا الزام بھی لگایا گیا اور کچھ عرصہ تک یوسف زنداں بنائے گئے مگر آخر کار اس سے گلو خلاصی ہوئی اور نواب صاحب بفضلِ خداوندی مامون و مصئون رہے اور مدارج و مناصب بھی برقرار رہے۔

صبر و استقلال

خواجہ حالی مرحوم فرماتے تھے کہ ایام غدر ۱۸۵۷ء میں جبکہ نواب صاحب مصیبت حبس میں بمقام میرٹھ تشریف رکھتے تھے ایک مرتبہ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۲۸۷)

اُس زمانہ سے مخلصانہ تعلقات تھے جبکہ نواب فردوس مکان مسند حکومت پر متمکن ہونے سے قبل دہلی میں قیام فرما تھے اُس زمانہ میں نواب عبد الرحمٰن خاں صاحب برادر خورد نواب جنّت آرام گاہ محمد سعید خاں صاحب بہادر دہلی کے قریب گوڑگانوہ میں ڈپٹی کلکٹر تھے نواب شیفتہ مرحوم کی چھوٹی ہمشیرہ صاحبزادہ اصغر علی خاں صاحب برادر زادہ نواب جنّت آرام گاہ سے منسوب ہوئی تھیں اُس وقت سے نواب شیفتہ مرحوم اور ریاست رام پور میں باہم خاندانی مراسم قائم ہوگئے جو اب تک قائم ہیں جب نواب جنّت آرام گاہ محمد سعید خاں بہادر ریاست رام پور کی مسند پر متمکن ہوئے اور نواب محمد مصطفےٰ خاں صاحب ادائے تہنیت کے لیے رام پور آئے تو یہ قرار پایا کہ نواب محمد مصطفےٰ خاں نذر پیش کریں اور نواب رام پور معانقہ کریں اور خلعت دیں جس میں ایک ہاتھی بھی مقرر تھا۔

بہت کوشش سے اپنے مہربان قدیم ٹرمبیل صاحب کے پاس جو پہلے کلکٹر یہاں شہادر میرٹھ میں جج ہو کر آگئے تھے یہ پیام بھجوایا کہ آپ کسی وقت آکر مجھ سے ملیں صاحب نے جواب دیا کہ میں علی الصباح آسکتا ہوں چنانچہ حسب وعدہ پہنچے لیکن نواب صاحب اُس وقت دوگانہ سنت ادا کر کے فریضہ کے تہیہ میں تھے کہ آدمی نے اطلاع کی۔ نواب صاحب نے نہایت اطمینان کے ساتھ نیت فریضہ باندھ لی اور حسب عادت سورہ دہر پڑھی۔ اختصار گوارا نہ فرمایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ٹرمبیل صاحب بعد انتظار بسیار واپس گئے اور ایک ظاہری تدبیر ہاتھ سے جاتی رہی۔ مگر اس تدبیر کے فوت ہونے سے اُن کے استقلال میں کچھ فرق نہیں آیا۔

تسلیم و رضا حاجی باسط علی صاحب ساکن کرسی جو ایک دیندار و ثقہ آدمی تھے فرماتے تھے کہ مصائب ایام غدر میں ایک دن نواب صاحب مرحوم پیادہ پا محافظین کے ساتھ سڑک پر جاتے تھے۔ اس اثنا میں آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا،، تیری شان کریمی کے قربان کہ اتنی ہی سزا دی ورنہ میں تو اس سے بہت زیادہ سزا کا مستوجب ہوں۔

ایک زمانہ میں شمس العلما مولوی ذکا اللہ صاحب بلند شہر کے ڈپٹی انسپکٹر تھے

اُن کی زبانی نقل ہے کہ دہلی میں نواب صاحب کو مرض سرطان عارض ہوا
ڈاکٹر اپریشن کیا کرتا تھا اور ناقص حصہ گوشت کا آلات سرجری سے کاٹ
کاٹ کر برابر صاف کیا کرتا تھا جس سے تیمارداروں کو تاب ضبط نہ رہتی
تھی۔ چنانچہ ایک روز صاحب زادہ محمد علی خاں بے اختیار رونے لگے۔
لیکن نواب صاحب کی پیشانی پر کبھی بل بھی نہ آتا تھا۔ صاحبزادہ صاحب کو
بلایا اور فرمایا کہ "اس جسم خاکی کے زوال پر رونا نہایت کم ہمتی ہے۔ انسان کو
اپنی مصیبت پر رونا نہ چاہیے"
مولوی ذکا اللہ صاحب فرماتے تھے کہ ایسا ضبط و استقلال میں نے
آج تک کسی شخص میں نہیں دیکھا۔

علمی چرچے اور صحبتیں

غدر سے قبل نواب صاحب کا قیام زیادہ تر دہلی میں رہتا
تھا۔ نواب[۱] ضیاءالدین خاں نیّر۔ مفتی[۲] صدرالدین خاں آزردہ۔ حکیم

---

[۱] نواب صاحب ضیاءالدین خاں لوہارو کے رئیس تھے اور دہلی میں قیام پذیر تھے آپ تاریخ دانی میں
مہارت کامل رکھتے تھے۔ مفتی[۲] صاحب نواب صاحب کے انتقال کے بعد عرصہ تک زندہ رہے جب کبھی نواب
محمد علیخاں یا نواب محمد اسحاق خاں صاحب فرزندان نواب صاحب مرحوم سے ملاقات ہوجاتی تو نواب صاحب
کی یاد تازہ ہوجاتی اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے تھے نواب صاحب نے (بقیہ نوٹ صفحہ ۳۱ پر ملاحظہ ہو)

احسن اللہ خاں۔ مولوی امام بخش صہبائیؔ۔ مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ۔ سید غلام علی خاں وحشتؔ[۱]۔ میر حسین تسکینؔ۔ حکیم مومن خاں مومنؔ جیسے سخنوران باکمال کا اُس شہر لطافت بھر میں جگمگاٹا تھا جب یہ لوگ مل کر بیٹھتے شعر و سخن ہی کا شغل اور چرچا رہتا۔ ۱۸۴۶ء کا وہ زمانہ تھا کہ نواب صاحب و مفتی صاحب کے یہاں ہر ہفتہ باری باری سے مشاعرہ ہوا کرتا تھا۔ ایک روز نواب صاحب کے یہاں مشاعرہ تھا اُس میں مفتی صاحب نے اپنی وہ مشہور غزل پڑھی جس کا ایک شعر یہ ہے ؎ یا تنگ نہ کر ناصح ناداں مجھے اتنا

یا لاکے دکھا دے دہن ایسا کمر ایسی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۰) گلشن بیخار میں آپ کا ذکر حسب ذیل الفاظ میں کیا ہے:۔ "فی الجملہ مولانا از وجود بزرگ است بزرگ منش از اہل علم و اعتبار بودہ اند و مولد و منشاے دی ہمیں بقعہ مبارک است اعلیٰ ترین مناصب فصل خصومات کہ باصطلاح اہل فرنگ صدر الصدور ش میخوانند و امروز در سلطنت ایشاں براے ارباب ہند شایستہ تر ازیں خدمتی نیست با ایشاں است و مولانا آں ذریعہ کسب معیشت دنیوی را وسیلہ نیل مثوبات اخروی گردانیدہ کہ ہمہ ہمتش صرف رواے کار ناظم است و برکت نفعتش شامل خاص و عام باد اسے اتحاد موفور و التیام نا محصور دار در وزی نیست کہ شہد صحبت ایشاں چشیدہ نشود و بایں قند مکرر کام جان حلاوت اندوز نگردد و باعتقاد من روز یکہ بے شرف مجالست ایشاں بپایان آید داخل ایام عمر نیست۔"

[۱] سید صاحب بلند شہر کے مشاہیر میں گزرے ہیں۔ نواب صاحب سے اُن کی گہری دوستی تھی یہاں تک کہ ان کی دوستی عشق کے درجہ پر پہنچ گئی تھی نواب صاحب کے سب ملنے والے ان دونوں کو ایک جان دو قالب سمجھتے تھے یہی وجہ ہے کہ مرزا غالب نے ان دونوں کا ایک ساتھ اپنے ایک شعر میں ذکر کیا ہے۔ (بقیہ نوٹ صفحہ ۳۲ پر ملاحظہ ہو)

نواب صاحب نے مرزا کو مفتی صاحب کے چھیڑنے کو اسی طرح میں ایک غزل ایسے شخص کو لکھکر دیدی جس کا شمار سخنوران مشاہیر میں نہ تھا۔ مفتی صاحب کے بعد جس وقت اُس نے اس غزل کو پڑھا مفتی صاحب کی گھبراہٹ اور پریشانی قابل دید تھی۔ اس غزل کے دو شعر یہ ہیں ؎

ہم بزمِ دشمن کا چھپا ہی تھا قاصد + کہتا ہی کسی سے کوئی ناداں خبر ایسی
کہتے ہو علاج آپ کریں کچھ خفقاں کا + دل کاہے کو رہویگا سنائی اگر ایسی

(بقیہ نوٹ صفحہ ۳۱) وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہویں شاید + مرگیا غالبِ آشفتہ نوا کہتے ہیں۔

ایک مرتبہ مرزا نے جب جہانگیرآباد میں نواب صاحب کے پاس وحشت مرحوم کا آنا سُنا تو نواب صاحب کو خواجہ حافظ کا یہ شہور شعر اس طرح بدل کر لکھ بھیجا ؎ چو با حبیب نشینی و جام پیمائی + بیاد آر حریفان بادہ پیما را۔ مرزا نے یہ تصرف بے وجہ نہ کیا تھا۔ چونکہ نواب صاحب محتاط تھے اس لیے اُن کی نسبت بادہ کی بجائے جام کا لفظ لکھنا پڑا (یادگار غالب)

خود نواب شیفتہ نے اپنی گلشن بیخار میں آپ کا تذکرہ اس طرح لکھا ہے:-

"وحشت تخلص غلام علیخاں خلف الصدق میر فرحت اللہ خاں داماد مولانا محمد رشید الدین خاں غفر اللہ لہما از دودمان کریم است و از اکابر زادگان فخیم مولدش مراد آباد و در بنارس و شاہجہان آباد نشو و نما یافتہ بالفعل بمناصب ممتاز انگریزی در بلند شہر بہرے بر و ماہ میزاد ج سخن سنجی و سخندانی است و مہر الور فلک مضامین و معانی گلہائے فکرش دستہ بزم گلرخاں را شاید و جواہر نظمش آویزہ گوش یاقوت لباں را باید زہے حلاوت کلامش کہ از زبان حسود مجنواست بجائے طعنہ نعرہ احسنت خیزد و خے ذوق گفتارش کہ در زہر چند شراب از دہان اعدا ریزد"

نواب صاحب کی رسم و اتحاد مفتی صاحب سے نہایت مستحکم تھی۔ تذکرہ گلشن بیخار میں جہاں مفتی صاحب کا حال لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ "ایسا کوئی دن نہیں ہوتا کہ مفتی صاحب سے ملاقات نہ ہوتی ہو۔ اور میرے اعتقاد میں جس روز ان کی مجالست کا شرف حاصل نہ ہو داخل ایام عمر نہیں ہے" ہم کو معلوم ہوا ہے کہ دونوں بزرگوں کے دولت خانوں میں زیادہ فصل نہ تھا اس لیے اکثر باہم آمد و شد رہتی تھی۔ جب سفر حج سے واپس ہوکر نواب صاحب وارد بمبئی ہوئے تو مفتی صاحب کے خط کے جواب میں ایک قطعہ فارسی بیس شعر کا نواب صاحب نے لکھا تھا جس میں سے چند اشعار بطور یادگار ہم بھی لکھتے ہیں۔

اے بر طواف کوے تو اے مہر اوج فضل + رو جانب زمین نہ سما کردہ ایم ما

در کعبہ داستان مدیح تو خواندہ ایم + وندر مدینہ بر تو ثنا کردہ ایم ما

ہر جا کہ آں محل اجابت شمردہ اند + حق وفا و مہر ادا کردہ ایم ما

اس قطعہ کو نواب[1] صدیق حسن خاں صاحب مرحوم نے اپنے تذکرہ موسومہ شمع انجمن میں درج

---

[1] نواب شیفتہ اور نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم سے خاص مراسم تھے جس کا ذکر خود نواب صدیق حسن خاں صاحب نے اپنے تذکرہ شمع انجمن میں نواب صاحب مرحوم کے تذکرہ میں کیا ہے وہ لکھتے ہیں "محرر سطور در زمانہ قیام شاہجہان آباد کہ قریب دو سال خواہد بود بتقریب طلب علم در دولت کدۂ ایشاں پاے اقامت (بقیہ نوٹ صفحہ ۳۴ پر)

کیا ہے۔

دائرہ احباب

نواب صاحب کی ذات گوناگوں صفات کی جامع تھی۔ اہل امارت میں امیر تھے تو ارباب فقر میں فقیر۔ طبقۂ علما میں عالم تھے تو زمرۂ شعرا میں شاعر اور اہلِ ادب میں ادیب۔ اس لیے آپ کا دائرہ احباب بھی بہت وسیع تھا۔ بعض اصحاب ہم فنی کے لحاظ سے آپ کی ملاقات و دوستی کو موجب فخر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳) افسرد و تا بقید حیات بود بخط و کتابت باد و شاد میفرمود تذغیب الصرا ... الی احسن المسالک و تذکرۂ گلشن بیخار و دیوان شعر فارسی و رسالۂ آوردہ از تالیفات ایشاں باقی ست نسلک مذکور در از دہلی ہدیۃً نزد کاتب حروف فرستادہ و در ۱۲۷۳ھ بزمانہ برگشتگی افواج ہند ہرگاہ بتہمت غدر مبتلا شدہ بحبس افتاد محرر سطور بواسطۂ بعض حکام سعی موفور در اخلاص بکار برد و حق تعالیٰ او را از آں عقبۂ کؤد نجات بخشید خطی بمحرر سطور تحریر کرد کہ عبارتش بلفظہ این ست خط سامی کہ در زمان مبتلا بودن مخلص بہ بند بلا بنام صدر الصدور صاحب بہادر رسیدہ بود بر طبق آں صاحب ممدوح آنچناں مساعی جمیلہ و کوشش ہائے نبیلہ فرمودند کہ صورت نجات مخلص بظہور رسید اری مقتضائے محبت ہائے سامی ہمیں بود ایں احسان فراموش شدنی نیست اکنوں نجات صوری رو داد لیکن نجات معنوی باقی ست یعنی جائداد وغیرہ وجوہ معاش ہنوز مطلق واگذاشت نشدہ ایں مقدمہ ہم باجلاس صدر الصدور موصوف رسیدہ پیش نہادہ ست اقتاد کہ با نجاب اطلاع کنم تا بنام شان خط سفارش چنانکہ سابق نوشتہ اند ترقیم فرمایند تحریر ہمیں کہ بفحوائے امر سکمر گذار سامی خواہم شد فضول ست کہ میاں ما و شما گنجائش ہیچ امور نیست کہ یاد از بیگانگیہا میدہد و ظاہر ست کہ بار این منت عظیم خواہد بود مورخہ یکم شعبان ۱۲۷۶ ہجری انتہی چوں ایں خط آمد خطی دیگر بنام مومن علیخاں صدر الصدور ساکن شدہ و بیمہ و معاش بعد کوشش و کوشش بسیار واگذاشت شد و صاحب محمد توفی رحمۃ اللہ تعالیٰ۔"

سمجھتے تھے۔ بعض حضرات جو علم و فضل کے جوہر شناس تھے آپ سے رسم مودت پیدا کرتے تھے۔ اربابِ طریقت تبقریب ہم مشربی آپ سے ملتے تھے۔ بعض کے مراسم امارت و ثروت کے تعلقات سے وابستہ تھے۔ ان میں سے بعض احباب کا ذکر جمیل موقعہ بموقعہ اُن حالات کے ضمن میں آیا ہے۔ اُن کے علاوہ خاندان کمبوہاں سے بزرگان میرٹھ میں آپ کے احباب نواب احمد اللہ خاں و منشی ممتاز علی خاں (اس نام کے دو بزرگ تھے) اور حافظ عبدالکریم صاحب رئیس لال کرتی اور شیخ محمد صاحب تھانوی[۵] تھے۔

غدر ۱۸۵۷ء کے بعد سے نواب صاحب کے رہنے کا اتفاق زیادہ تر جہانگیر آباد میں ہوتا تھا جہاں نہ دہلی کے سے علمی چرچے تھے نہ اہلِ کمال کا وہ جمگھٹا۔ اس لیے شعر و شاعری کا شغل بہت کم ہوگیا تھا اور در اصل جب سے زیارت حرمین شریفین سے واپس آئے آپ کسی دوسرے ہی حال میں تھے چنانچہ فرماتے ہیں ؎

[۵] یہ مولوی شیخ محمد صاحب بڑے عالم زاہد اور صوفی مشرب بزرگ تھے تھانہ بھون ضلع مظفر نگر میں اُن کا مسکن تھا۔

اے شیفتہ ہم جب سے کہ آئے ہیں حرم سے + شوقِ صنم و خواہشِ صہبا نہیں رکھتے

بلکہ تذکرہ گلشن بیخار کے دیکھنے سے تو یہ پتا چلتا ہے کہ آپ نے سفرِ حجاز سے پہلے ہی اس شغل کو کم کر دیا تھا۔ چنانچہ لکھتے ہیں "چوں ربط بایں فن از دیگر اشغال عالیہ و فنون شریفہ باز می دارد اکنوں دیر گاہ ست کہ سرو کارم نیست مگر بتحریک محفلیان گاہے از واردات جدیدہ اتفاق می افتد آں ہم بعد سالے نہ کہ ماہے" مولانا حالی نے ضمیمہ کلیات نظم حالی میں جو دیباچہ لکھا ہی اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نواب صاحب اپنی زندگی کے آخر چند سال میں بھی کبھی کبھی فارسی میں فکر سخن کرتے تھے غالباً اس کا سبب مولانا حالی کی وہاں موجودگی ہوگی۔ مولانا مرحوم بوجہ تعلق ملازمت ۱۸۶۳ء سے نواب صاحب کے اخیر وقت تک وہاں رہے تھے۔ مولانا حالی سے یہ بھی نقل ہے کہ نواب صاحب اواخر ایام میں خواجہ حافظ کی روش پر فکر سخن کرتے تھے۔

اولاد

نواب محمد علی خاں جو ریاست رامپور میں ریونیو ممبر رہے ہیں اور لارڈ لینسڈون کے زمانہ میں امپیریل لیجسلیٹو کونسل کے ممبر بھی تھے فرزند اکبر تھے ۱۸۹۹ء میں راہی ملک عدم ہوئے۔

...ناں دوسرے فرزند تھے ...ء میں انتقال کیا۔ تیسرے

صاحبزادے نواب حاجی محمد اسحاق خاں صاحب ہیں جو علم دوستی اور مکارم اخلاق اور دین و دیانت و سخاوکرم میں اپنے والد بزرگوار کے صحیح جانشین ہیں۔ صوبہ متحدہ میں ڈسٹرکٹ ججی کے عہدہ پر ممتاز رہے۔ چار سال تک مدارالمہام ریاست رام پور بھی رہے۔ اور اب پنشن یاب ہوکر ایم اے او کالج علی گڑھ میں آنریری سکرٹری کی اہم خدمات انجام دے رہے ہیں خدائے تعالےٰ اُن کی ذات ستودہ صفات سے تا دیر قوم کو مستفید ہونے کا موقعہ عطا فرمائے اُن کے علاوہ دو صاحبزادیاں تھیں جن کا انتقال ہوگیا ان کا عقد بھوپال میں نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کے برادر خورد کے فرزندوں سے ہوا تھا۔

تصانیف و شاعری اولاد کے ذکر کے بعد اب ہم آپ کی اولاد معنوی کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کی شاعری کی ابتدا سن شعور کے شروع ہونے کے ساتھ ہی ہوگئی تھی اُردو میں شیفتہ تخلص کرتے تھے اور فارسی میں حسرتی۔

دیوان ریختہ اکیس سال کی عمر میں مرتب فرما چکے تھے جو غدر ۱۸۵۷ء سے غالباً دو تین سال پہلے مطبع آئینہ سکندری میرٹھ میں چھاپا گیا تھا۔ ایک غزل کا مقطع بھی اس طرف اشارہ کرتا ہے ؎

ای شیفتہ اس فن میں ہوں اک پیر طریقت + گو عمر ہی میری ابھی اکیس [illegible]

فارسی اور اُردو دونوں میں حکیم مومن خاں صاحب مومن[ف1] سے تلمذ تھا اور خان موصوف کی وفات کے بعد مرزا اسداللہ خاں صاحب غالب سے مشورہ کرتے تھے۔

ف1 حکیم مومن خاں صاحب بھی نواب صاحب کی قابلیت سخن فہمی و سخن سنجی کی نہایت قدر فرماتے تھے۔ اکثر اوقات نواب صاحب ہی کی فرمایش سے فکر سخن کرتے تھے۔ اور اپنے کلام ریختہ کی تدوین بھی نواب صاحب ہی کو سپرد کی تھی۔ چنانچہ نواب صاحب نے تذکرہ گلشن بیخار میں جہاں حضرت مومن کا ذکر کیا ہے وہاں لکھا ہے "با ایں ہمہ صفات کہ مذکور شد بے تحریک محرکے بفکر سخن نمی پرداخت۔ چنانچہ اکثر کلامش بخواہش داعی آثم صورت ظہور گرفتہ و ہم تدوین افکارش را فقیر باعث گشتہ۔ دیباچہ آنکہ ریختہ خامۂ من ست در آن بتفصیل ایں ماجرا باز کردہ ام"

مومن نے تذکرہ گلشن بیخار پر ایک تقریظ لکھی ہے جس میں نواب صاحب کی مدح ایک رباعی میں اس طرح کرتے ہیں۔ رباعی

آں شیفتہ کز خرد گرامی باشد + سرخیل سخنوران نامی باشد
اکنوں کہ جسد نماند الّا بعدم + محمود ثنای و نظامی باشد

اور پھر نواب صاحب کی سخن فہمی کی داد اس طرح دی ہے۔

زتحسین او حسن معنی نیاز + ہزار آفریں برچنیں امتیاز

مومن نے ایک معما باسم نواب مصطفےٰ خاں بہادر لکھا تھا جو دیوان مومن میں موجود ہے۔

نوا بلبل کی بے بس کر رہی ہے + بہار اک جام بے جا بھر رہی ہے
صدا بے درد قمری کی بلا ہے + سر طاقت بھی جس کا نقش پا ہے
فلک کو کل نہیں بے جور و بیداد + سر کی کیا ہو گو ہے فصل خزداد
سر و خراماں یاں نہیں ہے + سر اپنا تو اب امکان نہیں ہے
اُسکے پاؤں ٹوٹیں + کہ درد بے حد حسرت سے چھوٹیں

نواب صاحب مرحوم اور مرزا سے جس زمانہ میں تعارف ہوا وہ زمانہ مرزا کی شاعری کے شباب کا نہ تھا جیسا کہ مرزا نے اپنے ایک خط میں جبکہ اُن سے اور نواب صاحب سے نئی نئی ملاقات ہوی تھی نواب صاحب کی نسبت لکھا تھا "چوں دکان را کالا و زبان را حرف ہاے جگر آلا نماند۔ رونق گار گران مایۂ خریداری (یعنی نواب مصطفےٰ خاں) پدید آورد کہ نقد رائج سخن خود را بہ بہاے گفتار نا سرۂ من میدہد و گوہر را بہ پلہ ہمجائگی خزف می نہد" رفتہ رفتہ باہم نہایت خلوص و اتحاد ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ قصیدہ جو مرزا نے نواب صاحب کی شان میں لکھا ہے شاہد حال ہے اس میں سے چند شعر بطور تخلیص کے نقل کیے جاتے ہیں۔

آں ہماے تیز پروازم کہ بال + در ہواے مصطفےٰ خاں میزنم

عرفی و خاقانیش فرماں پذیر + سکہ در شیراز و شرواں میزنم

او خرامد مست و من چاوش وار + بانگ بر اجرام وارکاں میزنم

گاشنِ کویش گذرگاہ منست + دوش در رفتن بہ رضواں میزنم

خوبی خویش بہ آموز منست + دم زیاری می زنم ہاں میزنم

مہر ورزی بیں کہ باشم ہمنشیں + من کہ زانو ہیش دربان میزنم

بشنود نے آنکہ باد آں را برد + نالہ گر در کنج زنداں میزنم
بنگرد نے آنکہ کلک آنرا کشد + نقش گر بر صفحۂ جاں میزنم

مرزا نے "سبد چین" میں بھی ایک موقع پر لکھا ہی ؎

مصطفٰے خاں کہ دریں واقعہ غم خوار من است + گر بمیرم چہ غم از مرگ عزادار من است

کلام فارسی

نواب صاحب کا فارسی کلام حمد تصوف حکمت۔ اخلاق اور محبت کے اعلیٰ جذبات سے بھرا ہوا ہی اکثر مواقع پر غالب۔ مومن صہبائی جیسے ماہرین فن نے اُن کے کلام کی خوبیوں کا اعتراف کیا ہی۔ ہم نے اس سوانح عمری کے آخر میں اُن کے اُردو اور فارسی کلام پر جو مختصر ریویو ا۔۔ دیگر شعرا کے کلام سے اُس کا موازنہ کیا ہی خود ناظرین کو اُس کے مطالعہ سے حسرتی کے کلام کا پایہ معلوم ہوجائے گا۔

کلام ریختہ

شیفتہ کا اُردو کلام بھی معمولی کلام نہیں ہے۔ گرمی اور لذت کے علاوہ جو اُن کے کلام میں خدا دا اد ہے [illegible] میں نہ شکوہ الفاظ اور چُستی ترکیب بھی پائی جاتی ہے جو کسی وقت سودا اور نصیر کا حصہ تھی اور ا ۔ کے کلام میں بندش الفاظ اور ترکیب کی روش کے لحاظ سے وہی خصوصیات موجود ہیں جن سے اُن کے اُستاد مومن اور غالب کا کلام مالامال ہے۔ جس طرح غالب میر کی ادا و ان

مرتے تھے۔ شیفتہ بھی میرؔ کی سادگی کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اپنے کلام میں میرؔ کی سی روش پیدا کرنے کے آرزومند تھے فرمایا ہی ؎

نرالی سب سے ہی اپنی روش اے شیفتہ لیکن + کبھی دل میں ہوائے شیوہ ہائے میر پھرتی ہے

اُن کے کلام کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئے تھے۔ چنانچہ اپنے مقطع میں اُنھوں نے اپنی اُس کامیابی پر فخر کیا ہی۔ ؎

شیفتہ سادہ بیانی نے بہت چمکایا + ورنہ صنعت میں بہت لوگ ہیں بہتر ہم سے

سادہ اشعار سے جن میں میرؔ کی جھلک صاف نمایاں ہی شیفتہ کا دیوان بھرا پڑا ہی۔ مثلاً

شاید اسی کا نام محبت ہی شیفتہ + اک آگ سی ہی سینہ کے اندر لگی ہوئی

مرنے کا مرے نہ ذکر کرنا + قاصد وہ بہت الم کریں گے

دلّی میں تو شیفتہ ہی اُستاد + ہم قصد سوئے عجم کریں گے

اظہار عشق اس سے نہ کرنا تھا شیفتہ + یہ کیا کیا کہ دوست کو دشمن بنا دیا

دل لگانے کا ارادہ پھر ہی شاید شیفتہ + ایسی حسرت سے جو ہی گزری ہوئی الفت کی یاد

ہائے وہ شیفتہ کی بیتابی + تھام لینا وہ تیرے محمل کو

آخر میں متاخرین شعرا غالب۔ مومن۔ سالک۔ عارف۔ وغیرہ نے بھی یہ جدّت شروع کی تھی کہ قدما کے سید ھے خیالات اور معمولی اسالیب کو لفظی اور معنوی تصرف کے ساتھ ایک نئے سانچے میں ڈھال دیتے تھے اس قسم کی جدّت آفرینوں اور لطیف اور پاکیزہ تصرفات میں شیفتہ بھی اپنے اُستاد مومن خاں سے کچھ کم نہ تھے۔ ترکیبوں پر نظر ڈالی جائے تو وہ تراکیب جو مومن اور غالب کا خاص حصّہ تھیں سوائے شیفتہ کے کسی دوسرے کے یہاں مل ہی نہیں سکتیں مثلاً۔

فصل گل ہی میکدہ کا ساز و ساماں چاہیے + تو بہ ژولیدہ زیب طاقِ نسیاں چاہیے

بچتے ہیں اسقدر جو ادھر کی ہوا سے ہم + واقف ہیں شیوۂ دلِ شورش ادا سے ہم

اے مرگ آ کہ میری بھی رہجائے آبرو + باندھا ہی سوگ اُس نے عدو کی وفات کا

سب سے بڑی خوبی یہ ہی کہ اُن کے کلام میں سنجیدگی اور متانت کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور اُن کی شاعری میں تہذیب کے پہلو کو کسی موقع پر نظر انداز نہیں کیا گیا ہی۔ خلاصہ یہ ہی کہ شیفتہ اپنے وقت کے اُستاد تھے اور اُنھوں نے جو کچھ کہا خوب کہا خود ہی فرماتے ہیں ؎

طرز سخن کیے وہ مسلّم ہے شیفتہ + دعوی زبان سے نہ کیے میں نے یا کیے

اس مختصر سوانح عمری کے ذیل میں شیفتہ کے کلام پر ریویو کی گنجائش نہیں نکل سکتی اس لیے ہم اس سوانح عمری کے آخر میں اُن کے کلام پر ایک نظر ڈالکر تصوف، پند و حکمت۔ حسن معانی شوخی و ظرافت وغیرہ کی علحدہ علحدہ مثالیں ناظرین کے سامنے پیش کریں گے جس سے وہ خود شیفتہ کی قادر الکلامی کا اندازہ کرسکیں گے۔

رقعات فارسی دیوان فارسی اور ریختہ کے علاوہ اس کلیات میں ہم نے حضرت شیفتہ کے رقعات فارسی کو بھی شامل کردیا ہے جس سے فارسی میں اعلیٰ انشا پردازی اور بلاغت کا اظہار ہوتا ہی یہ مکاتیب جا بجا تصوف سے مالامال ہیں۔

گلشن بیخار اس کلیات کے علاوہ ان کی ایک اور مبسوط تصنیف تذکرہ گلشن بیخار ہی۔ جو اُن کے سفر حجاز سے پہلے مکمّل ہوکر شائع ہو چکا تھا۔ یعنی ۱۲۴۸ھ ہجری میں اس کی تصنیف شروع ہوکر ۱۲۵۰ھ میں ختم ہوی اور وہ ۱۲۵۳ھ میں چھپکر شائع ہوا۔ اس تذکرہ میں اُس زمانہ کے شعرا کا اُردو کلام جمع کیا گیا ہی اور کلام سے پہلے ہر شاعر کا مختصر حال اور اُس کے کلام کی نسبت رائے فارسی زبان میں لکھی ہی۔ اس زمانہ میں چونکہ اُردو کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوا

تھا کہ اہلِ علم اُس کے ذریعہ سے اپنے خیالات کا اظہار کریں اس لیے جملہ تصانیف
حتیٰ کہ باہمی خط وکتابت کا کام بھی فارسی ہی سے لیا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے
کہ شیفتہ نے بھی اُردو تذکرہ میں شعرا کا حال لکھنے کے لیے فارسی زبان کو پسند
کیا۔ شیفتہ کے زمانہ میں یا اُس کے قریب اور شعرا نے بھی تذکرے لکھے ہیں
لیکن گلشنِ بیخار میں ایک خصوصیت نظر آتی ہے جو اوروں میں نہیں پائی
جاتی وہ شعرا کے کلام پر آزادانہ نکتہ چینی ہے چونکہ اس سے پہلے لوگ تذکروں
میں سوائے تعریف کے تنقید دیکھنے کے عادی نہ تھے اس لیے بعض شعرا کے
مقلدین کو شیفتہ کی یہ طرز نہایت ناگوار گزری۔ نظیر اکبر آبادی کے ایک
شاگرد نے یہاں تک کیا کہ تذکرہ گلشنِ بیخار کے جواب میں ایک نیا تذکرہ
گلستانِ بیخزاں کے نام سے تصنیف کر ڈالا اور اُس میں یہ التزام کیا کہ نواب
شیفتہ نے جن شعرا کے کلام کی نسبت اچھی رائے دی تھی اُنھوں نے
اُن کی بُرائی لکھی اور شیفتہ نے جس کی نکتہ چینی کی تھی اُن کی تعریف کی۔
یعنی دن کو رات اور رات کو دن ثابت کرنے کی کوشش کی اور اب اس
آخر زمانہ میں جبکہ فنِ تنقید سے ہماری زبان خاصی طرح روشناس ہو چکی ہے
پروفیسر آزاد کے دلپر[۱] سیّد انشا کی نسبت شیفتہ کی آزادانہ رائے دیکھکر

[۱] پروفیسر آزاد کے الفاظ یہ ہیں: "نواب مصطفےٰ خاں شیفتہ کا گلشنِ بیخار جب دیکھتا ہوں (بقیہ نوٹ صفحہ ۴۸ پر دیکھو)

کٹار کا زخم لگا ہی شیفتہ نے اگر سیّد انشا کی نسبت یہ لکھدیا کہ۔

"دیوانے دارد مشتمل بر اصناف سخن و ہیچ صنف را بطریقۂ راسخہ شعر انگفتہ۔ اما در شوخی طبع و جودت ذہنی او شکے نیست"

تو کیا گناہ کیا۔ مولانا آزاد نے سیّد انشا کی وکالت کا حق ادا کرتے ہوے دربار لکھنؤ کی حالت دکھاکر یہ ثابت کیا ہی کہ انشا ہزل گوئی پر مجبور تھے۔ گویا اس بات کو تسلیم کرلیا ہی کہ انشا کا کلام مجبوریوں کی وجہ سے ایسا ہوتا تھا جو پائے اعتبار سے ساقط سمجھا جاتا تھا۔ آخر میں انھوں نے اپنی بات کو میاں بیتاب کا یہ قول لکھکر ختم کیا ہے "سیدانشا کے فضل و کمال کو شاعری نے کھویا اور شاعری کو سعادت علی خاں کی مصاحبت نے ڈبویا" شیفتہ نے بھی تو یہی کہا ہی۔ کہ

"ہیچ صنف را بطریقہ راسخہ شعر انگفتہ" اب رہی یہ بات کہ سیّد انشا نے دوسرے اساتذہ کے خلاف روش کیوں اختیار کی اس کے وجوہ لکھنے سے کلام کی نوعیت میں فرق نہیں آسکتا۔ اور اس لیے ایک بے لاگ تذکرہ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۴) تو خار نہیں کٹار کا زخم دل پر لگتا ہی (تذکرہ آب حیات صفحہ ۲۶۲)

نویس کو وجوہ کی تلاش میں سر کھپانے کی ضرورت نہ تھی۔ بہر حال تذکرہ گلشن بیخار کی بے لوث رائیں کسی خاص گروہ کی آنکھوں میں کھٹکیں لیکن وہ اپنی آزادانہ تنقید کی وجہ سے آج جبکہ اس کی اشاعت کو اسّی برس گذر چکے ہیں اسی وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جس نظر سے اسے مرزا غالب[۱۵] جیسے شخص نے دیکھا تھا۔

بہ رہ آورد

اگر ہم نواب صاحب کے سفرنامہ حجاز کا ذکر نہ کریں جس کی مدد سے ہمیں آپ کی زندگی کے حالات معلوم ہوئے ہیں تو ناانصافی ہوگی یہ سفرنامہ موسومہ ترغیب السالک الی احسن المسالک یا "بہ رہ آورد" فارسی زبان میں

---

[۱۵] نواب صاحب نے اپنے مراسم کے لحاظ سے اس تذکرہ کا مسودہ چھپنے سے پہلے مرزا غالب کے دیکھنے کے لیے بھیجا تھا اس کو دیکھکر مرزا صاحب نے نواب صاحب کو جو خط لکھا تھا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے اسے کسقدر پسند کیا تھا۔ مرزا صاحب کے الفاظ یہ ہیں "تذکرہ ترتیب یافتہ و مجموعہ فراہم آمدہ کہ پیش طاق بلند نامے را نقش و نگار است و نہال نکو سرانجامی را برگ و بار" مرزا صاحب نے اس تذکرہ کی تقریظ بھی لکھی تھی جس کا اقتباس یہ ہے "ہمانا نواب ہمایوں آثار والاشان و خان فرو ہیدہ فرہنگ پسندیدہ گفتار آمادہ و ارگرامی دانش اندوز و سخن گوی گرامی نہاد مبارک نفس دولت مہر پیشہ وفا گو ہر نواب مصطفی خاں بہادر کہ گلبن خیالش بہر شتہ بلبل است و چراغ فکرش پری پروانہ سخنش سر خوشی را بادہ بیغش و افسردگی را زہر ہلاہل رقمش لفصوۃ کدہ مہر و دست بال و بہ آشوب گاہ رشک و دشمن کاہ بہ فراہم آوردن تذکرہ ریختہ گویان قدسی انجمنی برآراستہ و از تار و پود میفمنی ازل و حیات ابد نو آئین نمطے بدان بزم در افگندہ"

اس موقعہ پر مفتی صدر الدین صاحب کی تقریظ کا اقتباس بھی درج کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ ناظرین ان دونوں مشاہیر کی [illegible] کا اندازہ کرسکیں وہ لکھتے ہیں "وچگونہ چنیں نباشد کہ فراہم آمدہ و سر آمد (بقیہ نوٹ صفحہ ۴۷ پر ملاحظہ ہو)

لکھا گیا ہے اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نواب صاحب جس طرح فن سخن میں ید طولےٰ رکھتے تھے اسی طرح وقائع نگاری کے انداز کو بھی خوب جانتے تھے آپ کا سفرنامہ کس اصول پر لکھا گیا ہے اس کا حال آپ کے اس فقرہ سے معلوم ہوتا ہے جو سفرنامہ مذکور میں ایک بزرگ کے حالات دوران میں آپ نے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۶) سخنوران معنی گستر انتخاب مجموعہ کمال وہنر شاہ بیت سفینہ قابلیت و استعداد و بیت القصیدہ دیوان فضل و کمال عذار افاتحہ صحیفہ کاملہ دولت واقبال بسملہ نسخہ جامعہ محاسن شیم و مکارم خصال سواد خوانِ رموز و اسرار و سواد و بیاض گزین فیض یافتگان مبدار فیاض نسیم جانفزائے گلشن سخن طرازی بشمیم نافہ کشائی گلہائے چمن نکتہ پردازی والا فطرت بلند ہمت پاک نہاد نیکو روش قدسی نژاد صفوۃ منش پاکیزہ طینت روشن ضمیر کامل فرہنگ عدیم النظیر فہم مجسم ادراک مشکل نواب مصطفےٰ خاں بہادر متخلص بہ شیفتہ است لآلی منشور سخن طرازان را از نظم او پایہ بلنداست و ریاحین منشور نکتہ پردازان را از فراہمی او مایہ ارجمند" حضرت مومن نے اس تذکرہ کی داد ایک قطعہ تاریخ لکھکر دی تھی جو یہ ہے:-

کیا تذکرہ شیفتہ نے لکھا	ہے شیفتہ جس کے جانِ معنے
یوں نکتہ شناس ہیں پر ایسا	کوئی نہیں قدر دانِ معنے
افکار بلند سے بنایا	چرخ پر آسمانِ معنے!
ہر فقرۂ نثر جان مضموں	ہر شعر رواں روانِ معنے
کیا بات ہے منتخب کی تیری	اے منتخب جہانِ معنے
ہر لفظ انتخاب تیرا	خالِ رخِ دلبرانِ معنے
تیرے جو سخن سے ہے سرافراز	الفاظ کا پایہ شانِ معنے
معنے ہیں ثنا طرازِ الفاظ	الفاظ ہیں مدح خوانِ معنے
اے تازہ بہار باغِ مضموں	اے گلشن بے خزانِ معنے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۸ پر ملاحظہ ہو)

تحریر فرمایا ہے "ایک کامل العقیدت صائب الرائے نے اُن کی خرق عادت کی ایک نقل میرے سامنے بیان کی میں نے قصد کیا کہ اس کو لکھوں لیکن چونکہ میری عادت میں عجائبات لکھنے میں بہت احتیاط ہے لہذا میری طبیعت نے مجھکو لکھنے سے باز رکھا"

آخری زمانہ میں جبکہ اُن کے ہمعصروں کا شمار رفتہ رفتہ کم ہوتا چلا جاتا تھا آپ نے عزلت گزینی اختیار کرلی تھی اور سوائے یاد آلہی کے اور کچھ شغل نہ تھا اکثر مزارات پر حاضری کا معمول تھا چنانچہ سبزی منڈی دہلی میں ایک بڑے بزرگ کا مزار ہے جو حضرت شاہ آفاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب واقع ہے وہاں اکثر حاضر ہوا کرتے تھے اور حضرت شاہ

(بقیہ نوٹ صفحہ ۴۷)

ہے تذکرۂ ریاض فردوس ÷ فردوس ہے یا جنانِ معنے
مومن نے جب اسمیں دیر تک کی ÷ سیر گل و ضیمرانِ معنے
آیا ہے خیالِ سالِ اتمام ÷ تھا وہ بھی تو باغبانِ معنے
غنچہ کی طرح سے سرفرو تھا ÷ یک چند وہ ہمزبانِ معنے
جب نغمہ سرا نہو سکا وہ ÷ دستان زن داستانِ معنے
ہاتف نے کہا ہو اس کی تاریخ ÷ گلدستہ گلستانِ معنے

۱۲۵۰ھ

باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ نور الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر اکثر تشریف لیجاتے تھے۔ یا دہلی کے مشہور علما سے صحبت رہتی تھی۔ دنیاوی معاملات سے قطعی دلچسپی باقی نہیں رہی تھی تمام ریاست کا کام اپنے فرزند اکبر نواب محمد علیخاں صاحب کے سپرد کر دیا تھا۔ ہندو روسار دہلی آپ سے نہایت خلوص رکھتے تھے اور وہ آپ کو اپنے یہاں شادیوں میں باصرار بلاتے تھے لیکن جس وقت آپ تشریف لیجاتے تھے تمام ناچ رنگ موقوف ہوجاتا تھا۔

معاصرین کی رائیں نواب صاحب اور مرزا کی فارسی دیوانوں میں بعض غزلیں ایک ہی قافیہ ور دیف میں ملتی ہیں جن کے مقطعوں میں دونوں نے ایک دوسرے کے کلام کی خوبیوں کا اعتراف کیا ہے۔ مثلاً نواب صاحب فرماتے ہیں۔

اے حسرتی! امپرسن غالب کہ از غزل ✣ آں کار می کند کہ بہ افسوں نہ کردہ کس

مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

غالب ز حسرتی چہ سراید کہ در غزل ✣ چوں او تلاش معنی و مضموں کردہ کس

سچ تو یہ ہے کہ مرزا غالب نواب حسرتی کی سخن فہمی و سخن سنجی کے اسقدر معتقد تھے

کہ ان کے نزدیک نواب ممدوح کے پسند شعرا کے حسن و قبح کے معیار بھی فرماتے ہیں۔ ۵

غالب بہ فن گفتگو نازد بدیں ارزش کہ او + ننوشت در دیوان غزل تا مصطفےٰ خاں خوش نہ کرد

مرزا غالب مرحوم کی پنج آہنگ میں اُن کے بعض رقعات[۱] ملتے ہیں جو انھوں نے

---

۱ "حضرت سلامت۔ مرا کہ زبان درستایش بیقرار است و اندیشہ در سگالش گستاخ۔ امید کہ در آں پایہ بزمرۂ خوشامد گویاں شمردہ نشوم و بدیں مایۂ جرات بزہ مند نگردم۔ بنا میزد تذکرہ ترتیب یافتہ و مجموعہ فراہم آمدہ کہ پیش طاق بلند نامی را نقش و نگار است و نہال نکو سرانجامی را برگ و بار رہرو نظر چوں بہ پیدا ے کنارنا پیدا ے ذوق سخن گام تماشا بردارد توشۂ بہ ازیں برکر نتواند بست خضر با انہمہ جگر تشنگی کہ سکندر داشت لبش بر شحہ آبی تر نتوانست کرد و آں آب از دریا بخشیدن بود۔ شما گروہی را از دور و نزدیک سخن زندگانی جاوید بخشیدید و ایں لختی از عمر بکار دیگراں کردنست جاوداں زندہ باشید کہ سخن گویاں از شما زندۂ جاوید شدند و ہمکنارا بہ نکوئی نام بر آمد بارہی گہر سفتن و خامہ گوہرین نگشتن۔ نامہ در ردیف الف بنگارش اشعار پروین نثار حضرت آزردہ از چہ روست ہر چند ذکر خدام بر جبیں مقام در جریدۂ ایں فن نہ سزاوار شان فضیلت باشد لیکن اگر بمقتضائے فرط محبت جرائی بکار رفت گناہی نبود و در تلافی آں بپوزش نیاز نمی افتادہ ہم در ردیف الف درباب گذارش حال حضرت آشوب فرو ماندۂ کشاکش خیالم یعنی بدالنست نامہ نگار آشوب از اعیان سادات ایں دیار و نامش میرامداد علی و نام پدرش میر روشن علی خاں ست و دریں نسخہ با مداد علی بیگ مذکور شدہ چشم آں دارم کہ اندریں ہر دو باب بدل نشیں پاسخ نشاط اندوزم"

(رقعہ دیگر بقیہ نوٹ میں صفحہ ۵۱ پر ملاحظہ ہو)

نواب صاحب مرحوم کے نام لکھے تھے ان خطوط میں نواب حسرتی کی شاعری اور سخن سنجی کے متعلق مرزا نے اپنے دلچسپ ریمارک دیے ہیں علاوہ ازیں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۰) "بنواب مصطفےٰ خاں بہادر۔

فرد ۔ مردم ز فرط ذوق تسلی نمی شوم + یارب کجا برم لب خنجر ستائی را

سحرگاہے کہ دلم انہ دہ وشانہ چنانکہ مومن مہر پیشہ از رنج ہمسایہ در آزار باشد بیقرار بود وستم از اشکم بیتابی دل رعشہ دار فرخندہ سروشی از در در آمد و بسپردن بہار سامان نامہ گل بجیب تمنا ریخت ہرچند نامہ سپاس امید را کیمیا و دیدہ جان را توتیا آورد و تارک اقبال را افسر و ہیکل آرزو را زیور بخشید۔ لیکن از انجا کہ آں قدسی مفاوضہ از شعر و غزل چوں نامہ اعمال زاہد از ذکرمی و شاہد سادہ بود دل سود ازدہ بداں نیاسود وخمارم بداں یک دو جرعہ صہبا نشکست گفتم ہر ہی بمژدہ دیدارے کہ دل بہ نشاط آں تواں بستن و نہ کرشمۂ غزلی کہ لب بزمزمہ آں تواں کشودن۔ ہرچند در از نفسے خواہش در آغاز حال بخروشم آوردہ بود و میخواست کہ خواہی نخواہی غبار نالہ بہ پردۂ گوش الہام نیوش نشاند۔ اما دور اندیشی فطرت باخودم درستیزہ انگند و پس ازاں کہ برافتادن پردہ از روے کار و آشکار گشتن راز نارسائی فہم و ناتمامی دانش من بہ ہم نقصانِ خاطر نشان من شد۔ مرا از آہنگ عربدہ باز آورد و مہر خموشی بر دہان نہاد"۔ .... (رقعہ دیگر)

"ولی نعمت طوطیان شکر خا سلامت۔ ہنوز گل افشانی گلبن التفات شش جہت را بہ غالیہ بیزی بوئے گل فراگرفتہ بود یعنی نشاط ورود بہارین صحیفہ از دل بدر نرفتہ بود کہ نخل برومند تفقد از افشاندن بار آغاز کرد ورسیدن ہشت سبد انبہ در روضہائے فردوس بروی آرزو باز کرد زہے انبہ ہاے پاکیزہ شیریں از برون سو بشیر شستہ و از درون سو بشکر انباشتہ بتازگی آب از چشمۂ خضر و با دانہ دم مسیح خوردہ و بشیرینی گوے از شکر و دل از خسرو بردہ بہ پاکیزگی گوہر آب روے (بقیہ نوٹ صفحہ ۵۲ پر ملاحظہ ہو)

ان خطوط سے نواب صاحب ممدوح کی زندگی کے متعلق بھی بعض حالات پر

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۱) خانزادہ ابر و ہوا - و بہ دلاویزی پیکر چشم و چراغ دودۂ برگ و نوا بر منیاں تا ازیں گراں ارز ثمر دست مزد عرق ریزی سعی بجست دفتر از حساب زیاں زدگیہای روزگار گہر سازی نتوانست شست انگور اگر در رسیدگی دانستی کہ آب گشتن و بادہ ناب گشتن دیگر است و چاشنی خدا آفرید ایں شیرۂ پاک دیگر ہرگز آب نخوردی و بار نیاوردی تا دریں ساختگی بر دم در دسر ندادی نیشکر اگر در آغاز کار و ار سیدی کہ بگونہ گون فشار در آمدن و بسعی دیگراں بصورت تنگ شکر برآمدن دیگر است و گوارائی ازل آورد - ایں میوہ نغز دیگر ہرگز سر از خاک برنگردی و با ندانہ درازی بالائے خویش بخاک فرو رفتی تا دریں نموداری بابلہی انگشت نما نشدی اینچہ خامۂ شکر فشاں بداں رفتہ کہ ازیں ثمرہائے بیسرش یک نیمہ پختہ و نیمہ دیگر ہنوز خام است - سبحان اللہ اگر میوۂ طوبی در پختگی بدیں رنگ و در خامی ایں چنیں غالیہ فام است مرغ جان من کہ بہشتیان ببادۂ طہور نگرایند و سبز پوشان آں روضہ نتوانند کہ دل از ہیچکس ربایند - گفتم اینچہ بہ پختگی زرد گردیدہ کرشمۂ کارسازی عنایت است کہ کار بے نوایان بفردا گزاشت و اینچہ پیش از رسیدن زردیدہ اشارہ بجز گرمی ذوق است کہ درنگ در دلجوی روا نداشت - دل گفت ہما نا اینچہ بہ پختگی زرد گردد نہایت شوق است کہ من بداں خرسندم و خورسندی من فراوان باد و اینچہ پیش از رسیدن رسد مژدۂ وصل است کہ من بداں آرزو مندم و دوست مرا بر زباں باد فقط"............ (رقعہ دیگر)

نامہ بنام نواب محمد مصطفٰے خاں بہادر - جان را از تن سپاس و خواجہ را از بندہ نیایش - روز ادینہ چوں شب شد بزم سخن آراستند ازاں رو کہ غزل نگفتہ بودم از شرم تہیدستی پیر در پیش داشتم و رفتن با انجمن مضمونی بود کہ ہرگز بخاطر نمی گزشت ناگاہ نواب ضیاء الدین خاں سلمہ اللہ تعالٰے دو فرشتہ برمن گماشتہ زین العابدین خاں عارف و غلام حسن خاں مجو یعنی ایں ہر دو ابرام پیشہ شام گاہ بخلوت کدۂ تنہائی من آمدند و فیل آوردند و بداں ساں کہ شیر را چوں شکار کنند بر فیل بار کنند مرا با انجمن بردند - دیدار مخدوم و معظم و صدر اعظم مولوی صدر الدین خاں بہادر تلافی رنج راہ کرد بارے صرفہ رہروان دراں بود کہ مولانا صہبائی قدم رنجہ نفرمودہ بودند غزل مولانا صہبائی در زمین طرحی دو سہ بیت دلنشین داشت بالجملہ چوں غزلخوانی سرآمد گرپیانم نمی آید در بحر ہزج مثمن سالم کردند از یاران بندہ میرزا زین العابدین خاں عارف و جواہر سنگھ جوہر در زمین طرح دو غزل خواندہ (بقیہ نوٹ صفحہ ۵۳ پر ملاحظہ ہو)

روشنی پڑتی ہے۔ سرسید[۱] احمد خاں مرحوم نے اپنی کتاب آثار الصنادید میں جہاں

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۲) نقش نغز گوئی بکرسی نشانند۔ من بغزلی کہ ہم در آں روز گفتہ بودم زمزمہ سرائے آمدم۔ غزل۔

صبح شد خیز کہ روداد اثر بنمائیم ٭ چہرہ آغشتہ بخوناب جگر بنمائیم فقط

نامہ نگار اسد اللہ نگاشتہ پنجشنبہ بست وسوم مارچ ہنگام نماز عصر کہ ابر قطرہ فشاں بود و ہوا تگرگ بار فقط

امید گاہا۔ دی آدینہ روز بود دلو بید بزم سامعہ افروز۔ شامگاہ ہماں دو فرخ سروش از در در آمدند و مرا

بانجمن بردند۔ میر نظام الدین ممنون و مولوی امام بخش صہبائی چوں رنجور بودند نیامدند کس بخدمت حضرت

آزردہ فرستادہ شد اگرچہ دیر آمدند اما آمدند۔ دلم را صفا و زبانم را نوا بخشیدند۔ ہفتہ را در زمین گلستن نگار من

قصیدہ اتفاق افتادہ بود۔ آں می سنجیدم کہ ورق را چوں برات نامقبول باز برم ریختہ گویاں را در دسر

ندہم۔ از آمدن حضرت آزردہ دل بخود بالید و زبان بزمزمہ دستوری یافت سحابی نیز ناخواندہ حاضر بود در

زمین گلستن غزلی انشا کردہ۔ چوں قصیدہ ما شنود خجل شد و از گفتہ خود لختی خواندہ درگذشت۔ امروز در

بند آں بودم کہ قصیدہ بر ورقے بنویسم بہ پرستاران در دولتکدہ فرستم تا نیمروز فرصت نگارش دست بہم

نداد ہنگام نماز پیشین بود کہ سحابی و فتاح باہم آمدند آنرا اگر بہ در آستیں و ایں را گلدستہ در دست برید

فرخندہ نامہ بمن سپرد و رفت و ابر باریدن آغاز کرد و ابر قطرہ می ریخت و من آرزوے نامہ گہر می سنجیدم تا اینکہ کلبہ

ام از آب و دامنم از گوہر نایاب پر شد زہے غزل و خوشا غزل پایہ ایں زمین را بآسماں بردہ اند و سخن

را بنوازش زمینیان از آسمان فرود آوردہ سخن سرودن حق شماست اگر ابروے ستودن داشتہ باشیم بر

خود نازمی توانیم کرد زیادہ زیادہ فقط"

رشک طالب و فخر غالب سلامت۔ قصیدہ گلستنی با آنکہ از دلم فرمان رسیدہ و از زبانم بدر نزادیدہ و ہمچناں

در دل جا دارد۔ بمشاہدہ غزلی کہ امروز بمن رسید ہم از دل رفت و ہم از نظر افتاد۔ زہے غزل و خوشا غزل

اگرچہ نارسا بیان و کج مج زبانم۔ اما اگر ہر بیت را جدا گانہ بیک قصیدہ (بقیہ نوٹ صفحہ ۵۴ پر ملاحظہ ہو)

[۱] سرسید مرحوم سے اور نواب صاحب سے ہمیشہ دوستانہ مراسم رہے علیگڑھ میں جب سائنٹفک سوسائٹی کی بنیاد سرسید نے رکھی تھی تو نواب صاحب بھی اس کے ممبر ہوئے تھے۔

شعرائے دہلی کا ذکر کیا ہے - نواب صاحب کا کلام بھی لکھا ہے اور ان کی ثنا و صفت

(بقیہ نوٹ صفحہ ۵۳) ستایم میتوانم آہ ازین مقطع و داد - ازین مقطع زبان ستایش این مقطع گر است با آنکہ در سخن
ہوا خواہ و آفرین گوی شما ستم مرا بر شما بر شک آورد و جادو داں مانید کہ پیکر سخن را جانید - دریں مشاعرہ کہ گزشت
خاک زمین گیر من غبار چشم ریختہ گویاں نگشت - غزل خود یک ہفتہ پیش از روز غزلخوانی گفتہ - بخدمت حضرت
آنسدہ دام بقاوہ فرستادہ ام و سراں داشتم کہ چوں بنامہ کامیاب گردم د آنرا پاسخ نگارشوم و در نگارش
ہماں غزل سرمایۂ من باشد امروز کہ اولا نامہ رسید ہمیں دم بپاسخ نگاری نشستم و تا ورق بپایان نرسید
نان نخورم ÷ فرد - دیدم آن ہنگامہ بیجا خوف محشر داشتیم ÷ خود ہماں شور است کاندر زیست در سر داشتیم "والسلام"
(رقعہ دیگر نظم)
ہاں خواجۂ بے پروا ÷ من بندہ کہ غم ناکم ÷ وز غصہ جگر چاکم ÷ خواہم سخنی گفتن ÷ آں روز کہ میرفتند ÷ آں نامہ فرستادید
کز دیدن آں خوں شد ÷ دل تا جگر از اندوہ ÷ گفتم چہ کنم غالب ÷ چوں کار دگرگوں شد ÷ می بایدم اینک
رفت ÷ تا عذر سخن خواہم ÷ چوں گرد و غباری بود ÷ رفتن نتوانستم ÷ امروز بشام آمد ÷ لا بلکہ سیہ تر شد
سر ماندہ ببالین بر ÷ چوں غم زدگاں خفتم ÷ ہی ہی چہ تواند خفت - آں خستہ کہ غم خوارش - بر زخم نمک
پاشد ÷ وز دیدہ بیدارش ÷ شورابہ رواں باشد - چوں از افق شرقی ÷ خورشید درخشندہ ÷
ناگاہ سری بر زد ÷ آتش بجہاں در زد ÷ مرغ سحری پر زد ÷ رفتم بجگر کاوی ÷ واں راز نہانی را ÷
اندل بزبان دادم ÷ در خلوت تنہائی ÷ بے پردہ چو ہمرازاں ÷ سنے آمد و ہمدم شد ÷ چندانکہ دم
اندر نی ÷ از مہر دمیدم من ÷ چوں من بنوا آمد ÷ واں نالہ کہ بر لب بود ÷ از باطن نے سر زد ÷ آنزم
کہ نفس بانی ÷ زیں گونہ کشاکش کرد ÷ یک کاغذ نانوشتہ ÷ بود است بدستم در ÷ چوں نالہ نمودی داشت ÷
زاں شعلہ کہ دوری داشت ÷ بر صفحہ نشاں ماند ÷ گفتم مگر ایں صفحہ ÷ عمنامۂ رادستی ÷ فہرست نیارستی ÷
باید کہ فرو پیچم ÷ وانگہ بنشان سندی ÷ نزد خواجہ رواں سازم ÷ کوتاہ کنم گفتن ÷ آں نامہ کہ من گفتم ÷ حجاب دیدہ الا
بروند و رواں کردند ÷ ہر چند در اندیشہ ÷ پیداست کہ خوش باشد ÷ با خواجگی استغنا - با ایں ہمہ خوش
بنمود ÷ پوزش نپذیرفتن ÷ دیروز سحر گاہاں ÷ روشن گہر آں نیر ÷ کش روح رواں دانم ÷ بل خوشتر از آں
دانم ÷ دیوان نظامی را ÷ آورد بسوئے من ÷ زیں گونہ نواہا بود ÷ در پردۂ گفتارش - کز ذوق بہ نگارش ÷ ایں
زمزمہ سر کردم ÷ لا لا گہر اکبر خاں خوانند سلام از من" فقط - (ماخوذ از پنج آہنگ غالب)

میں جو نثر لکھی ہی وہ اگرچہ مبالغہ شاعرانہ سے پُر اور خیالات کی بلند پروازی سے مملو ہی لیکن چونکہ وہ اگلے وقتوں کی اُردو زبان کا نمونہ ہی اور اس طرز کی اُردو میں غالباً سرسید کی یہ سب سے آخری تصنیف ہے اس لیے تبرکاً اس کا وہ اقتباس جو نواب صاحب کے متعلق ہے درج ذیل کرتے ہیں۔

"باوجودِ نازونعم وثروت کے مشق سخن کو اس مرتبہ پر پہنچایا ہی کہ قلم تردد سے نہیں آسودہ ہوتا اور فکر تلاش سے بلبل کی سجع خوانی اور قمری کی فصیح بیانی اُنھیں کی نستعلیق گوئی سے مستفاد ہی - یہ پایہ فصاحت کا اور سرمایہ بلاغت کا خداداد ہی - اگر رنگینی مضامین کی گل کو رنگ - اور لطافت عبارت کے گوہر کو آب نہ دے - بلبل کا عشق کامل اور تاج سلاطین کی زینت تمام نہ ہو - انتخاب اُن کے کلام بلاغت نظام کا اس مقام پر سرمایۂ فرحت ارباب نظر ہی۔"

تذکرۂ شعرائے ہند میں جو مولوی کریم الدین مرحوم نے ۱۲۶۲ ہجری میں تالیف کیا تھا نواب صاحب کا ذکر الفاظ ذیل میں کیا گیا ہی:-

"شیفتہ تخلص نواب مصطفےٰ خاں خلف الصدق عظیم الدولہ سرفراز الملک

نواب مرتضےٰ خاں بہادر کا ہی۔ یہ صاحب ذکی و ذہین ہیں۔ امرائے شاہجہان آباد سے بڑے امیر ہیں۔ شاگرد حکیم مومن خاں کے اکثر اشعار ان کے بہت اچھے ہوتے ہیں۔ ایک تذکرہ گلشن بیخار انھوں نے شعرائے اُردو کا اس طور پر لکھا ہے کہ حال سب شاعروں کا فارسی میں شعر اُس کے اُردو ہیں۔

یہ تذکرہ ۱۲۵۰ھ ہجری میں تیار ہوا تھا۔ دو دفعہ مولوی محمد باقر کے چھاپہ خانہ میں چھپ چکا ہے۔ ایک دیوان بھی اُن کا میں نے سُنا ہی کہ تیار ہوا ہی"

تذکرہ گلستانِ سخن میں جو مولانا امام بخش صہبائی کے شاگرد شہزادہ مرزا قادربخش صاحب کی تالیف سے ہی۔ نواب صاحب کا حال اس طرح لکھا گیا ہے۔

بہ درویشی ثنائے مصطفےٰ خاں مسکنی آرے + خوشامد گو نہ تار و حشمت درمیاں بینی

علوم رسمی سے کماینبغی آگاہ۔ اور فنون متداولہ میں کامل دستگاہ۔ اصناف سخن میں قدرت تمام۔ اور فنون سپہگری میں مہارت تام کمال مرتبہ شناسی سے ہر سخن اپنے موقع میں اور ہر نکتہ اپنے مکان میں جلوہ گر۔ جس طرح تیغ ہندی

ریختہ شاہدان شنگول کے غمزہ سے زیادہ تر ناخن بدل زن ہی۔ اسی طرح
بادہ شیراز فارسی خوبان سیاہ مست کی چشم سے زیادہ تر خمار شکن ہی اور جیسے اُس تیغ آبدار
کے سلخ شور اس شہسوار ہنر کو شیفتہ نام سے مشہور کرتے ہیں۔ اس بادۂ صاف کے سرمست اُس می
گسار کمال کو حسرتی کے اسم سے مذکور کرتے ہیں۔ جو کثرتِ اوصاف مہر دہاں اور وفور محامد
بند زبان ہی۔ ناگزیر نظر بر اوصاف اور ذکر مدایح سے تحریر افکار گوہر نثار پر قناعت
کرتا ہوں۔

وفات | ۱۸۶۹ء میں جبکہ عمر گرامی کا ترسیٹھواں[۶۳] مرحلہ تھا آپ کا وصال ہوا اور دہلی میں
حضرت سلطان المشائخ مولانا سید نظام الدین محبوب الٰہی بدایونی رحمتہ اللہ علیہ کے جوار میں
اپنے جد امجد کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔ ذیابیطس کا مرض پہلے سے تھا وقت آخر
ہاتھ میں ایک کالا دانہ نکلا تھا وہی موت کا بہانہ ہوا۔ اپنا کفن بیت اللہ شریف
سے ہمراہ لائے تھے اُسی میں کفنائے گئے۔ وفات کے دن جس روز سفر آخرت
درپیش تھا اعزا علاج میں مصروف تھے ڈاکٹر نے ایک نسخہ تجویز کیا جس میں پورٹ وائن
شامل تھی جس وقت یہ نسخہ لکھا جارہا تھا نواب صاحب نے فوراً ہی آنکھ کھولی اور حاضرین
سے کہا کہ میری روح کو اس وقت بڑا صدمہ ہورہا ہی۔ سچ بتاؤ کیا معاملہ ہی؟ اس پر
صاحبزادہ محمد علیخاں صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ہم سے ایک گستاخی ہوئی ہی یعنی

ایک ایسا نسخہ لکھوایا گیا ہی جس میں پورٹ وائن شامل ہو فرمایا کہ" الحمد للہ وقت پہ اطلاع ہو گئی۔ اور موقعہ نہ ملا کہ اس نسخہ کا استعمال کیا جائے" اور یہ بھی فرمایا کہ تم اللہ کا شکر کرنا کہ اُس نے آخری وقت میں تمھارے باپ کو گمراہی سے بچا لیا۔ کہ اُسے اپنی صحت کے لیے احکام شرعی کی خلاف ورزی کا موقعہ نہ ملا"

آپکی وفات[1] کی تاریخ کلام پاک (سورۂ دہر) کی اس آیت سے برآمد ہوتی ہے۔

وَجزاهم بما صبروا جنة وحريرا "یہ مادہ تاریخ مولانا حالی مرحوم و مغفور نے اسی زمانہ میں نکالا تھا جو آپ کے مزار مبارک پر کندہ ہی۔ فقط خاکسار

نظامی بدایونی

۲۲- نومبر ۱۹۱۵ء

[1] آپ کی وفات کے متعلق دیگر و متعلقات تاریخ ہمیں مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی پانی پتی مدظلہ سے ملے ہیں جو یہ ہیں۔

(از جناب خواجہ کرامت علی صاحب مرحوم انصاری پانی پتی)

چو رفت از جہاں مصطفےٰ خاں امیر ✣ کہ بود اصل پاکیزہ و پاک فرع
خداوند تقوےٰ خداوند زہد ✣ فقیر آشنا سالک راہ شرع
شد از فوت آں بے سرو پا تمام ✣ وقار - کرم - بذل و - تقوےٰ و - ورع

۲۰۰ ۔ ۱۰۶ ۔ ۱۲۸۶ھ

(از جناب خواجہ امداد حسین صاحب مرحوم تخلص بہ مظہر پانی پتی)

چوں رئیس ابن رئیس نامدار ✣ کرد رحلت زیں جہان بے بقا
سال تاریخ وفاتش فی البدیہہ ✣ ملہم غیبی بمن کردہ عطا
کز سرِ رازی بباید گفت ایں ✣ رحمت حق بر محمد مصطفےٰ

۱۲۸۶ھ

کلام ریختہ پر ایک نظر

نواب صاحب کا دیوان ریختہ محض غزلیات کا ایک مختصر مجموعہ ہی اصناف نظم میں سے کوئی اور صنف اس میں نہیں ہی اس کی وجہ یہ ہی کہ آپ نے ریختہ کو اپنا خاص فن نہیں بنایا تھا کہ ہر صنف پر توجہ فرماتے۔ جو کچھ کہا گیا ہے صحبت احباب کا نتیجہ اور عہد شباب کا تحفہ ہی۔ جب سے حلقۂ صوفیہ باصفا میں داخل ہوے تو اشغال وافکار باطنی نے فکر سخن سے دل سرد کر دیا اور اس فن کو تضیع اوقات کا موجب سمجھنے لگے۔ اثنائے غزل میں کہیں کہیں قطعہ بند اشعار بھی آگئے ہیں ان میں سے دو قطعے یہ ہیں۔ جن سے بیان کی وسعت ظاہر ہوتی ہی اور سلسلۂ سخن ایسا مربوط ہے کہ جب تک نتیجہ نہیں سن لیتا سامع کی توجہ قائم رہتی ہی۔

(۱)

کہا کل میں نے اے سرمایۂ ناز	تلوّن سے بھی تمکو مدّعا کیا
کبھی مجھپر عتاب بے سبب کیوں	کبھی بے وجہ غیروں سے وفا کیا
کبھی محفل میں وہ بے باکیاں کیوں	کبھی خلوت میں یہ شرم و حیا کیا
کبھی تمکین صولت آفریں کیوں	کبھی الطاف جرأت آزما کیا

کبھی وہ طعنہ ہائے جاں گزا کیوں
کبھی یہ غمزہ ہائے جاں فزا کیا

کبھی شعر و غزل سے ہے یہ نغمہ سازی
کبھی کہنا کہ یہ تم نے کہا کیا

کبھی بے جرم یہ آزردہ ہونا
کہ کیا طاقت جو پوچھوں میں خطا کیا

کبھی اس دشمنی پر بہرِ تسکیں
پئی ہم جلوہ ہائے دل ربا کیا

یہ سب حال اُس نے سُن کر بے تکلف
جواب اک مختصر مجھکو دیا کیا

ابھی اے شیفتہ واقف نہیں تم
کہ باتیں عشق میں ہوتی ہیں کیا کیا

(۲)

ساقی کو میکدہ میں سرِ ناو نوش ہی
صوفی کو خانقہ میں سرِ وجد و حال ہی

عاشق کو اضطراب ہی عجز و نیاز سے
معشوق کو غرور ہی غنج و دلال ہی

منظور ہی حکیم کو ہر شی کی معرفت
حالانکہ اپنی معرفت اُس کو محال ہی

ہر کام فلسفی کا سفاہت کے ساتھ ہی
ہر بات منطقی کی مراءِ جدال ہی

اربابِ حکمتِ نظری کو عمل نہیں
اہلِ کلام کو ہوسِ قیل و قال ہی

جن کو کہ دستگاہ ہی فنِ نجوم میں
عمران کی صرف زائچۂ ماہ و سال ہی

ہیں بعض لوگ درپئے اسراف رات دن
بعضوں کو روز و شب سرِ توفیر مال ہی

بعضوں کو ہی مذاق میں فخر نسب لذیذ
بعضوں کو ذوق دعوئ فضل وکمال ہی

مفلس کو فکر ہی کہ کسی ڈھب سے کچھ ملے
منعم غزلوں لجتہ بیم و زوال ہی

جو ہیں حریص سیر چمن ان کو بزم میں
ذکرِ شجر کبھی کبھی فکر نہال ہی

جی میں کسی کے خواہش آرایش لباس
دل میں کسی کے حسرتِ جاہ جلال ہی

کوئی طلب میں اشہبِ گلگوں نفیر کی
کوئی اسیر شوق شکارِ غزال ہی

کوئی فدائے قامتِ آفت خرام ہی
کوئی خراب نرگسِ جادو مثال ہی

ناحق کسی کو شکر کسی کو شکائیتں
بے وجہ کوئی خوش ہی کسی کو ملال ہی

کس واسطے ہم آئے ہیں دنیا میں شیفتہ
اس کا جو دیکھیے تو بہت کم خیال ہی

طرز مومن خانی

اگرچہ حضرت شیفتہ کو کلام ریختہ میں مومن خاں مرحوم سے نسبت تلمذ تھی لیکن انداز سخن میں استاد کے مقلد نہیں ہیں بلکہ ایک طرز خاص رکھتے ہیں چنانچہ خود فرماتے ہیں ؎

نرالی سب سے ہی اپنی شیفتہ اپنی روش لیکن
کبھی دلمیں ہوائے شیوۂ ہا ہیر پھرتی ہی

پھر بھی استاد کی روش خاص پیا جو کچھ فرمایا ہے وہاں دونوں کے کلام میں فرق

دشوار ہی۔

شمیمِ زلف یہ ہی ہی تو وحشتِ دل لے
کب انتظار کیا موسمِ ریاحیں کا

یکتا کسی کو ہم نے نہ دیکھا جہان میں
طولِ امل جواب ہی زلفِ دراز کا

آپ جو ہنستے رہے شب بزم میں
جان کو دشمن کی میں رویا کیا

یاں سے حرفِ ملامت اور اُن کہاں عرضِ نیاز
سخت جاں میں کب نہ تھا اور نازنیں تم کب نہ تھا

اُن سے نازک کو کہاں گرمیٔ صحبت کی تاب
بس کلیجا نہ پکا اے طمعِ خام اپنا

اپنے جوار میں ہمیں مسکن بنا دیا
دشمن کو اور دوست نے دشمن بنا دیا

دامن تلک اس کے ہائے نہ پہنچا کبھی وہ ہات
جس ہات نے کہ جیب کو دامن بنا دیا

لگتی نہیں پلک سے پلک جو تمام شب
ہی ایک شعبدہ مژۂ نیم باز کا

کب ہمیں حاجتِ پرہیز پڑی
غم نہ کھایا تھا کہ سم یاد آیا

اُس سے میں شکوہ کی جا شکرِ ستم کر آیا
کیا کروں تھا مرے دل میں سو زباں پر آیا

نہ دیا ہائے مجھے لذتِ آزار نے چین
دل ہوا رنج سے خالی بھی تو جی بھر آیا

وہ صبح جلوہ جلوہ گر باغ تھا جو رات
مرغِ سحر نے دھوم مچائی تمام شب

میرے آنے سے تم اُٹھ جاتے ہو
بزمِ دشمن میں نہ آؤں کیوں کر

زندگانی سے خفا ہوں اپنی
پھر کہو تم کو سناؤں کیوں کر

وضع حفظ ہی تو عشرتِ صحبت معلوم	بزمِ اغیار سے کم محفلِ احباب نہیں
ننگیں ہی بیگناہوں کے خوں سے سوادِ شہر	حالانکہ واں ہنوز سرِ امتحاں نہیں
ہر چند کہ ہی آپ سے ملنے کی تمنا	پر آپ سے ملنے کی تمنا نہیں رکھتے
بے عذر وہ کر لیتے ہیں وعدہ یہ سمجھکر	یہ اہلِ مروّت ہیں تقاضا نہ کریں گے
کہا کہ تنگ ہوں اتنی بھی بدگمانی سے	کہا جو ڈر ہی مجھے ایسی مہربانی سے

تصوف

تصوف بھی مضامین غزل کا ایک دلاویز عنصر ہے۔ بعض شعرا اس مضمون میں تقلیداً و رسماً طبع آزمائی کرتے ہیں۔ لیکن حضرت شیفتہ کا یہ خاص مشرب ہی اور اس باب میں جو کچھ فرمایا ہی اُس سے رنگ تحقیق تراوش کرتا ہی غالباً کوئی غزل مضامین تصوف سے خالی نہیں۔ اُس میں سے چند شعر اس موقع پر ہدیۂ ناظرین ہیں۔

پیمانِ ترک جاہ لیا پیر دہر نے	پیمانہ دے کے بادۂ عنبر شمیم کا
وہ طرفہ حال کہ جس سے جماد رقص کرے	نہ رنگ ہی متغیر ہوا اہلِ تمکین[1] کا

[1] صوفیہ کرام کی اصطلاح میں اہل تمکین وہ ہیں کہ ایک حال پر قائم ہوجاتے ہیں اور اہل تلوین وہ ہیں جن کی حالت واردات کے موافق متغیر ہوجاتی رہتی ہے۔ ۱۲

تیرے گدا کو سلطنتِ جم سے کیا کہ ذوق	ہی کاسۂ شکستہ میں جامِ دو نیم کا
یاں خارِ جنس کو بے ادبی سے نہ دیکھنا	ہاں عالمِ شہود ہی آئینہ ذات کا
کہاں پھر وہ نایاب پایا جسے	غلط شوق ہی جنس نایاب کا
کل نغمہ گر جو مطرب جادو ترانہ تھا	ہوش و حواس عقل و خرد کا پتا نہ تھا
کل شیفتہ سحر کو عجب حال خوش میں تھے	آنکھوں میں نشہ اور لبوں پر ترانہ تھا
وجد کو زمزمۂ مرغ سحر کافی ہے	شیفتہ نازِ مغنی و مزامیر نہ کھینچ
جو بات میکدے میں ہی اک اک زبان پہ	افسوس مدرسے میں ہی بالکل نہاں ہنوز

میکدہ یا میخانہ سے حلقۂ مردانِ خدا مراد ہوتا ہے اور میکش سے سالک اور مے و بادہ سے کیفیات قلبی - ۱۲

اکثر ہوا ہے مجکو سفر در وطن مگر	لایا نہ دوستوں کے لیے ارمغاں ہنوز
اک شب ہوا تھا جلوہ نما چرخ پر وہ ماہ	مدہوش ہیں ملائکۂ آسماں ہنوز

اس شعر میں لفظاً کوئی صراحت نہیں لیکن حقیقت میں یہ نعت ہی رسول کریم صلعم کی - ۱۲

میخانہ میں تمام جوانی بسر ہوئی	لیکن ملا نہ منصبِ پیرِ مغاں ہنوز
اے تابِ برق تھوڑی سی تکلیف اور بھی	کچھ رہ گئے ہیں خار و خس آشیاں ہنوز

برق سے تجلیات جلال و جمال مراد ہیں اور خار و خس سے تعلقات کونی - ۱۲

عبث ہے شیفتہ ہر اک سے پوچھتے پھرنا
ملے گا بادہ کشوں سے نشان بادہ فروش

وجد میں لائے اہلِ درد ہمیں
باد کے ساتھ خاک ہے رقاص

قسمت اُس کی خبر نہ ہو جس کو
عام اس دور میں ہے بادۂ خاص

اہلِ طریق کی بھی روش سب سے ہے الگ
جتنا زیادہ شغل زیادہ فراغ بال

پیرِ مغاں کے فیض توجہ سے شیفتہ
اکثر شراب پیتے ہیں روحانیوں میں ہم

کچھ درد ہے مطربوں کی لَے میں
کچھ آگ بھری ہوئی ہے نَے میں

بدمست جہان ہو رہا ہے
ہے یار کی بو ہر ایک شے میں

میخانہ نشیں قدم نہ رکھیں
بزمِ جم بارگاہ کَے میں

مطرب بدیع نغمہ و ساقی پری جمال
کیا شرح حالتِ دلِ درد آشنا کروں

ڈر ہے کہ ہو نہ شوق مزامیر شیفتہ
ورنہ کبھی سماع مجرد سُنا کروں

جام مے دے کہ وہاں کام پڑا ہے مجھکو
کہ صبا کو بھی جہاں دخل سفارت میں نہیں

ہم ہیں ایسے فراخ رو درویش
محفلِ بادشہ سے عار نہیں

ہر شغل میں اہم ہے نگہبانیِ نفس
اس سے سوا جہان میں شغلِ اہم نہیں

واقفِ اسرارِ معانی سے
جز حریفانِ بادہ خوار نہیں

ہم آئے ہیں جہاں سے اُسی کا خیال ہے
جز شاخ سدرہ ہم کو سرِ آشیاں نہیں

قطع نظر جو نقش و نگارِ جہاں سے ہو
دیکھو وہ آنکھ سے جو نہ دیکھا ہو خواب میں

اُس صوتِ جاں نواز کا ثانی بنا نہیں
کیا ڈھونڈھتے ہو بربط و عود و رباب میں

پائی ہی بوے دوست عنادل نے باغ میں
پروانوں پہ ہوئی ہی تجلّی چراغ میں

حجابِ منظرِ مقصود ہی طلسمِ خودی
جو یہ طلسم نہ ٹوٹے تو فتح یاب نہ ہو

بہت ہی دھوم مچاتے ہیں میکدے میں رند
مجھے یہ ڈر ہی کہیں مدرسہ خراب نہ ہو

صدق و صفا و مہر و وفا واں نہ ڈھونڈھنا
جس شہر و دیہہ میں کہ سرائے مغاں نہ ہو

اے مرگ آکہ میری بھی رہجائے آبرو
باندھا ہی اُس نے سوگ عدو کی وفات کا

کیا وہ متاع جس کے نہ ہو کوئی گھات میں
ڈرتا ہوں میں جو زد پسِ کارواں نہ ہو

نغمہ پہ درد ہی شورش سے افاقت معلوم
بادہ پُرزور ہی کیا نشہ کی شدت معلوم

جو کہ ہوا محو تجلّیِ ذات
خاکِ در اُس شخص کی اکسیر ہے

شیفتہ وہ کہ جس نے ساری عمر
دینداری و پارسائی کی

آخر کار می پرست ہوا
شان ہی اُس کی کبریائی کی

راز پوشیدہ پوچھیے کس سے
بے خبر ہی جو باخبر کچھ ہی

پند و حکمت

حضرت شیفتہ کے کلام میں پند و حکمت کا عنصر بھی پایا جاتا ہے اور یہ قدماکی روش ہی۔

تم کو نہیں جو عُجب تعجب ہی شیفتہ
نفسِ سرکش کی کسی ڈھب سے رعونت کم ہو

منع کی حرص پر انسان ہوا ہی مجبول
یہ ہی نصیحتِ پیرانِ کارِ اُفتادہ

اپنا ٹوٹا گھر بہت مرغوب ہی
واعظ کے قول خوب ہیں ندوں کے فعل خوب

فعلِ حکیم عینِ صلاح و صواب ہی
ہی فی زمانا یہ سرشتِ کرام میں

چاہتا ہوں وہ صنم جبیں محبت کم ہو
ناصحو! دوست اگر ہو تو نصیحت کم ہو

کہ بدبلا ہی جوانی ڈرو جوانی سے
بارگاہِ ثابت و سیّار سے

وہ اُس سے سیکھ لیجے یہ اُن کو سکھائیے
ساقی اگر شراب نہ دے سرگراں نہ ہو

اُردو کے ساتھ عربی جملوں کو نظم کرنے کی قدرت

حضرت شیفتہ چونکہ عربی فارسی اور ریختہ تینوں زبانوں میں قدرت سخن گوئی رکھتے تھے۔ اس لیے کلام ریختہ میں کہیں کہیں عربی جملوں کی تضمین نہایت پُرلطف واقع ہوئی ہی اس روش میں بالکل خواجہ حافظ سے مماثلت پیدا ہو گئی۔ اور بعض

غزلوں میں برسم شعرائے عرب محض قافیہ پر قناعت کی ہے۔

کیا مزا تم سے آشنائی کا	بیت	ما شربتم مداہنۃ الاخلاص
شیفتہ نے ہماری داد نہ دی	″	سچ ہے القاص لا یحب القاص
کیا کچھ وہاں سے منزل مقصود پاس ہے	″	یا ایہا الذین سکنتم علی الجبال
ہم اگلے عشق والوں کی تقلید کیوں کریں؟	″	اے خردہ گیر نحن رجال و ہم رجال

حُسنِ معانی

ضوابط نظم اور قواعد شعر سے بالاتر ایک حسن معنوی اور تاثیر مخفی ایسی ہوتی ہے جس کا لطف وجدان صحیح و ذوق سلیم ہی پا سکتا ہے۔ ایسے اشعار بھی حضرت ممدوح کے کلام میں جستہ جستہ نظر آتے ہیں۔

نالے فائدہ ہے وہم کہ کیوں بے خبر آیا ؟	اس راہ سے جاتا تھا ہمارے بھی گھر آیا
اپنی محفل سے یہ آزردہ اُٹھایا مجھکو	کہ منانے کے لیے آپ مرے گھر آیا
وہ مجھسے خفا ہے تو اُسے یہ بھی ہے زیبا	پر شیفتہ میں اُس سے خفا ہو نہیں سکتا
میں بے جرم رہتا ہوں خائف کہ واں	جفا میں نہیں دخل اسباب کا
صحرا بنا رہا ہے وہ امنوس شہر کو	صحرا کو جس کے جلوہ نے گلشن بنا دیا

مشاطہ کا قصور سہی سب بناؤ میں
کھیل نہیں کچھ۔ کہ دکھا دوں تمھیں
تکلیف شیفتہ ہوئی تم کو مگر حضور!
اس نوبہارِ حسن کو بدنام مت کرو

دھوکا مجھی کو صرف نہیں میل پایہ کا
کہوں میں کیا کہ کیا دردِ نہاں ہے؟
اس لیے ہی کیا نگہ کو پُر فن بنا دیا
فرض کیا آہ میں تاثیر ہے
اس وقت اتفاق سے ہیں وہ عتاب میں
تھی شیفتہ کے پہلے ہی شورش دماغ میں
دیکھا بڑے بڑوں کو اسی اشتباہ میں
تمھارے پوچھنے ہی سے عیاں ہے

پہلا مصرعہ ایک معمولی بات ہے مگر دوسرے مصرعہ نے اس کا رتبہ بہت ہی بلند کر دیا ہے۔ یعنی تمھارا پوچھنا ہی دردِ نہاں کی حقیقت کا ثبوت ہے۔ ۱۲

ہم سے وہ ناحق جو خفا ہو گئے
بھڑک گئی نم شبنم سے اور آتش گل
اُن کی باتیں اُس نے بھی چھپ کر سنیں
شیفتہ کچھ اپنی ہی تقصیر ہے
یہ کیسی آگ ہے دونی ہوئی جو پانی سے؟
آج ناصح کو نصیحت ہو گئی

شوخی و ظرافت

نواب صاحب کی طبیعت میں متانت و سنجیدگی کا مادہ زیادہ تھا۔ اس لیے شاعرانہ شوخی و ظرافت ان کے کلام میں کم پائی جاتی ہے۔ پھر بھی جو کچھ ہے

نہایت خوب ہے۔

وہ شیفتہ کہ دھوم تھی حضرت کے زہد کی
میں کیا کہوں کہ رات مجھے کس کے گھر ملے

جلد منگواؤ شراب گل رنگ
شیفتہ ساقی گل فام آیا

پانی وضو کو لاؤ رخ شمع زرد ہے
مینا اٹھاؤ وقت اب آیا نماز کا

اس شعر میں محض شاعرانہ شوخی ہی نہیں بلکہ ایک پہلو تصوف کا بھی ہے یعنی مینا سے وہ اذکار و اشغال مراد ہیں جو سالکان طریقت کے ذوق و شوق و وجدان کو بڑھاتے ہیں اور ان اشغال کا وقت قبل نماز صبح ہے۔

ہم طالب شہرت ہیں ہمیں ننگ سے کیا کام
بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا

کمی تھی حالت رندی میں اس کو کیا یارو؟
کوئی یہ پوچھے کہ کیوں شیفتہ بنا واعظ؟

رند فارغ بھی ہوئے جام سحرگاہی سے
اور زاہد ابھی آہنگ طہارت میں نہیں

پارسا کیا ہوئے تم شیفتہ سادے بھی ہوئے
باغ کو چلتے ہو اور ساتھ مئے ناب نہیں

پیری میں سیر باغ کی تقریب شیفتہ
معشوقہ ساتھ ہے نہ خلل ہے دماغ میں

شیفتہ اک رند مشرب شخص ہے
کس سے لوگوں کو عقیدت ہوگئی

شیفتہ وہ کہ جس نے ساری عمر
دینداری و پارسائی کی

آخر کار مے پرست ہوا
شان ہے اس کی کبریائی کی

کمبخت گالیاں بھی نہیں تیرے واسطے		جس لب کے غیر بوسے لیں اُس لب سے شیفتہ

اس قطعہ میں منشائے شوخی محض لفظ مرپرست ہے جس سے صوفیہ کی اصطلاح میں کیفیات باطنی کا ذوق وشوق مقصود ہے۔ ۱۲

محاورہ بندی

بعض شعرا کے اشعار کی بنیاد محض محاورات پر ہوتی ہے اگرچہ نواب صاحب کا شیوہ خاص معاملہ بندی ہے لیکن جہاں کہیں محاورات و امثال کو باندھا ہے اس کی بندش بے تکلف اور بامزا ہے۔

دل ہوا رنج سے خالی بھی تو جی بھر آیا		نہ دیا ہائے مجھے لذتِ آزار نے چین
جان کو دشمن کی ہیں رو دیا کیا		آپ جو ہنستے رہے شب بزم میں
منہ میں بھر آتا ہے پانی۔ جام مینا دیکھکر		میں کمین تو بیہوں آپ لیکن کیا کروں
گھی کے جلیں گے آج تو دشمن کے گھر چراغ		ہے شمع انجمن وہ مہ آتشیں عذار
بگڑی ہے تیرے دور میں ایسی ہوائے گل		بلبل کو بھی نہیں ہے دماغ صدائے گل
کہ مجھکو اپنے پرائے سبھی جلاتے ہیں		چراغ وقف محبت نے کر دیا افسوس
منہ لگاتا ہے کون سائل کو		بوسۂ لب نہ مانگنا اے دل

غیر سے کب ہوا ہی ترک کلام
ڈوب مرنے کی جگہ ہی غسل صحت ہجر میں
کیوں کر مجھے خط رقم کریں گے
ذکر وصال غیر و شب ماہ و بادہ سے
مُنہ بنائے ہوئے اُس کو سے گزر کرتا ہی
ناصح تری زبان ترے بس میں جب نہو

باتیں تم ہم سے بھی بنانے لگے ؟
روئے دیتا ہوں احبا کی بہار کہا دے سے
کیا غیر کا سر قلم کریں گے
ایسے لیے گئے - ہمیں طعنے دیا کیے
ابتو لو غیر بھی دل میں مرے گھر کرتا ہی
انصاف کر کہ دل پہ مرا زور کیا چلے ؟

دیوان فارسی ایک نظر

اس دیوان میں سات قصیدے - متعدد قطعے اور باقی تمام تر غزلیات ہیں - ان سات قصیدوں میں سے چھ قصیدے نعت سرور کائنات میں ہیں اور ایک جناب علی مرتضےٰ کی منقبت میں -

نواب صاحب نے امرا و ملوک کی مداحی کبھی نہیں کی - نہ ان کی طبیعت کے مناسب تھی - قصیدہ کا جو انداز رائج ہوگیا ہی وہ حقیقت میں بھٹئی ہے - نواب صاحب جیسے دیندار - صوفی منش - کی شان سے بعید تھا کہ شاعری کے اس میدان میں طبع آزمائی کرتے - نہ اُن کو صلہ کی حاجت تھی نہ شاد

امرا کی حضور میں رسوخ کی پروا۔ سیر و سلوک باطن نے نام و نمود کی ہوس بھی مٹا دی تھی۔ لہذا اس صنف پہ قلم نہ اٹھانا بالکل بجا تھا۔

قصیدہ اول

گر سر بر آشتی و مدارا بر آورم — پرخاش از سکندر و دارا بر آورم

از قید نہ رواقِ نگارین بر آورم — یوسف ز ہفت کاخِ زلیخا بر آورم

اول ز آب چشمہ کوثر وضو کنم — وانگہ نفس بنعت مزکّی بر آورم

قصیدہ دوم

رستم از ہجر و بمنزل گہ جاناں رفتم — جانبِ گل کدہ از دشتِ مغیلاں رفتم

نورِ من شمعِ رہِ خضر شد اندر ظلمات — کہ شبِ تار بسرِ چشمۂ حیواں رفتم

خود ندانی اثرِ فیضِ مزارِ شاہ ست — کہ بہم پائیِ دل ناصیہ سایاں رفتم

آں بدریائے رسالت گہرِ یک دانہ — کہ ز فیضش نہ بدریوزہ عماں رفتم

مطلع قصیدہ سوم

کارے بحسب خواہشِ دل در جہاں مخواہ	تغییر رسم کہنۂ ہفت آسماں مخواہ

مطلع قصیدۂ چہارم

اے در حسد بہ بزم تو از ساغر آفتاب	با آنکہ اشرف ست ز ہر اختر آفتاب

مطلع قصیدۂ پنجم

زیں بعد ما و در غمِ دل ناگریستن	گشت آشنائے نرگس شہنا گریستن

مطلع قصیدۂ ششم

نسیم صبح آمد سوے من از ساحتِ گلشن	پر از ریحان و گل جیب۔ آستیں از لالہ و سوسن

مطلع قصیدۂ ہفتم

دوش کاں رشک ماہِ کنعانی	ہم چو خور کرد پرتو افشانی
بحر جود و کرم علی کہ کفش	در فشاند چو ابر نیسانی

غزلوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کلام میں سلاست، روانی۔
سنجیدگی۔ بندش کی چستی مشق و مہارت کا نتیجہ اور شیرینی و لطافت خداداد ہر
معنوی نزاکت اور اسلوب بیان کی تازگی آپ کی فکر سلیم کا خاصہ ہر۔

افسوس ہر کہ اس زمانہ میں زبان فارسی کی کساد بازاری ہوگئی۔ ورنہ حسرتی
کے دیوان کی قدر و شہرت اساتذہ ماضی کے دواوین سے غالبًا کم ہوتی۔
بعض غزلوں کے مقطعے اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ نواب صاحب کو نظیری
کی روش بہت پسند تھی چنانچہ کہتے ہیں ؎

جز حسرتی بپایۂ او کس نمیرسد   در حیرتم کہ کار نظیری کجا رسید

نظیری متاخرین میں غزل کا استاد مانا گیا ہے اور اُس کا کلام معنوی نزاکتوں
کے لیے مسلم ہر۔

مولانا حالی مرحوم فرماتے تھے کہ اواخر عمر میں نواب صاحب کو فکر سخن کا
اتفاق ہوتا تو خواجہ حافظ کی روش پر کہتے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ یہ آخری کلام
دیوان میں داخل نہیں ہوا۔

زیادہ حصہ نواب صاحب کے کلام کا صوفیانہ خیالات سے پُر ہر اور یہی آپ کا مشرب
خاص تھا۔ عاشقانہ اشعار جو غزل کی اصل و بنیاد ہیں ان میں بھی تصوف کا پہلو اکثر

اکثر نمایاں ہے بعض اشعار حکمت و موعظت یا اخلاق سے متعلق ہیں۔ البتہ شوخی و ظرافت کا مضمون شاذ ہے۔

بعض غزلوں میں ایک دو شعر صوفیانہ و عاشقانہ مذاق کے ایسے بھی ملتے ہیں جو مطالعہ کرنے والے کے دل پر وجد کی کیفیت پیدا کرتے ہیں۔ اور حقیقت میں یہی شاعری کا اعجاز ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار مثال کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں جن کے مطالعہ سے ناظرین یہ اندازہ کر سکیں گے کہ حسرتؔ اپنے جذبات اور خیالات کو نظمِ فارسی میں ظاہر کرنے پر اسی طرح قادر تھے جس طرح ریختہ میں فرماتے ہیں :—

اے فیضِ تو بکشودہ زباں ما بہ بیاں ہا	[illegible]	حمدِ تو فرو بستہ۔ بیاں ہا بزباں ہا
در پردہ چو بودی ہمہ در کتمِ عدم بود	=	اشباح منور شدہ از لمعۂ جاں ہا (ابسام ۱۲)
در دہر جز خرابات جائے دگر نیابی	[illegible]	آنجا کہ خندہ آید بر بادشہ گدا را
بجز امید کہ ایمانِ عشق کیشان ست	[illegible]	کسے نداد تسلی۔ دل زلیخا را
مرید پیرِ مغاں شو۔ کہ از اطاعتِ او	[illegible]	گزیر نیست۔ جوانانِ بادہ پیما را
دی سوختہ ایں سخنِ لغز بمن گفت	=	کز آتشِ دل خشک کنی دامنِ تر را
خندہ چہ خوش شیوہ ایست از پسِ خشم و عتاب	[illegible]	لذتِ دیگر دہد زخمِ نمک سود را

خلوت خوش است ساقی و مطرب نے بزم را	تصوف	از گل پیالہ خواہ و ز بلبل ترانہ را
آں بس سادہ رخاں را تکلف آئین است	تغزل	گر زینت ز آرائشِ لباس مرا
بہ آبروئے محبت نگر کہ بنشاند	=	فرازِ مسندِ دیبا۔ بایں پلاس مرا
امشب کہ تکلفی نہ کردم	=	مہر ست چراغ محفلِ ما
از رفتنِ ہر دوست شد آخر	۔	کاشانۂ غیر۔ منزلِ ما

ہر کس کہ قتیل غمزہ اش شد
ای حسرتی! اوست قاتلِ ما

یہاں رشک و رقابت کا مضمون نہایت عمدہ الفاظ میں ادا ہوا ہے دوسرے معنے مذاق صوفیہ میں یہ ہو سکتے ہیں کہ "مقتول غمزۂ دوست ہی میرا قاتل ہو سکتا ہے۔ یعنی اہل فنا ہی مرتبہ اہل فنا میں پہنچا سکتے ہیں۔

"اقتلونی اقتلونی۔ یا ثقاۃ
ان فی قتلی حیاۃ فی حیاۃ"

ما حسرتی! ز شیوۂ غالب گرفتہ ایم	تصرف	آمیختن بہ بادۂ ہمانی۔ گلاب را
وہ کہ ز ما رہ وا نشد۔ کارِ کسے بزندگی	تصوف عاشقانہ	کاش بر ند بعدِ مرگ۔ بہرہ ز سنگ و خشتِ ما
چشم انہزار ناز تو پوشد کسے چرا	تغزل	دل را بیک کرشمہ فروشد کسے چرا

رحم ست بر کسے کہ دراں کوے می رود در دست نامۂ من و بر لب سلام ما		ناصر علی

ملک بیکار دشمن را بسویش التجا آرد	[illegible]	اگر بہ بند جراحت ہائے مژگان در آغوشش را
ای بیخبر چہ فائدہ؟ از استراق سمع	نعمت	بے حرف و صوت نیز بیاید خبر مرا
راز نہفتہ گفتم اگر ساقیا! مرنج	=	می گفتمت کہ بادہ مدہ این قدر مرا
ز لالہ دیدن لالہ گریت ہوس است بخواب	ہمت	بہار قدرت صانع چو دیدنی ست مخسپ
دور نبود اگر آں مرد سبکتاز رسد	نعمت	کہ سرآمد رہ و پیوند است کہ آغاز نہ ہست
آنچہ خواہند و بیابند۔ نخواہند آنرا	=	این سخن شمۂ از ہمت درویشان ست
پوشیدہ خورم بادہ و آہ ہمہ کنم وجد	=	در اہل خرابات رہ و رسم ریا نیست
گر بام بلند است۔ کمند دگر آور	ہمت	واماندگی از سعی روا نیست روا نیست
در چارۂ او کوش کہ دیوانہ است امروز	ناصر علی	از نکہت گل بوے ترا باز ندانست

یہ مضمون نہایت لطیف و تازہ ہے کہ عاشق دیوانہ بوئے گل و بوئے یار میں تمیز نہیں کرتا۔

از بیم تو شب حسن تی نزار ہمی کرد	نعمت	زین گونہ صدا ہا۔ کہ کس آواز ندانست
چشم وصل ست کہ می میرم و نتوانم مرد	=	پاس راز ست کہ می سوزم و نتوانم سوخت

ذوقِ این نغمہ از خویش بُردم آورد — تصوف — می سرایند کہ دل دادہ و دلداریکی است

اضطرابِ وگر افزود۔ دلِ شیدا را — = — التفاتِ تو کہ ما نا بمدارا ے ہست

یعنی اہلِ عشق و محبت حصول مراد و مقصد سے نہایت خائف رہتے ہیں اور اسکو وادیِ عشق کے عقبات سے سمجھتے ہیں۔

مشاطہ را بگو کہ بہ بزمِ ہوس رود — نتیجہ — در چشمِ عشق زلفِ تو بے شانہ خوشتر است

یعنی ناظرینِ مناظرِ حسن وقدرت عاشق زار اور مصنوعی خوبیوں کے دلدادہ ہوس کار ہیں۔

کُشت او مرا و ہیچ شنیدی چگونہ کشت ؟	نتیجہ	زاں پیشتر کہ تیغ کشد۔ خوں بہا گرفت
نگاہ کاوشِ غارتگرا فتاد	=	مسلمانانِ غمِ ایمان ضرور است
کار ہمت نہ باندازۂ طاقت باشد	نتیجہ	مرغِ بسمل شدہ را ہم سرِ پروازے ہست
دمِ جاں پرورِ او ہر چہ کہ دانم دانم	=	از ادب گرچہ نگوییم کہ اعجازے ہست
دُردی کشاں چو سوئے خرابات رو کنند	=	اوّل بآبِ چشمۂ حیواں۔ وضو کنند
صد پردہ۔ بروئے دوست بستند	=	زان جملہ۔ یکے۔ جمال باشد
جُز من زِ مانِ قتل۔ بقاتل دعا کہ کرد ؟	=	گو مُزد سہل بود۔ ولیکن ادا کہ کرد ؟
پہلوے غیر بہ بزمش نکنم جائے کہ نیست	نتیجہ	چشم آنم کہ نگاہِ غلط اندازکند

فریاد ز تقوے کہ بنروش نتواں رفت	عاشقانہ	آہ! از روشِ او کہ بسر بام نیاید
فتنہ را از قدِ رعنائے تو امداد رسد	=	چرخ را از نکہتِ نسخۂ بیداد رسد
طبعِ چالاکِ ترا می بسر خشم آورد	=	آہ! زاں لحظہ کہ آتش بکفِ باد رسد

گر بمستی آں بہاراں - جلوہ گل یاد آورد

داغِ غمے گل گردد و - بلبل بفریاد آورد

خدایا! حشر برپا کن - ہنگامے کہ عاشق را

بدل حسرت - بگردن دشنہ - برلب آفریں باشد

قطعہ

حسرتی! ایں تازہ گل باشد نثارِ دوستی

بو کہ ما را از نسیم کوئے خود یاد آورد

غالب آں رنگیں نوا بلبل کہ ذوقِ نغمہ اش

عندلیبانِ گلستاں را - بفریاد آورد

میفروشد رائگاں در کوچۂ پیرِ مغاں

ہر متاعے را کہ دل از کوئے زہاد آورد

روزِ وصال ناز بمعشوقہ می کنم — آرزے چنیں کند کہ بدولت گدا رسد

یہاں منتہائے عشق سے خبر دی ہے کہ حبیب عاشق درجۂ محبوبیت پر فائز ہو جاتا ہے۔

جز حسرتی بپایۂ اوپیش نمی رسد	در حیرتم کہ کار نظیری کجا رسد؟
بیا و طاعتِ مقبول را ابیضا بر	خلل بکار دعاہائے مستجاب انداز
گرت ہواست کہ چوں حسرتی نوا سنجی	بزیرِ شاخِ گلے۔ در قدح شراب انداز
چو یادِ دوست کنی۔ غیر را فراموش کن	چو نامِ عشق بری از سرِ نشاں برخیز
براں سرم کہ زہر نیک و بد کنارہ کنم	خورم شراب و برخِ نیکواں نظارہ کنم
بُتِ ہوائے مرا شیخ صومعہ بشکست	بیا کہ خدمتِ رندِ شراب خوارہ کنم

رند۔ اصطلاح صوفیہ میں ارباب فقر و فنا کو کہتے ہیں۔

شوقِ صد منصور را در جلوہ گاہِ یار بُرد	تضمین	ماہہا در بندِ فالِ سبحۂ صد دانہ ایم
حسرتی با عشقِ مجازی را حقیقی کردہ ایم	″	یا ہوا نا آشنا و از ہوس بیگانہ ایم
بازم از رشکِ میاز ار کہ در محفلِ تو	″	خویش را دوش بصد حیلہ و فن آوردم
مرا بخشید و گاہے جز بدی نیکی ندید از من	تضمین [illegible]	نمی دانم۔ کدامیں جرم۔ ایزد برگزید از من
از پیشِ من رود بشتابی کہ فی المثل	تضمین	یوسف ز ہفت کاخِ زلیخا بر آمدہ

از مُردنِ خود نیست غم۔ امّا غمِ اینست	تضمین	گویند کہ معشوقِ تو امّا وفا دار انست
اگرچہ حسّانی! از اہلِ زہد و پرہیزم	=	ولے زشاہدِ وسے نیز احترازم نیست
از پئے صیدِ تو۔ صد دام بہر جائے ہست	تشبیہ	جرم من چیست؟ مرا نیز تمنائے ہست
سحری بود طلب وعدہ و اثق فرمود	=	می شناسد کہ کرا حدِ تقاضائے ہست
جائے من تنگ۔ بہر جائے ز رسوائی من	تضمین	جز خرابات کہ آنجا ہمہ را جائے ہست مجلس ارباب فقر سے مراد ہے

قطعہ

ضیمیے۔ صبح برآمد بتفرج ز کنشت	تضمین	بسرِ وقت من افتاد گذارے سرکشت
گفتمش کیستی؟ اینجا بچہ کار آمدہ		اے رخ و طرۂ تو سنبل و ریحان بہشت
گفت۔ دارم سخنی چند بپرسش درخور		خوب و رو ہرچہ آمدہ کمتر از زشت؟
گفتم۔ این سترِ ملوک است۔ بدیہا مگر اے		گفت سنجیدہ شمر دی سخن اے نیک سرشت
گفت۔ رمزے است خرد سوز کہ دارد بیتاب		التہاب شررا و جگرِ خستہ برشت
بر سرِ مورِ ضعیف اینہمہ بار از چہ فتاد؟		گفتمش ز آنکہ دلِ خود بمحبت بسرشت
گفت من ہم سخنِ نادرہ گفتن خواہم		گرچہ طبع تو بگیتی سخنِ نغز نہشت
لطفِ او مومن و کافر نگزارد محروم		پرتو او بہ حرم۔ نکہت گیسو بہ کنشت

دوش ایں طرفہ غزل خاطرِ من انشا کرد
حسرانی ۔ خامہ و آمد طلبید و بنوشت

مقابلہ و موازنہ کلام حسرانی ۔ باکلام شعرائے دیگر

حسرانی

روے تو بسکہ بود پیش نظر ہر ساعت
می تواں دید مثالِ تو در آئینۂ ما

از پئے جلوۂ شوخی کہ پری عاجز اوست
شوق شوخیِ پری داشتہ در سینۂ ما

داغ صہبائے ریا ۔ رونقِ پشمینۂ ما
مے در آدینہ بہ از طاعتِ آدینۂ ما

در حریمِ دلِ اصحابِ صفا ۔ جا داریم
وائے آنکس کہ بود در دلِ او کینۂ ما

کار ساقی و مغنی ہمہ می کرد ۔ حبیب
حسرانی بود چہ خوش صحبتِ دوشینۂ ما

غالب

محوکن نقشِ دوئی از ورقِ سینۂ ما
ای ز آہت الف صیقلِ آئینۂ ما

وقفِ تاراجِ غمِ تست ۔ چہ پیدا چہ نہاں
ہمچو رنگ از رخ مارفت ۔ دل از سینۂ ما

عرصہ بر الفتِ اغیار چہ تنگ آمدہ است
خوش فرورفتہ مطبوع تو خوشا کینۂ ما

غالب امشب ہمہ از دیدہ چکیدن دارد
خونِ دل بود مگر ۔ بادۂ دوشینۂ ما

نظیری

آنکہ بر مارِ قلم کیں زدہ از کینۂ ما ‌ ‌ ‌ نقش آئینۂ خود دید در آئینۂ ما

عیدِ نوروز بود مکتبِ ما را ہر روز ‌ ‌ ‌ بجست گزر و سینہ و آدینۂ ما

زاں زرا ہے کہ بدنبالۂ چشمت نرسید ‌ ‌ ‌ خوں فرو میچکد از خرقۂ پشمینۂ ما

طرفہ شورِ سحر از سینہ نظیری برخاست ‌ ‌ ‌ ساخت کارِ ہمہ را گریۂ دوشینۂ ما

حسرتی

امشب کم از قیامت ہنگامۂ ندیدم ‌ ‌ ‌ فردا مگر بہ بینم - دیدارِ آشنا را

در دہر جز خرابات جاے دگر نیابی ‌ ‌ ‌ آنجا کہ خندہ آید بر بادشہ گدا را

بے مستیِ شبانہ لطفِ صبوح نبود ‌ ‌ ‌ پیرِ مغاں سحرگہ این نکتہ گفت ما را

نظیری

در پردہ رہ ندادند وقتِ سخن صبا را ‌ ‌ ‌ من نیک می شناسم پیغامِ آشنا را

با فقرِ تنگ دستی نحوستِ عجب و مستی ‌ ‌ ‌ در کشورِ غیوراں نخوت کُشد گدا را

حسرتی

بجز امید کہ ایمانِ عشق کیشاں است ‌ ‌ ‌ کسے نداد تسلّی - دلِ زلیخا را

مریدِ پیرِ مغاں شو کہ از اطاعتِ او ‌ ‌ ‌ گزیر نیست جوانانِ بادہ پیما را

عجب نہ نرگسِ مخمورِ اوست خود داری — حجاب و شرم کجا مستِ بے محابا را
ہزار شکوۂ تلخ مرا فرو بُردی — بجانِ من ز کہ آموختی مدارا را

نظیری

دراں نظارہ کہ بر تیغ و کف شعور نبود — ز رشک سوختہ بود آگہی زلیخا را
گر از ورع بگدا زاہداں قدح ندہند — چہ مانع است حریفانِ بادہ پیما را
گذشت شوق ز اندازہ۔ گوشۂ نظری — کہ مے خموش کند مستِ بے محابا را
نوازشِ عرضِ کرم می کند محبت نیست — تواں شناختن از دوستی مدارا را

حسرتی

اگر زاں طرۂ مشکیں صبا بو آورد ما را — برم صد خرمنِ گل نذر سمرقند و بخارا را
فلاطون فطرتاں از رازِ گیتی بیخبر رفتند — حکیمِ معنوی باید۔ کشادِ ایں معّما را

حافظ۔ شیرازی ؒ

اگر آں ترکِ شیرازی بدست آرد دلِ ما را — بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را
حدیث از مطرب و مے گو و رازِ دہر کمتر جو — کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معّما را

حسرتی

اُفتاد رشحہ از لبِ ساقی بجامِ ما — مستی نمیرسد بتمامِ دوامِ ما

ساقی بباده - جادۂ ما را نشاں دہد نے دام عوش - نہ دانہ خوش - امّا ز اتفاق		مطرب بنغمہ باز نماید مقامِ ما ہر بار شاہبازِ دَر افتد بدامِ ما

نظیری

مستی ربودہ از کفِ ہستی زمامِ ما خرمن بباد رفت دریں دشتِ پُرفریب		مطرب نمی دہد خبرے از مقامِ ما مرغے نشود گوشۂ بالے - بدامِ ما

حافظ شیرازیؒ

ما در پیالہ عکسِ رخِ یار دیدہ ایم		ای بیخبر ز لذّتِ شربِ مدامِ ما

حسرتی

جاں بتن میدمد - ترانۂ ما دیگرم نیست داوری باچرخ		غم ز دل می برد فسانۂ ما گرترا - آورد بخانۂ ما
حرفِ شیریں شود فراموشش کبکِ کہسار و - بلبلِ گلزار دریں فروشانِ - خانہ بردوشیم	[illegible]	خسرو ار بشنود فسانۂ ما گوش دارند بر ترانۂ ما دلق و دستار باست - خانۂ ما

حسرتی

کام دربخش آمدہ از عشق مجوے		عیش مخصوص بکفرست ز ایماں مطلب

	نظیری	
فرض و سنت بتماشائے نواز یادم رفت		پردہ برے دفگن - از من ایمان مطلب

	حسرتی	
زلالہ دیدنِ لالہ گرت ہواست بخواب دمِ صلوٰۃ وصبوحی احسرانیؔ برخیز		بہارِ قدرتِ صانع چو دیدن ست مخسپ بہ نعمتِ دوجہاں گر رسیدن ست مخسپ

	غالب	
نشانِ زندگیِ دل دویدن ست بایست بذکرِ مرگ شبی - زندہ داشتن ذوقے است		جلائے آئینۂ چشم - دیدن ست مخسپ گرت فسانۂ غالب شنیدن ست مخسپ
ہمانکہ منعِ من از بادہ مے نمود مدام دلت بحسنِ بتاں از چہ مائل افتادہ است بشب چو مہر بیاید - سحر چو با درود ہر آنکہ یافت ز اہلِ صفا نظر داند دعا بکعبہ پذیرند - لیک حیرانم	حسرتی	شبش بمیکدہ دیدم کہ غافل افتادہ است بغیرِ ہستیِ حق - ہر چہ باطل افتادہ است فغاں کہ مہر مرا - برق حاصل افتادہ است کہ انکشافِ حقیقت - چہ مشکل افتادہ است امیدوار ز میخانہ - سائل افتادہ است

	خرد ز مانہ بنرخِ کمال نقصانش کہ حسرتی بفنِ خویش کامل افتادہ است	

نظیری

شکستہ بر ورقِ جبہہ تو خامہ حکیم — کہ ابروانِ ترا عقدہ مشکل افتادہ است

یکے بگورِ غریبانِ شہر سیری کن — ببین کہ نقشِ امل ہا چہ باطل افتادہ است

گدائے پیرِ مغاں شو کہ بادشاہ و فقیر — بر آستانہ میخانہ سائل افتادہ است

غالب

زمن گسستی و پیوند مشکل افتادہ است — مرا بگیر بجوئے کہ در دل افتادہ است

حسرتی

چہ خوش است! با تو بزمے بنہفتہ ساز کردن — درِ خانہ بند کردن سرِ شیشہ باز کردن

تو و رقص و می پرستی من و وجد و جوشِ مستی — تو و نغمہ ہائے دلکش من و نالہ ساز کردن

سرِ من فدائے نازت ز عدو دگر چہ خواہی — تو و عشوہ ساز کردن من و دل نیاز کردن

دلِ زاہداں مرنجاں بنہفتہ حسرتی خور — تو اگر نمی توانی ز مے احتراز کردن

بیخودی

چہ خوش است اند ویکدل سرِ حرف باز کردن — سخنِ گذشتہ گفتن گلہ را دراز کردن

تو اگر بجور سوزی ز جفا کشاں نیاید — بجز از دعائے جانت ز سرِ نیاز کردن

بخناں گرفتہ جا بمیان جان شیریں — کہ تواں ترا و جاں را ز ہم امتیاز کردن

ز خمار مے ندارم سر و برگ سجدہ بت — دل و خاطرِ پریشاں نتواں نماز کردن

تو بخویشتن چه کردی که بما کنی نظیری	بخدا که واجب آمد ز تو احتراز کردن

غالب

چه غم ار به بدگرفتی ز من احتراز کردن	نتوان گرفت از من بگزشته ناز کردن
تو و درکنار شوقم گره از جبین کشودن	من و سیر رخ دو عالم در دل فراز کردن
بفشار رشک بربت بچنان گداخت گلشن	که میانه گل و مل نرسد امتیاز کردن
هله تازه گشته غالب روش نظیری از تو	سزد اینچنین غزل را بسفینه ساز کردن

حسرانی

تا کجا بر طمع وصل شکر خند کنی	عشق آمیختهٔ زهر هوس چند کنی
بنده را نیست بمیلان طبیعت کاری	کارها بر نمط امر خداوند کنی
ای محبت ز تو خوش بوالعجبی ها آمد	طفل را فتنهٔ پیران خردمند کنی
سعی در کار نما و به جهان کار مدار	دو جهان از تو اگر کار بر آن بند کنی

نظیری

بهتر از صحبت ارباب خرد بگزینی	ترک هم بزمی پرشور و سر چند کنی
خجل از کردهٔ خود تا نشوی می باید	حلم را بر غضب و خشم خداوند کنی
طبع نادان سبکسار نگیرد هرگز	وزن خود راست بمیزان خردمند کنی

ہم نے سطور بالا میں غالبؔ، نظیریؔ اور حافظ شیرازی کی چند ہم طرح غزلوں کو حسرتیؔ کے کلام کے مقابلہ میں صرف اس خیال سے پیش کیا ہی کہ نکتہ رس طبائع مختلف شعرا کی جولانیٔ طبع کو ایک ہی زمین میں دیکھکر لطف حاصل کریں اور ارباب ذوقِ سلیم موازنہ کریں کہ سب سے پچھلا سخنور جو میدان سخن میں آیا ہے اُس نے اپنے متقدمین کی روش کو کس درجہ ترقی دی ہی اور باوجود ہندوستانی نژاد ہونے کے فارسی زبان پر اُس کو کس قدر قدرت حاصل ہی۔ فقط

تمام شد

صحت نامہ متعلق حالات حضرت شیفتہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹	۲۹	تمر	ثمر	۱۹	۵	میسائید	میسائیدند
۱۰	۱۳	بیابند	بیا بند	"	۶	رسیدند	رسیدن
"	۱۴	بما یند	نمایند	۲۰	۹	بادا	باده
"	۱۵	ہاخوانند	دعاخوانند	"	۱۵	حدیث پرشور	حدیث پرشور [illegible]
۱۶	۱۴	بگزد	بگزرد	۲۱	۷	درا	دراں
"	۱۵	ترشیده	ترسیده	۲۲	۶	گرندی	گزندے
۱۷	۵	ود	دو	۲۴	۱۱	مسحد	مسجد
"	۶	اشرب	اشرف	۲۵	۱۲	امرشں	امرزشں
"	۹	وشازده	وشانزده	۳۰	۱۲	تاریخ دہی	تاریخ
۱۸	۱	خواند	خوانند	"	۱۳	مفتی صاحب	نیر مرحوم
"	۲	چو	چوں	۳۱	۹	گلشن بیخار میں آپ کا ذکر	گلشن بیخار میں مفتی صاحب کا ذ
"	۱۲	کم	گُم	۳۲	۱۶	ازبان	اززبان
۱۹	۳	آوازگیست	آوار گیست	۴۱	۴	آفرینون	آفرینیوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۵	۷	پاے اعتبار	پایۂ اعتبار
۴۷	۱۹	طران	طراز
۴۸	۱۳	سرفرو	سرخرو
۵۷	۵	نظرر	نظر
۶۱	۴	جاہ جلال	جاہ وجلال
۶۵	۸	جسم	جم و
۶۶	۲	ہرلبط	بربط
۷۲	۷	دیوان فارسی	دیوان فارسی پر
۷۴	۱	تغیر	تغیّر
۷۷	۲	آین	آئین
۷۸	۹	اہمہ	آہستہ
۸۲	۶	ضیمے	صنمے
۸۸	۴	شکل	مشکل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواہاں ہوں بوئے باغ تنزہ شمیم کا
یارب ادھر بھی بھیجدے جھونکا نسیم کا

تیرے گدا کو سلطنتِ جم سے کیا کہ ذوق
ہے کاسۂ شکستہ میں جامِ دونیم کا

نیرنگ جلوہ بارقۂ ہوش سوز ہے
کیا امتیاز رنگ سے کیجے شمیم کا

تیری نسیمِ لطف سے گل کو شگفتگی
وابستہ تیرے حکم پہ چلنا نسیم کا

واجب کی حکمت آئے گی ممکن کی عقل میں
کتنا دماغ ہے خلل آگیں حکیم کا

دقّت سے پہلے عجز سلامت کی راہ ہے
کیسا سپاسدار ہوں عقلِ سلیم کا

میری فنا ہے مشغلۂ محفلِ بقا
پروانہ ہوں میں پرتوِ شمعِ قدیم کا

گر تیرے شوق میں ہیں یہی بیقراریاں
لے لوں گا بوسہ پایۂ عرشِ عظیم کا

طاعت اگر نہیں تو نہو یاس کس لیے
وابستہ سبب ہے کرم کب کریم کا

جس وقت تیرے لطف کے دریا کو جوش آئے
فوارۂ جناں ہو زبانہ جحیم کا

اے شیفتہ عذابِ جہنّم سے کیا مجھے
میں امتی ہوں نار و جناں کی قسیم کا

یہ فیضِ عام شیوہ کہاں تھا نسیم کا
آخر غلام ہوں میں تمہارا قدیم کا

پیمانِ ترکِ جاہ لیا پیرِ دیر نے
پیمانہ دیکے بادۂ عنبر شمیم کا

کیا ڈھونڈھتی ہے قوم کہ آنکھوں میں قوم کی
خلدِ بریں ہے طبقۂ اسفل جحیم کا

اس شوخ کج ادا سے نہ آئی موافقت
کیونکر گلہ نہو مجھے طبعِ سلیم کا

شکوے یہ اب جو ہوتے ہیں باہم نئے نہیں
انداز ہم میں اُن میں یہی ہے قدیم کا

اُس وقت ہم گنے گئے احباب خاص میں
آیا جو تذکرہ کبھی لطفِ عمیم کا

بدمستیاں کبھی کبھی مستوری و عفاف
دستور ہے طبیعتِ نامستقیم کا

اُس رشکِ گل کی بسترِ گل سے ہے احتراز
ممنون ہوں عدو کے مزاجِ سقیم کا

اے جانِ بیقرار ذرا صبر چاہیے
بیشک ادھر بھی آئے گا جھوکا نسیم کا

جسکی سرشت صاف نہو آدمی نہیں
نیرنگ و عشوہ کام ہے دیو رجیم کا

اب جستجو ہے اُن کو ہماری تو کیا حصول
باقی نہیں اثر بھی عظامِ رمیم کا

عاشق بھی ہم ہوئے تو عجب شخص کے ہوئے
جو ایک دم میں خون کرے سو ندیم کا

ہم نے کئے قواعدِ وحشت جو منضبط
اہلِ جنوں میں ہمکو لقب ہے حکیم کا

ہی کارنامہ جب سے بیاضِ اپنی شیفتہ
تقویم سالِ رفتہ ہے دیواں کلیم کا

جب سے عطا ہوا ہمیں خلعت حیات کا
کچھ اور رنگ ڈھنگ ہوا کائنات کا

شیشہ اُتار شکوے کو بالائے طاق رکھ
کیا اعتبار زندگی نے ثبات کا

لڑتے ہو جب رقیب سے کرتے ہو مجھ سے صلح
مشتاق یہاں نہیں کوئی اس التفات کا

گر تیرے تشنہ کام کو دے خضر مرتے دم
پانی ہو خشک چشمۂ آبِ حیات کا

یہاں خار و خس کو بے ادبی سے نہ دیکھنا
ہاں عالمِ شہود ہے آئینہ ذات کا

کہتے ہیں جان جانتے ہیں بیوفا مجھے
کیا اعتبار ہے اُنھیں دشمن کی بات کا

واعظ جنونِ دوں سے نہیں باز پرس حشر
بس آپ فکر کیجئے اپنی نجات کا

جوشِ سرشکِ خوں کے سبب سے دمِ رقم
نامہ نہیں رہا یہ ورق ہے برات کا

اے مرگ آکہ میری بھی رہجائے آبرو
رکھا ہی اُس نے سوگ عدو کی وفات کا

ایسے کے آگے شیفتہ کیا چل سکے جہاں
احسان ایک عمر ہے ایک رات کا

کیا فائدہ نصیحتِ ناسودمند کا
کیا خوب پند گو بھی ہے محتاج پند کا

جب میں نہیں پسند تو پھر اور آ چکی
عاشق ہوں اُسکی خاطرِ مشکل پسند کا

اے بادِ صبح تا بہ کجا اہتزازِ گل
گوشہ اُلٹ دے یار کے منہ سے پرند کا

اُس ماہ وش کو غیر سیہ رو سے کام کیا
ہی فیض اپنے اخترِ بختِ نژند کا

اُس کوچہ میں ہی عزت خسرو گدا سے کم
کیوں ناز مستمند سہی ارجمند کا

نالہ تو نارسا نہیں کیونکہ گلہ کروں
ہیں شکوہ سنج ہوں ترے کاخِ بلند کا

دیوان کو ہمارے بتوں کی نگاہ میں
اے **شیفتہ** وہ رتبہ ہی جو بید و زند کا

کچھ انتظار مجھکو نہ می کا نہ ساز کا
ناچار ہوں کہ حکم نہیں کشفِ راز کا

لگتے نہیں پلک سے پلک جو تمام شب
ہی ایک شعبدہ مژۂ نیم باز کا

دشمن پئے صبوح جگاتے ہیں یار کو
یہ وقت ہی نسیم سحر اہتزاز کا

ایمن ہیں اہلِ جذبہ کہ رہبر ہی اُنکے ساتھ
سالک کو ہی خیال نشیب و فراز کا

پھنسنے کے بعد بھی ہے وہی شگفتگی
کیا خوب جال ہے نگہِ جاں نواز کا

تقوی مرا شعار ہی عصمت سرشت دوست
پھر مجھسے کونسا ہی سبب احتراز کا

بارے عجیب بات تو پھیلی جہان میں
پایا کسی نے گوہر افشائے راز کا

ساقی کے ہیں اگر یہی الطاف کیا عجب
ارض و سما میں ہوش نہو امتیاز کا

پیرِ مغاں نے رات کو وہ کچھ دکھا دیا
ہرگز رہا نہ دھیان بھی حسنِ مجاز کا

دیتا ہے داغ رشک پرندِ سپہر کو
جلوہ تمہاری معجزِ گوہر طراز کا

پانی وضو کو لاؤ رخِ شمع زرد ہی
مینا اُٹھاؤ وقت اب آیا نماز کا

یکتا کسی کو ہم نے نہ دیکھا جہان میں
طولِ امل جواب ہی زلفِ دراز کا

جورِ اجل کو شوخیٔ بیجا کہا کیا
تھا محو **شیفتہ** جو کسی مستِ ناز کا

نہ اس زمانہ میں چرچا ہی دانش و دیں کا
نہ شوق شعرِ تر و بذلہ ہائے رنگیں کا

شمیمِ زلف یہی ہی تو وحشتِ دل نے
کب انتظار کیا موسمِ ریاحیں کا

بناتِ نعش نے کس واسطے اُبھار رکھیں
نہیں ستارہ گہر خاندان پرویں کا

ازل میں دیکھتے ہی ہم سخن کو سمجھے تھے
کہ مشتری نہیں اس گوہرِ نو آئیں کا

نما نما ہی نہایت خلاف شیوۂ عشق
غلط ہی شوق ہمیں گریہ ہائے رنگیں کا

وہ طرفہ حال کہ جس سے جماد رقص کرے
نہ رنگ بھی متغیّر ہوا اہلِ تمکیں کا

ہزار مرتبہ فرہاد جان شیریں دے
وہی ہی حق نمکِ عشوہ ہائے شیریں کا

عجیب حال میں ہی **شیفتہ** معاف کرو
جو کچھ قصور بھی ہو اس غلامِ دیریں کا

ہائے اس برق جانسوز پہ آنا دل کا
سمجھے جو گرمیٔ ہنگامہ جلانا دل کا

ہی تیرا سلسلۂ زلف بھی کتنا دلبند
پھنسنے سے پہلے بھی مشکل تھا چھٹانا دل کا

دیکھتے ہم بھی کہ آرام سے سوتے کیونکر
نہ سُنا تم نے کبھی ہائے فسانا دل کا

ہمسے پوچھیں کہ اسی کھیل میں کھوئی ہی عمر
کھیل جو لوگ سمجھتے ہیں لگانا دل کا

عاقبت چاہِ ذقن میں خبر اُس کی پائی
مدتوں سے نہیں لگتا تھا ٹھکانا دل کا

کس طرح درد محبت میں جتاؤں اُس کو
بھید لڑکوں سے نہیں کہتے ہیں دانا دل کا

ہم یہ سمجھے تھے کہ آرام سے تم رکھوگے
لائیے تمکو ہی منظور ستانا دل کا

ہم بھی کیا سادہ ہیں کیا کیا ہیں توقع اُس سے
آجتک جس نے ذرا حال نجانا دل کا

جلوہ گاہ غم وشادی دل وشادی کمیاب
کیوں نہو شکوہ سرا ایک زمانا دل کا

شکل مانند پری اور یہ افسوں وفا
آدمی کا نہیں مقدور بچانا دل کا

شیفتہ ضبط کرو ایسی ہی کیا بیتابی
جو کوئی ہو تمھیں احوال سُنانا دل کا

ہم پر ہے التفات ہمارے حبیب کا
گیرا مگر نہیں ہی نفس عندلیب کا

اب وہ ہی جلوہ ریز لباسِ سپاس میں
جو عہد کودکی میں گلہ تھا ادیب کا

اچھا جو اس کو سونگھے تو آجائے اُسکو غش
اچھا اثر ہے زلف معنبر کی طیب کا

تیری گلی سے آگے نہ ہرگز ہوا چلے
کوچہ سے تیرے پاؤں نہ اُٹھے غریب کا

مصروف ہی بہت وہ ہمارے علاج میں
ہم بھی ذرا علاج کریں گے طبیب کا

تسلیم سے وفاق رضا سے ہی اتفاق
نے چرخ کا گلہ نہ گلہ ہے نصیب کا

ہم پانوں پھونک پھونک کے رکھتے ہیں کیا کریں
اس بزم میں ہی دخل سراسر رقیب کا

ہو جائے کاسہ لیس شگرفانِ میکدہ
جسکو کہ اشتیاق ہی حالِ عجیب کا

سنتے ہی نام دشمنِ صد سالہ ہو گیا
پوچھا جو مجھ سے نام کسی نے حبیب کا

اُس رشکِ گل نے لی ہی جو بلبل تو شیفتہ
دیکھے چمن میں شور کوئی عندلیب کا

محو ہوں میں جو اُس ستمگر کا
ہے گلہ اپنے حالِ ابتر کا

حال لکھتا ہوں جانِ مضطر کا
رگِ بسمل ہے تارِ مسطر کا

آنکھ پھرنے سے تیرے مجھکو ہوا
گردشِ دہر دورِ ساغر کا

شعلہ رو یار شعلہ رنگ شراب
کام یہاں کیا ہے دامنِ تر کا

شوق کو آج بیقراری ہے
اور وعدہ ہے روزِ محشر کا

نقشِ تسخیر غیر کو اُس نے
خوں لیا تو مرے کبوتر کا

میری ناکامی سے فلک کو حصول
کام ہے یہ اُسی ستمگر کا

اُس نے عاشق لکھا عدو کو لقب
ہائے لکھا مرے مقدر کا

آپ سے لحظہ لحظہ جاتے ہو
شیفتہ ہے خیال کس گھر کا

سب حوصلہ جو صرف ہوا جور یار کا
مجھ پر گلہ رہا ستم روزگار کا

تھا کیا ہجوم بہر زیارت ہزار کا
گل ہو گیا چراغ ہمارے مزار کا

جور و جفا بھی غیر پہ اے یار دلشکن
کچھ بھی خیال ہے دل امیدوار کا

کھلنے لگے ہیں از سر نو غنچہائے زخم
یہ فیض ہے صبا کی دم مشکبار کا

گر چاہتے ہو جامہ نہو چاک ناصحو
منگوا دو پیرہن مجھے اُس گلعذار کا

ہر کوچہ میں کھلی ہے جو دُکان میفروش
کیا فضل ہے شراب کی موسم بہار کا

گھبرا کے اور غیر کے پہلو سے لگ گئے
دیکھا اثر یہ نالۂ بے اختیار کا

وہ آتے آتے غیر کے کہنے سے تھم گئے
اب کیا کروں علاج دل بیقرار کا

آزاد ہے عذاب دو عالم سے شیفتہ
جو ہے اسیر سلسلۂ تابدار کا

اُس بزم میں ہر جنس سے کمتر نظر آیا
وہ حسن کہ خورشید کے عہدے سے بر آیا

بیفائدہ ہے وہم کہ کیوں بے خبر آیا
اس راہ سے جاتا تھا ہمارے بھی گھر آیا

کچھ دور نہیں اُن سے کہ نیرنگ بتا دیں
کیا فائدہ گر آنکھ سے لخت جگر آیا

گو کچھ نہ کہا پر ہوئے دل میں متاثر
شکوہ جو زباں پر مری آشفتہ تر آیا

بے طاقتیٔ شوق سے میں اٹھ ہی چکا تھا
ناگاہ وہ بیتاب مری قبر پر آیا

بے قدر ہے مفلس شجرِ خشک کی مانند
یہاں درہم و دینار میں برگ و ثمر آیا

حالِ دلِ صد چاک پہ کٹتا ہے کلیجا
ہر پارہ اک الماس کا ٹکڑا نظر آیا

دیکھے کہ جدائی میں ہے کیا حال وہ بدظن
اس واسطے شب گھر میں مرے بے خبر آیا

کیا دیر ہے ای ساقیٔ گلفام سحر ہے
کیا عذر ہے ای زاہدِ خشک ابر تر آیا

روداد میں ہیں شیفتہ کے مختلف اقوال
پوچھیں گے وہاں سے جو کوئی معتبر آیا

جب رقیبوں کا ستم یاد آیا
کچھ تمہارا بھی کرم یاد آیا

کب ہمیں حاجتِ پرہیز پڑی
غم نہ کھایا تھا کہ سم یاد آیا

نہ لکھا خط کہ خطِ پیشانی
مجھکو ہنگامِ رقم یاد آیا

شعلۂ زخم سے ای صید فگن
داغ آہوئے حرم یاد آیا

ٹھہرے کیا دل کہ تیری شوخی سے
اضطرابِ پئے رم یاد آیا

خوبیٔ بخت کہ پیمانِ عدو
اس کو ہنگامِ قسم یاد آیا

کھل گئی غیر سے الفت اسکی
جامِ مے سے نہ مجھے جم یاد آیا

وہ مرا دل ہے کہ خود بینوں کو
دیکھ کر آئینہ کم یاد آیا

کس لیے لطف کی باتیں ہیں پھر
کیا کوئی اور ستم یاد آیا

ایسے خود رفتہ ہوئے شیفتہ کیوں
کہیں اُس شوخ کا رم یاد آیا

قبر پر وہ بت گلفام آیا
بارے مرنا تو مرے کام آیا

دو قدم یہاں سے وہ کوچہ ہی مگر
نامہ بر صبح گیا شام آیا

مر گئے پر نہ گیا رنج کہ وہ
گور پر آئے تو آرام آیا

خیر باد اے ہوسِ کام کہ اب
دل میں شوقِ بت خود کام آیا

شمع کی طرح اُٹھے ہم بھی جب
دشمنِ تیرہ سر انجام آیا

جب مری آہ فلک پر پہنچی
تب وہ مغرور سرِ بام آیا

جلد منگواؤ شرابِ گلرنگ
شیفتہ ساقیٔ گلفام آیا

اُس سے میں شکوہ کی جا شکر ستم کر آیا
کیا کروں تھا مرے دل میں سو زباں پر آیا

قبر سے اُٹھ کے یہی دھیان مکرر آیا
وہ تو آئے نہیں میں آپ میں کیونکر آیا

وعدہ کس شخص کا اور وہ بھی نہایت کچا
ہم بھی کیا خوب ہیں سچ مچ ہمیں باور آیا

مجھ سے وہ صلح کو اس شان سے آئے گویا
جنگ کے واسطے دارا سے سکندر آیا

جذبۂ شوق کی تاثیر اسے کہتے ہیں
سن کے قاصد کی خبر آپ وہ در پر آیا

خاک ہونے کا مرے ذکر نہ آیا ہو کہیں
آج اُس بزم سے کچھ غیر مکدر آیا

اُڑ گئے ہوش کہ پیغام اجل ہی یہ جواب
کوچۂ یار سے زخمی جو کبوتر آیا

دلِ صد چاک میں ہی کاکلِ مشکیں کا خیال
کہ مجھے گریہ جو آیا تو معطر آیا

اے اجل نیم نگہ کی تو مجھے مہلت دے
اہلِ ماتم میں یہ چرچا ہے کہ دلبر آیا

اپنی محفل سے یہ آزردہ اُٹھایا مجھکو
کہ منانے کے لیے آپ مرے گھر آیا

نہ دیا ہائے مجھے لذتِ آزار نے چین
دل ہوا رنج سے خالی بھی تو جی بھر آیا

آپ مرتے تو ہیں پہ جیتے ہی بن آئے گی
شیفتہ ضد پہ جو اپنی وہ ستمگر آیا

رات واں گل کی طرح سے جسے خنداں دیکھا
صبح بلبل کی روش ہمدمِ افغاں دیکھا

کوئی بے جان جہاں میں نہیں جیتا لیکن
تیرے مہجور کو جیتے ہوئے بیجاں دیکھا

میں نے کیا جانیے کس ذوق سے دی جان دمِ قتل
کہ بہت اُس سے ستمگر کو پشیماں دیکھا

نہ ہوا یہ کہ کبھی اپنے گلے پر دیکھیں
یوں تو سو بار ترا خنجرِ برّاں دیکھا

اس طرف کو بھی نگہ تا سرِ مژگاں آئی
بارے کچھ کچھ اثرِ گریۂ پنہاں دیکھا

پانی پانی ہوئے مرقد پہ مری آکے وہ جب
شمع کو نعش پہ پروانہ کی گریاں دیکھا

قطعہ

غم غلط کرنے کو احباب ہمیں جانب باغ — لیگئے گل تو عجب رنگ گلستاں دیکھا
ورد میں خاصیت اخگرِ سوزاں پائی — نسترن میں اثرِ خارِ مغیلاں دیکھا
ایک نالے میں ستم ہائے فلک سے چھوٹے — جسکو دشوار سمجھتے تھے سو آساں دیکھا
کون کہتا ہی کہ ظلمت میں کم آتا ہے نظر — جو نہ دیکھا تھا سو ہم نے شبِ ہجراں دیکھا

شیفتہ زلف پریرو کا پڑا سایہ کہیں
میں نے جب آپکو دیکھا تو پریشاں دیکھا

جفا و جور کا اُس سے گلا کیا — جو پوچھے مہربانی کیا وفا کیا
وہ بے پروا جوابِ نامہ لکھے — خدا جانے کہ دشمن نے لکھا کیا
دیا کیوں ہم نے اُس بدخو پہ عاشق — ہمارا دوست کوئی بھی نہ تھا کیا
شمیم گل نہیں بوئے پیرہن ہے — غلط ہی یہ کہ احسانِ صبا کیا
نہ لکھنا تھا غمِ ناکامیٔ عشق — جوابِ نامہ نے مدعا کیا
ہمیں تھا آپ قصد عرض احوال — جو وہ خود پوچھتے ہیں پوچھنا کیا
تماشا ہی جلے گر خانۂ غیر — وہ کہتے ہیں کہ آہِ شعلہ زا کیا
فنائے عاشقاں عینِ بقا ہی — دیت زندوں کی کیسی خوں بہا کیا

اگر ہی بوالہوس تو قتل کر چک
عدو سے وعدۂ شوق آزما کیا

قطعہ

کہا کل میں نے اے سرمایۂ ناز
تلوّن سے ہی تمکو مدّعا کیا

کبھی مجھ پر عتاب بے سبب کیوں
کبھی بے وجہ غیروں سے وفا کیا

کبھی محفل میں وہ بیباکیاں کیوں
کبھی خلوت میں یہ شرم و حیا کیا

کبھی تمکین صولت آفریں کیوں
کبھی الطاف جرأت آزما کیا

کبھی وہ طعنہ ہائے جانگزا کیوں
کبھی یہ غمزہ ہائے جانفزا کیا

کبھی شعروں سے میری نغمہ سازی
کبھی کہنا کہ یہ تمنے کہا کیا

کبھی بے جرم یہ آزردہ ہونا
کہ کیا طاقت جو پوچھوں میں خطا کیا

کبھی اس دشمنی پر بھی تسکیں
پئے ہم جلوہ ہائے دلربا کیا

یہ سب طول اس نے سنکر بے تکلف
جواب اک مختصر مجھکو دیا کیا

ابھی اے **شیفتہ** واقف نہیں تم
کہ باتیں عشق میں ہوتی ہیں کیا کیا

وہ پریوش عشق کے افسوں سے مائل ہوگیا
مفت میں مشہور ہیں لوگوں میں عامل ہوگیا

میں نہیں فرہاد وہ خسرو نہیں پھر کیا سبب
غیر کا مائل جو وہ شیریں شمایل ہوگیا

اشکباری ہمکناری کی ہوس میں رات تھی
قلزمِ گریہ کو اُسکا دھیان ساحل ہو گیا

زخم میرے خنجرِ خونریز تھے اغیار کو
بیوفائی سے خجل کسوقت قاتل ہو گیا

اہلِ وحشت کو مری شورش سے لازم ہی خطر
میں وہ مجنوں ہوں کہ مجنوں کے مقابل ہو گیا

رشکِ خسرو بے تصرف نازِ شیریں نے اثر
سینۂ فرہاد مثلِ بےستوں سِل ہو گیا

ہی خراشِ ناخنِ غم میں بھی کیا بالیدگی
جو ہلالِ غرہ تھا سو ماہ کامل ہو گیا

عید کے دن ذبح کرنا اوربھی اچھا ہوا
حلقۂ اسلام میں وہ شوخ داخل ہو گیا

اُس کے اُٹھتے ہی یہ ہلچل پڑ گئی بس بزم میں
طورِ روزِ حشر سب کو طورِ محفل ہو گیا

ہوش تو دیکھو کہ سُنکر میری وحشت کی خبر
چھوڑ کر دیوانہ پن کو قیس عاقل ہو گیا

ہاتھ اُٹھایا اُس نے قتلِ بیگنہ سے میرے بعد
طالعِ اغیار سے جلّاد عادل ہو گیا

حسن کے اعجاز نے تیرے مٹایا کفر کو
تیرے آگے نقشِ مانی نقشِ باطل ہو گیا

تیر غمزے نے دم جوہر دیا وہ بڑی تسخیر تھی
آبِ چشمِ یار آبِ چاہِ بابل ہو گیا

ہی عدم میں بھی تلاشِ سرمہ و مشک و نمک
شیفتہ تیغِ نگہ سے کس کی گھائل ہو گیا

یار کو محرومِ تماشا کیا
مرگِ مفاجات نے یہ کیا کیا

آپ جو ہنستے رہے شب بزم میں
جان کو دشمن کی میں رویا کیا

عرضِ تمنا سے رہا بیقرار
شب وہ مجھے میں اُسے چھیڑا کیا

سرد ہوا دل وہ ہی غیروں سے گرم
شعلے نے الٹا مجھے ٹھنڈا کیا

مہرِ قمر کا ہی اب اُن کو گماں
آہ فلک سیر نے یہ کیا کیا

اُنکو محبت ہی میں شک پڑ گیا
ڈر سے جو شکوہ نہ عدو کا کیا

دیکھیے اب کون ملے خاک میں
یار نے گردوں سے کچھ ایما کیا

حسرتِ آغوش ہی کیوں ہمکنار
غیر سے کب اُس نے کنارا کیا

چشمِ عنایت سے بچی جان مجھے
نرگسِ بیمار نے اچھا کیا

غیر ہی کو چاہیں گے اب **شیفتہ**
کچھ تو ہی جو یار نے ایسا کیا

اُس جنبشِ ابرو کا گلا ہو نہیں سکتا
دل گوشت ہی ناخن سے جدا ہو نہیں سکتا

کچھ تو ہی اثر کر ترے قربان خموشی
نالوں سے تو کچھ کام مرا ہو نہیں سکتا

گر غیر بھی ہو وقفِ ستم تو ہے مسلم
کچھ تم سے بجز جور و جفا ہو نہیں سکتا

کھولے گرہ دل کو ترا ناخنِ شمشیر
یہ کام اجل سے بھی روا ہو نہیں سکتا

سبقت ہو مجھے راہ میں اُس کوچہ کی مجھ پر
زنہار یہ اے راہ نما ہو نہیں سکتا

میں نے جو کہا ہمدم اغیار نہ ہو جے
تو چین بجبیں ہو کے کہا ہو نہیں سکتا

یہ رازِ محبت ہی نہ افسانۂ بلبل
محرم ہو مری بادِ صبا ہو نہیں سکتا
کب طالعِ خفتہ نے دیا خواب میں آنے
وعدہ بھی کیا وہ کہ وفا ہو نہیں سکتا

وہ مجھ سے خفا ہی تو اُسے یہ بھی ہی زیبا
پر شیفتہ میں اُس سے خفا ہو نہیں سکتا

صبح ہوتے ہی گیا گھر مہِ تاباں میرا
پنجۂ غیر نے کیا چاک گریباں میرا
گرم گرم اُس رُخِ نازک پہ نظر کس نے کی
رشک گلریز ہی کیوں دیدۂ گریاں میرا
وادیٔ نجد کو دلّی سے نہ دینا نسبت
ہی وہ مجنوں کا بیاباں یہ بیاباں میرا
دیکھکر میری طرف ہنس کے کہا یہ دمِ قتل
آج تو دیکھ لیا آپ نے پیماں میرا
نہ گھر آیا نہ جنازہ پہ نہ مرقد پہ کبھی
حیف صد حیف نہ نکلا کوئی ارماں میرا
چارہ ساز و کوئی رہتا ہی بجز چاک ہوئے
آپ سو بار سئیں ہیں یہ گریباں میرا

اُسکی زلفوں کا نہو دھیان تو ای شیفتہ پھر
اس شبِ ہجر میں ہی کون نگہباں میرا

گو میں یادِ قدِ یار نے سونے نہ دیا
فتنۂ حشر کو رفتار نے سونے نہ دیا
واہ اے طالعِ خفتہ کہ شبِ عیش میں بھی
وہمِ بیخوابیٔ اغیار نے سونے نہ دیا
وا رہیں صورتِ آغوش سحر تک آنکھیں
شوقِ ہمخوابیٔ دلدار نے سونے نہ دیا

یاس سے آنکھ بھی جھپکی تو توقع سے کھلی
صبح تک وعدۂ دیدار نے سونے نہ دیا

طالعِ خفتہ کی تعریف کہاں تک کیجے
پاؤں کو بھی خلشِ خار نے سونے نہ دیا

دردِ دل سے جو کہا نیند نہ آئی تو کہا
مجھکو کب نرگسِ بیمار نے سونے نہ دیا

شبِ ہجراں نے کہا قصۂ گیسوئے دراز
شیفتہ تو بھی دلِ زار نے سونے نہ دیا

آج ہی کیا آگ ہی سرگرم کیں تو کب نہ تھا
شمع ساں مجبورِ خوئے آتشیں تو کب نہ تھا

آج ہی دعویٰ ہی کیا تجھکو بتانِ دہر سے
غیرتِ غلمان و رشکِ حورِ عیں تو کب نہ تھا

آج ہی ہر بات پر بیوجہ کیا رکتا ہے تو
اے ستمگر برسرِ پرخاش و کیں تو کب نہ تھا

آج ہی تیری جگہ کچھ سینہ و دل میں نہیں
مثلِ تیرِ غمزۂ ظالم دلنشیں تو کب نہ تھا

آج ہی کیا شرم و شوخی کو ملایا ہے بہم
غیر سے بیباک مجھ سے شرمگیں تو کب نہ تھا

آج ہی کیا ہی فلک پر شکوۂ فریادِ خلق
اے ستمگر آفتِ روئے زمیں تو کب نہ تھا

آج ہی کیا دشمنوں سے قتل کی تدبیر ہے
ای جفاجو درپئے جانِ حزیں تو کب نہ تھا

آج ہی باتیں بنائی یہاں کے آنے میں نہیں
حیلہ گر تو کب نہ تھا عذر آفریں تو کب نہ تھا

آج ہی اٹھکر یہاں سے کیا عدو کے گھر گیا
مہروش شب کو کہیں دن کو کہیں تو کب نہ تھا

آج ہی ٹیکا لگانے سے لگے کیا چار چاند
نے تکلف بے تکلف مہ جبیں تو کب نہ تھا

آج ہی کچھ سوزِ ہجراں سے نہیں پروانہ وار
شیفتہ بیتاب ہے رو آتشیں تو کب نہ تھا

میں پریشاں گرد اور محفل نشیں تو کب نہ تھا
ہر کہیں کس دن نہ تھا میں ہر کہیں تو کب نہ تھا

یہاں سبک حرفِ ملامت واں گراں عرضِ نیاز
سخت جاں میں کب نہ تھا اور نازنیں تو کب نہ تھا

ناصح و واعظ کی طعنوں ای صنم ہم کب نہ تھے
آفتِ جان و بلائی عقل و دیں تو کب نہ تھا

انتہا کی بات ہی یہاں ابتدائے عشق ہے
ہم نہ تھے کب عجز گستر خشمگیں تو کب نہ تھا

جستجو میں سرمۂ تسخیر کی ہم کب نہ تھے
چشمِ افسوں ساز سے سحر آفریں تو کب نہ تھا

تجھکو شک الفت میں اپنے ہمکو وہم ربطِ غیر
بدگماں ہم کب نہ تھے اور بے یقیں تو کب نہ تھا

ناشکیبا مضطرب وقفِ ستم ہم کب نہ تھے
بیمروت بیوفا مصروفِ کیں تو کب نہ تھا

تیری ان باتوں پہ ہم طعنے اٹھاتے کب نہ تھے
ای ستمگر شیفتہ کا ہمنشیں تو کب نہ تھا

میں وصل میں بھی شیفتہ حسرت طلب رہا
گستاخیوں میں بھی مجھے پاسِ ادب رہا

تغیرِ وضع کی ہے اشارہ وداع کا
یعنی جفا پہ خوگرِ الطاف کب رہا

میں رشک سے چلا تو کہا بے سبب چلا
اس پر جو رہ گیا تو کہا بے سبب رہا

دم بھر بھی غیر پہ نگہِ لطف کیوں ہے اب
اک عمر میں ستم کشِ چشمِ غضب رہا

تھا شیب تو آہ میں بھی اثر جذب دل نہیں بھی
کیونکر نہ آئے شیفتہ مجھکو عجب رہا

بسکہ آغاز محبت میں ہوا کام اپنا
پوچھتے ہیں ملک الموت سے انجام اپنا

عمر کٹتی ہی تصور میں رخ و کاکل کے
رات دن اور ہی لے گردش ایام اپنا

وہاں یہ قدغن کہ نہ آواز فغاں بھی پہنچے
یہاں یہ شورش کہ گذرا ہو لب بام اپنا

ان سے نازک کو کہاں گرمی صحبت کی تاب
بس کلیجا نہ پکا اے طمع خام اپنا

تپش دل کے سبب سے ہی مجھے خواہش مرگ
کون ہی جس کو نہ منظور ہو آرام اپنا

بادہ نوشی سے ہماری جو لہو خشک ہوا
خون اغیار سے لبریز ہے کیا جام اپنا

لطف سمجھوں تو بجا جور بھی سمجھوں تو درست
تم نے بھیجا ہی مرے پاس جو ہمنام اپنا

ذکر عشاق سے آتی ہی جو غیرت اسکو
آپ عاشق ہی مگر وہ بت خود کام اپنا

تاب بوسہ کی کسی شیفتہ وہ دیں بھی اگر
کر چکے کام یہاں لذت دشنام اپنا

جی داغ غم رشک سے جل جائے تو اچھا
ارمان عدو کا بھی نکل جائے تو اچھا

پروانہ بنا میرے جلانے کو وفادار
محفل میں کوئی شمع بدل جائے تو اچھا

کس چین سے نظارہ ہر دم ہو میسر
دل کوچہ دشمن میں بہل جائے تو اچھا

تم غیر کے قابو سے نکل آؤ تو بہتر	حسرت یہ میرے دل کی نکل جائے تو اچھا

سودا زدہ کہتے ہیں ہو شیفتہ افسوس
تھا دوست ہمارا ابھی سنبھل جائے تو اچھا

پلا جام ساقی مے ناب کا	کہ کچھ حظ اُٹھے سیر مہتاب کا
دل زار کا ماجرا کیا کہوں	فسانہ ہی مشہور سیماب کا
کہاں پھر وہ نایاب پایا جسے	غلط شوق ہی جنس نایاب کا
نکیجو غل اے خوشنوایان صبح	یہ ہی وقت اُنکے شکر خواب کا
محبت نہ ہرگز جتائی گئی	رہا ذکر کل اور ہر باب کا
دم سرد سے لا نہ طوفان باد	نہ سن ماجرا چشم پر آب کا
وہاں بیخودوں کی خبر کون لے	جہاں شغل ہو بادہ ناب کا
وہاں تیرہ روزوں کی پروا کسے	جہاں شوق ہو سیر مہتاب کا
وہ تشخیص شخصی بھی جاتی رہی	کنارا اُلٹتے ہی جلباب کا
میں بے جرم رہتا ہوں خائف کہ واں	جفا میں نہیں دخل اسباب کا
پڑے صبر آرام کی جان پر	مری جان نے صبر بیتاب کا
لب لعل کو کس کے جنبش ہوئی	ہوا میں ہی کچھ رنگ عناب کا

نہ کرنا خطا پر نظر شیفتہ
کہ اغماض شیوہ ہی احباب کا

تقلید عدو سے ہمیں ابرام نہوگا
ہم خاص نہیں اور کرم عام نہوگا

صیّاد کا دل اُس سے پگھلنا متعذر
جو نالہ کہ آتش فگن دام نہوگا

جس سے ہی مجھے ربط وہ ہی کون کہاں ہے
الزام کے دینے سے تو الزام نہوگا

بیداد وہ اور اُس پہ وفا یہ کوئی مجھ سا
مجبور ہوا ہی دلِ خود کام نہوگا

وہ غیر کے گھر نغمہ سرا ہونگے مگر کب
جب ہم سے کوئی نالہ سرانجام نہوگا

ہم طالبِ شہرت ہیں ہمیں ننگ سے کیا کام
بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہوگا

قاصد کو کیا قتل کبوتر کو کیا ذبح
لیجاے مرا اب کوئی پیغام نہوگا

جب پردہ اُٹھا تب ہی عدو دوست کہاں تک
آزار عدو سے مجھے آرام نہوگا

یہاں جیتے ہیں امید شبِ وصل پہ اور وہاں
ہر صبح توقع ہے کہ تا شام نہوگا

قاصد سے ہے عبث منتظرِ وقت کہاں وقت
کس وقت اُنھیں شغلِ مے و جام نہوگا

دشمن پسِ دشنام بھی ہی طالبِ بوسہ
محوِ اثرِ لذّتِ دشنام نہوگا

رخصت بس اب ای نالہ کہ یہاں ٹھہر چکی ہی
نالہ نہیں جو آفتِ اجرام نہوگا

برق آئینۂ فرصت گلزار ہے اُس پر
آئینہ نہ دیکھے کوئی گلفام نہوگا

اے اہلِ نظر ذرہ میں پوشیدہ ہی خورشید
ابضلح سے حاصل بجز ابہام نہو گا

اس ناز و تغافل میں ہی قاصد کی خرابی
بیچارہ کبھی لائقِ انعام نہو گا

اُس بزم کے چلنے میں ہو تم کیوں متردد
کیا شیفتہ کچھ آپ کا اکرام نہو گا

دیکھوں تو کہاں تک وہ تلطف نہیں کرتا
آرے سے اگر چیرے تو میں اُف نہیں کرتا

تم دیتے ہو تکلیف مجھے ہوتی ہی راحت
سچ جانیے میں اسمیں تکلف نہیں کرتا

سب باتیں اُنھیں کی ہیں تو سچ بولیو قاصد
کچھ اپنی طرف سے تو تصرف نہیں کرتا

سو خوف کی ہو جائے مگر رند نظر باز
دل جلوہ گہہ لا تشف وشف نہیں کرتا

شوخی سے کسی طرح سے چین اُسکو نہیں ہی
آتا ہی مگر آکے توقف نہیں کرتا

اُس شوخ ستمگر سے پڑا ہی مجھے پالا
جو قتل کئے پر بھی تاسف نہیں کرتا

جو کچھ ہی انا میں وہ ٹپکتا ہے انا سے
کچھ آپ سے میں ذکر تصوف نہیں کرتا

تسکین ہو کیا وعدہ سے معشوق ہی آخر
ہر چند سُنا ہی کہ تخلف نہیں کرتا

کیا حال تمھارا ہی ہمیں بھی تو بتاؤ
سنے وجہ کوئی شیفتہ اُف اُف نہیں کرتا

اپنی جوار میں ہمیں مسکن بنا دیا
دشمن کو اور دوست نے دشمن بنا دیا

مشاطہ نے مگر عملِ سیمیا کیا — گل برگ کو جو غنچۂ سوسن بنا دیا

دامن تک اُس کے ہائے نہ پہنچا کبھی وہ ہاتھ — جس ہاتھ نے کہ جیب کو دامن بنا دیا

دیکھا نہ ہو گا خواب میں بھی یہ فروغِ حُسن — پردے کو اُس کے جلوے نے چلمن بنا دیا

تم لوگ بھی غضب ہو کہ دل پر یہ اختیار — شب موم کر لیا سحر آہن بنا دیا

پروانہ ہے خموش کہ حکمِ سخن نہیں — بلبل ہے نغمہ گر کہ نوازن بنا دیا

صحرا بنا رہا ہے وہ افسوس شہر کو — صحرا کو جسکے جلوہ نے گلشن بنا دیا

مشاطہ کا قصور سہی سب بناؤ میں — اُس نے ہی کیا نگہ کو بھی پُرفن بنا دیا

اظہارِ عشق اُس سے نہ کرنا تھا شیفتہ
یہ کیا کیا کہ دوست کو دشمن بنا دیا

کیا لائقِ زکوٰۃ کوئی بے نوا نہ تھا — انفاسِ باد میں نفسِ آشنا نہ تھا

اس قوم کی سرشت میں ہی کم محبتی — شکوہ جو اُس سے تھا مجھے ہرگز بجا نہ تھا

تاثیرِ نالہ نکتہ بعد الوقوع ہے — یہاں غیرِ رسم اور کوئی مدعا نہ تھا

وحشت تھی مجھکو پہلے بھی پر یہ تپش نہ تھی — شورش بھی تھی مجھکو پہلے بھی پر یہ مزا نہ تھا

اُنکی نگاہِ ناز عجب تازیانہ تھی — معذور پھر اُدھر نظرِ شوق کا نہ تھا

افسوس وہ مظاہرِ کونی میں پھنس گیا — جو عالمِ عقول سے ناآشنا نہ تھا

شرمانے اسقدر رہے کیوں آپ رات کو
مدت میں گو ملے تھے مگر میں نیا نہ تھا

بے پردہ اُنکے آنے سے حیرت ہوئی مجھے
وصلِ عدو کی رات تھی روزِ جزا نہ تھا

نان و نمک کی تھی ہمیں توفیق شیفتہ
سازو نوا کے واسطے برگ و نوا نہ تھا

کل نغمہ گر جو مُطرب جادو ترانہ تھا
ہوش و ہواس و عقل و خرد کا پتا نہ تھا

یہ بُت کہ جائے شیب ہی جب تھا نقاب میں
عہدِ شباب اور بتوں کا زمانہ تھا

معلوم ہی ستاتے ہو ہر ایک بہانہ سے
قصداً نہ آئے رات حنا کا بہانہ تھا

حسرت سے اُسکے کوچہ کو کیونکر نہ دیکھئے
اپنا بھی اس چمن میں کبھی آشیانہ تھا

کیا میکدوں میں ہی کہ مدارس میں وہ نہیں
البتہ ایک واں دلِ بے مدعا نہ تھا

ساقی کی بے مدد نہ بنی بات رات کو
مطرب اگرچہ کام میں اپنے یگانہ تھا

پھر آج اُنکی بزم میں بے ڈھب ہے بند و بست
آلودہ مے سے دامنِ بادِ صبا نہ تھا

دشمن کے فعل کی تھیں توجیہ کیا ضرور
تم سے فقط مجھے گلۂ دوستانہ تھا

کل شیفتہ سحر کو عجب حال خوش میں تھے
آنکھوں میں نشا، اور لبوں پر ترانہ تھا

تھا غیر کا جو رنجِ جُدائی تمام شب
نیند اُنکو میرے ساتھ نہ آئی تمام شب

شکوہ مجھے نہو جو مکافات حد سے ہو
وہاں صلح ایک دم ہے لڑائی تمام شب

یہ ڈر رہا کہ سوتے نہ پائیں کہیں مجھے
وعدے کی رات نیند نہ آئی تمام شب

سچ تو یہ ہی کہ بول گئے اکثر اہلِ شوق
بلبل نے کی جو نالہ سرائی تمام شب

دم بھر بھی عمر کھوئی جو ذکرِ رقیب میں
کیفیت وصال نہ پائی تمام شب

تھوڑا سا میرے حال پہ فرما کیا التفات
کرتے رہے وہ اپنی بڑائی تمام شب

وہ آہ تار و پود ہو جسکا ہوائے زلف
کرتی ہی عنبری و صبائی تمام شب

وہ صبح جلوہ جلوہ گرِ باغ تھا جو رات
مرغِ سحر نے دھوم مچائی تمام شب

افسانے سے بگاڑ ہے ان بن ہی خواب سے
ہی فکرِ وصل و ذکرِ جدائی تمام شب

جس کے شمیم زلف پہ میں غش ہوں شیفتہ
اُس نے شمیم زلف سنگھائی تمام شب

یوں بزمِ گلرخاں میں ہی اس دل کو اضطراب
جیسے بہار میں ہو عنادل کو اضطراب

نیرنگ حسن و عشق کے کیا کیا ظہور ہیں
بسمل کو اضطراب ہی قاتل کو اضطراب

آجائے ہمنشیں وہ پری وش تو کیا نہو
دیوانہ وار ناصحِ عاقل کو اضطراب

سیماب وار سارے بدن کو ہی یہاں طپش
تسکین ہو سکے جو ہو اک دل کو اضطراب

وہ با ادب شہید ہوں میرا جو نام لے
قاتل تو پھر نہو کسی بسمل کو اضطراب

افسوس باد آہ سے ہل بھی نہ جائے اور
یوں ہو ہولسے پردۂ محمل کو اضطراب

میں جاں بلب ہوں اور خبرِ وصل جان طلب
کیا کیا نہیں دہندہ و سائل کو اضطراب

لکھا ہی خط میں حال دلِ بیقرار کا
ہو گا ضرور شیفتہ حامل کو اضطراب

کیا اُٹھ گیا ہی دیدۂ اغیار سے حجاب
ٹپکا پڑے ہی کیوں نگۂ یار سے حجاب

لاؤ نغم نہیں جو تمنائے وصل پر
انکار سے حجاب ہی اقرار سے حجاب

تقلید شکل چاہیے سیرت میں بھی بجھے
کب تک رہے مجھے ترے اطوار سے حجاب

دشنام دین عجب بوسہ میں ابرام ہم کریں
طبع غیور کو ہے پر اصرار سے حجاب

رندی میں بھی گئی نہ یہ مستوری و صلاح
آتا ہی مجھکو محرم اسرار سے حجاب

وہ طعنہ زن ہی زندگی ہجر پر عبث
آتا ہی مجھکو حسرت دیدار سے حجاب

جوشِ نگاہ دیدۂ حیراں کو کیا کہوں
ظاہر ہے روئے آئینہ رخسار سے حجاب

روز و شبِ وصال مبارک ہو شیفتہ
جورِ فلک کو ہی ستم یار سے حجاب

دشمن سے ہی میرے دلِ مضطر کی شکایت
کیونکر نہ کروں شوخیٔ دلبر کی شکایت

دیوانۂ الفت ادب آموز خرد ہے
سودے میں نہیں زلف معنبر کی شکایت

تاخیر نہ کر قتل شہیدانِ وفا میں
ہر ایک کو ہی تیزیٔ خنجر کی شکایت

تاثیر ہو کیا اُن لب و دنداں کا ہوں ہمسایہ
نے لعل کا شکوہ ہی نہ گوہر کی شکایت

کیوں بوالہوس سے دلِ عاشق کا گلا ہے
غیروں سے بھی کرتا ہی کوئی گھر کی شکایت

اب ظلم سرشتوں کی نگہ سے ہوں مقابل
ہوتی تھی کبھی کاوشِ نشتر کی شکایت

یہاں کانٹوں پہ بھی لوٹنے میں چین نہیں ہے
وہاں غیر سے ہی پھولوں کے بستر کی شکایت

تعلیم بد آموز کو ہم کرتے ہیں یعنے
ہی شکر وفا جورِ ستمگر کی شکایت

نے پردہ وہ آئیں گے تو کیسے مجھے ہو گی
اے شیفتہ ہنگامۂ محشر کی شکایت

اُس وفا کی مجھ سے پھر امیدواری ہی عبث
دلفریبی کی لگاوٹ یہ تمھاری ہی عبث

دشمنی کو جو کہ احساں جانتا ہو ناز سے
اُس ستم ایجاد سے امیدیاری ہی عبث

غمزہ ہائے دوست بعد از مرگ بھی نظروں میں ہیں
وہم راحت سے عدو کو بیقراری ہی عبث

سرو میں کب پھل لگا تاثیر کیا ہو آہ میں
چشم تر کی صورتِ ابر اشکباری ہی عبث

ہم نے غافل پا کے تجھکو اور کو دل دیدیا
اے ستمگر اب تری غفلت شعاری ہی عبث

ہجر میں چرخ و اجل نے گر نہ کی یاری تو کیا
دشمنوں سے شیفتہ امیدواری ہی عبث

نہ کر فاش رازِ گلستاں عبث ‏— نہو بلبلِ زار نالاں عبث

کفایت تھی مجھکو تو چینِ جبیں ‏— کیا قتل کا اور ساماں عبث

مقدم ہے ترکِ عدو کی قسم ‏— وگرنہ یہ سب عہد و پیماں عبث

جو آیا ہے وادی میں تو صبر کر ‏— شکایاتِ خارِ مغیلاں عبث

تکبّر گدائی خرابات سے ‏— نہ اے خواجہ کھو جانِ ایماں عبث

وہاں صوتِ مینا و آوازِ ساز ‏— خوش آہنگیٔ مرغِ شب‌خواں عبث

وہاں دس بجے دن کو ہوتی ہے صبح ‏— سحر خیزیٔ عندلیباں عبث

دمِ خضر ہے چشمۂ زندگی ‏— سکندر سرِ آبِ حیواں عبث

پری کا وہاں مجھکو سایہ ہوا ‏— نہیں اشتیاقِ دلبستاں عبث

طلبگار راحت ہیں نا دردمند ‏— اگر درد ہے فکرِ درماں عبث

یہ نازک مزاجوں کا دستور ہے ‏— خشونت سے اندوہ و حرماں عبث

شکایت کو اُس نے سنا بھی نہیں ‏— کھلا غیر پر رازِ پنہاں عبث

مرے غم میں گیسوئے مشکیں نہ کھول ‏— نہو خلق کا دشمنِ جاں عبث

محبت جتاتا ہوں ہر طور سے ‏— اثر کی نظر سوئے افغاں عبث

نہ سمجھا کسی نے مجھے کل نہ صبح ‏— ہوا ٹکڑے ٹکڑے گریباں عبث

نہ مجھے یوں بٹھاتے وہ کب بزم میں	اُٹھائے رقیبوں نے طوفاں عبث

یہ انداز دلکش کہاں شیفتہ
جگر کا دیِ مرغِ بستاں عبث

اے شیفتہ نوید شبِ غم سحر ہے آج	ہمتاب آفتاب فروغِ قمر ہے آج
آہنگ دلپذیر سے مطرب ہی جاں نواز	آہِ جگر خراش کا ظاہر اثر ہے آج
دل سے کشادہ تر نہو کیونکر فضائے بزم	تنگیٔ خانہ حلقۂ بیرونِ در ہے آج
فانوس میں نہ شمع نہ شیشہ میں ہی پری	ساغر میں جیسی بہار سے می جلوہ گر ہے آج
پروانوں کا دماغ بھی ہے آسماں پہ	نورِ چراغ میں جو فروغِ قمر ہے آج
ہر سمت جلوہ گر ہیں جوانانِ لالہ رو	گلزار جسکو کہتے ہیں وہ اپنا گھر ہے آج
ساماں وہ کہ آئے نہ چشمِ خیال میں	آ اے رقیب دیکھ کہ پیشِ نظر ہے آج
وہ دن گئے کہ ربطِ سر و سنگ تھا بہم	شکرانہ کے سجود میں اور اپنا سر ہے آج

اسباب عیش یہ جو مہیا ہی شیفتہ
کیا پردہ تم سے آینکی اُنکی خبر ہی آج

شیفتہ ہجر میں تو نالۂ شبگیر نہ کھینچ	صبح ہونے کی نہیں خجلتِ تاثیر نہ کھینچ
ای ستمگر رگ جاں میں ہی مری پیوستہ	دم نکل جائیگا سینہ سے مرے تیر نہ کھینچ

حد پر بھی کوئی کرتا ہے عمل دنیا میں
رنج بیہودہ بس اے عاملِ تسخیر نہ کھینچ

عشق سے کیا ہی بجھے شکل تری کھنچتی ہے
حُسن تقریر کو آہیں دمِ تقریر نہ کھینچ

ہے یہ سامان صفائی کا عدو سے کیونکر
دستِ مشّاطہ سے یوں زلف گرہ گیر نہ کھینچ

اے ستم پیشہ کچھ امید تلافی تو ہے
دستِ نازک سے مرے قتل کو شمشیر نہ کھینچ

چارہ گر فکر کر اس میں کہ مقدر بدلے
ورنہ بیہودہ اذیّت سے پے تدبیر نہ کھینچ

کون مجرم ہے جو شایقِ تعزیر نہیں
شوق تعزیر سے تو حسرتِ تقصیر نہ کھینچ

وجد کو زمزمۂ مرغِ سحر کافی ہے
شیفتہ نازِ مغنّی و مزامیر نہ کھینچ

ناصح تپاں ہے شیفتہ ترنیم جاں کی طرح
کیا دل میں چبھ گئی نگہ جاں نستاں کی طرح

بہتر ہے آپ غیر سے دل کھول کر ملیں
آخر تو یہ بھی میرے ہی ہے امتحان کی طرح

اُس شمع رو کی بزم میں مانع نہ تھا کوئی
ہم ہی سبک جو نالۂ آتش فشاں کی طرح

کیوں ہر نفس ہے شہد خموشی سے بند لب
بھائی ہے دلکو کونسے شیریں بیاں کی طرح

لڑنے میں آشتی نہ تغافل میں التفات
یہ جور کی نکالی ہے تمنے کہاں کی طرح

خمیازہ بند بند گسل ہے خمار سے
بدمست کر گئی یہ کس ابرو کماں کی طرح

ہر ہر قدم پہ رشک سے جلتی ہے شمع فند

چلتا ہی وہ بھی شیفتہ میری زباں کی طرح

دیا ہی بوسہ مجھے جبکہ میں ہوا گستاخ
غلط ہی بات کہ کم رزق ہی گدا گستاخ

تمھاری بزم میں افسردہ میں نہ بیٹھونگا
نسیم باغ میں چالاک ہی صبا گستاخ

کہاں ہی غیرت شوخی کہ جائے غیرت ہی
نگاہ یار سے ہر وقت ہی حیا گستاخ

سفیہ جیسے کہ خدمت سے چل نکلتے ہیں
غرور مہر و وفا نے مجھے کیا گستاخ

لبوں سے جان ہی گستاخ ذوق بیحد سے
زبان بوسہ نے مجھ تو نہ کیوں کیا گستاخ

قبول کیوں نہوئی خواہش ہم آغوشی
کہ آشناؤں سے ہوتے ہیں آشنا گستاخ

عنان ضبط کوئی شیفتہ سے تھمتی ہی
کہ ہر کرشمہ ہی چالاک وہر ادا گستاخ

روز غم میں کیا قیامت ہی شب عشرت کی یاد
اشک خوں سے آگئیں رنگینیاں صحبت کی یاد

میری حالت دیکھ تو تغیر کتنے ہو چکی
وصل کے دن دم بدم کیوں شیشہ ساعت کی یاد

میں ہوں بیکس اور بیکس پر ترحم ہے ضرور
حسن روزافزوں دلا دینا مری حالت کی یاد

طاقت جنبش نہیں اس حال پر قصد عدم
مر گئے پر بھی رہے گی اپنی اس ہمت کی یاد

غالبًا ایام حرماں بیخودی میں کٹ گئے
آتی ہی پھر آرزو بھولی ہوئی مدت کی یاد

دل لگانے کا ارادہ پھر ہی شاید شیفتہ

ایسی حسرت سے جو ہی گذری ہے تری الفت کی یاد

طلب بوسہ پر اُس لب سے شکر آب لذیذ
تند ہی تلخ ہی لیکن ہی مئے ناب لذیذ

کچھ مزا تو نہ سمجھ خضر امورِ عشرت
سب مزاجوں میں نہیں ایک سے اسباب لذیذ

سم کی تاثیر کرے ہجر میں آبِ حیواں
مئے گلگوں کے سوا وصل میں ہی آب لذیذ

زودرنجا دسہی پر نہیں مقبول فغاں
تا نہ معلوم ہو تلخیٔ مئے ناب لذیذ

شیفتہ ذوق سحر اُس نے کہاں دیکھا ہی
وہ جو کہتا ہی کہ ہی آخرِ شب خواب لذیذ

وصل کے لطف اُٹھاؤں کیوں کر
تاب اُس جلوے کی لاؤں کیوں کر

گرمجوشی کا کروں شکوہ کہ وہ
کہتے ہیں تجھکو جلاؤں کیوں کر

کیا کروں ہائے میں بیتاب وہ شوخ
چین سے پاس بٹھاؤں کیوں کر

ہر بنِ مو سے دھواں اُٹھتا ہے
آتشِ غم کو چھپاؤں کیوں کر

میرے آنے سے تم اُٹھ جاتے ہو
بزمِ دشمن میں نہ آؤں کیوں کر

یاد نے جس کی بھلایا سب کچھ
اُس کی میں یاد بھلاؤں کیوں کر

آپ بھایا سنے مجھے رونا اپنا
کہتے ہیں ہائے میں جاؤں کیوں کر

چارۂ عجز سے فرصت ہی نہیں
دردِ دل اُس کو سناؤں کیوں کر

زندگانی سے خفا ہوں اپنی
اُس کے آتے ہی بھڑک اُٹھی اور

پھر کہو تمکو مناؤں کیوں کر
آتشِ دل کو بجھاؤں کیوں کر

شورِ محشر ابھی چونک اُٹھے گا
شیفتہ کو میں جگاؤں کیوں کر

شیفتہ آیا ہوں میں کسکا تماشا دیکھکر
رہ گئے حیران مجھکو سب خود آرا دیکھکر

شوقِ خوباں اُڑ گیا حوروں کا جلوہ دیکھکر
بیخ دُنیا مٹ گیا آرام عقبےٰ دیکھکر

ہی وہ آتش جلوہ اشک افشاں ہمارے شور سے
شمع رو دیتی ہی پروانہ کو جلتا دیکھکر

خیر جو گذری سو گذری پر یہی اچھا ہوا
خط دیا تھا نامہ بر نے اُسکو تنہا دیکھکر

سائلِ مبرم کی پھبتی مجھ پہ فرمانے لگے
آرزوئے شوق کا گرمِ تقاضا دیکھکر

ہی وہاں کُستی طلب میں جا یہاں ہماری نہیں
کام کرتے ہیں مزاجِ کارفرما دیکھکر

ہیں تو دونو سخت لیکن کوسنا ہی سخت تر
اپنے دلکو دیکھیے میرا کلیجا دیکھکر

گاؤں بھی ہمکو غنیمت ہی کہ آبادی تو ہی
آئے ہیں ہم سخت پُر آشوب صحرا دیکھکر

اب کسے لاؤں گواہی کے لیے روزِ جزا
میرے دشمن ہو گئے اُس کو احبّا دیکھکر

ہیں کمینِ توبہ میں ہوس آپ لیکن کیا کروں
مُنہ میں بھر آتا ہی پانی جام و مینا دیکھکر

التماسِ وصل پر بگڑی تھی بیڈھب رات کو
کچھ نہ بن آئی مگر جوشِ تمنّا دیکھکر

دوستی کرتے ہیں ارباب غرض ہر اک سے
تیرے عاشق ہیں عدو اب ربط اُس کا دیکھکر

بے نقط مجھکو سناؤ گے جو دیکھو گے ستم
آپ عاشق تو ہوئے ہیں شوق میرا دیکھکر

پھر کہو گے اُس کو دل تو نادانی ارباب دل
جو نہو بیتاب و مضطر روئے زیبا دیکھکر

یار پہلو میں نہیں مے جام و مینا میں نہیں
تم ہوئے حیران مجھکو ناشکیبا دیکھکر

ناگہاں بادِ موافق **شیفتہ** چلنے لگی
جان پر کل بن رہی تھی شورِ دریا دیکھکر

تھا قصد بوسہ نشہ میں سرشار دیکھکر
غش آگیا مجھے انھیں ہشیار دیکھکر

کچھ بیم قتل سے نہیں آنکھوں میں اشک سُرخ
کھاتا ہی جوش خوں تری تلوار دیکھکر

جاتے ہیں اور منع کی طاقت نہیں مگر
رہجائیں آپ وہ مجھے ناچار دیکھکر

سر دہ کسی کا یاد نہ بے پردگی ہی یاد
غش ہوگیا میں کعبہ کی استار دیکھکر

سرخیل عاشقاں مجھے کہتے ہیں بوالہوس
عاشق کا اُس کو مائل آزار دیکھکر

آتی ہیں یاد کاکل و دل کی حکایتیں
روتا ہوں دام و مرغ گرفتار دیکھکر

کیا بن گیا ہوں صورت دیوار دیکھنا
صورت کسی کی میں سرِ دیوار دیکھکر

رحم ایسی سادگی پہ ستمگر ضرور ہے
عاشق ہوئے ہیں ہم تجھے پرکار دیکھکر

کم رغبتی سے لیتے ہیں دل ہوشیار ہیں
بڑھتا ہی ہول شوق خریدار دیکھکر

کہتا تھا وقت مرگ کے ہر اک سے شیفتہ
دنیا کسیکو دل تو وفادار دیکھکر

یوں پاس بوالہوس ہیں چشم غضب سے دور
یہ بات ہی بری دل عاشق طلب سے دور

دیوانہ میں نہیں کہ انا لیلی لب پہ آئے
باتیں خلاف وضع ہیں اہل ادب سے دور

مجھکو سنا کے کہتے ہیں ہمدم سے یاد ہے
اک آدمی کو چاہتے تھے ہم بھی اب سے دور

جو لطف میں بھی پاس پھٹکنے نہ دے کبھی
رکھیو الٰہی ایسے کے مجھکو غضب سے دور

کیونکر میں انجمن میں تمھاری شریک ہوں
اسباب رنج رہتے ہیں اہل طرب سے دور

ہم سے اُسسے معاملہ تھا جان و جسم کا
ہرگز ملا نہ گاہ ہوا ہاے جب سے دور

تو بھی جو میرے پاس نہ آئے تو کیا کروں
تیرے ہی پاس سے تو میں رہتا ہوں سب سے دور

میں غیر بوالہوس نہیں ڈرتے ہو کس لیے
مجھسے نہ رکھو بوسہ ہیں تم لب کو لب سے دور

بوس و کنار کی نہ کرونگا ہوس کبھی
یہ خواہشیں ہیں عاشق حسرت طلب سے دور

آغاز عمر ہی میں ہے ہمکو خیال حج
دلی جو شیفتہ ہے دیار عرب سے دور

ہم بے نشان اور وفا کا نشاں ہنوز
ہے خاک تن ہوا و ہوا خوں فشاں ہنوز

بیت الحزن میں نغمہ شادی بلند ہے
نکلا ہی پاے عمر سے ہی کارواں ہنوز

صبحِ شبِ وصال نئی صبح ہے مگر
پروین ہنوز جلوہ گرِ کہکشاں ہنوز

ہرگز ابھی شکایتِ دشمن نہ چاہیے
ہم پر بھی یار خوب نہیں مہرباں ہنوز

کیونکر کہیں کہ چھٹ گئے ہم بندِ جسم سے
اُس زلف پیچ پیچ میں اُلجھی ہے جاں ہنوز

جو بات میکدہ میں ہے ایک ایک زبان پر
افسوس مدرسہ میں ہے بالکل نہاں ہنوز

ضبط و شکیب یہاں ہے نقابِ جمالِ شاہد
بیوجہ وہاں نہیں ہے سرِ امتحاں ہنوز

مدت ہوئی بہارِ جہاں دیکھتے ہوئے
دیکھا نہیں کسی نے گلِ بےخزاں ہنوز

اکثر ہوا ہے مجھکو سفر در وطن مگر
لایا نہ دوستوں کے لیے ارمغاں ہنوز

اک شب ہوا تھا جلوہ نما چرخ پر وہ ماہ
مدہوش ہیں ملائکہ آسماں ہنوز

نا آشنا رقیب سے ہے آشنا ابھی
نا آشنا ہے لب سے ہماری فغاں ہنوز

آشفتہ زلف چاک قبا نیمباز چشم
ہیں صحبتِ شبانہ کی ظاہر نشاں ہنوز

اے موجۂ نسیم ذرا اور ٹھہر جا
ہے خاک پر ہمارے وہ دامن فشاں ہنوز

میخانہ میں تمام جوانی بسر ہوئی
لیکن ملا نہ منصبِ پیرِ مغاں ہنوز

اے تابِ برق تھوڑی سی تکلیف اور بھی
کچھ رہ گئے ہیں خار و خسِ آشیاں ہنوز

آتا ہوں میں وہیں سے ذرا صبر شیفتہ
سونے کے قصد میں بھی نہیں پاسباں ہنوز

ہند کی وہ زمیں ہے عشرت خیز / کہ نہ زاہد جہاں کریں پرہیز

وجد کرتے ہیں پی کے مے صوفی / مست سوتے ہیں صبح تک شب خیز

رند کیا یاں تو شاہد و مے سے / پارسا کو نہیں گزیر و گریز

سخت مشکل ہے ایسی عشرت میں / خطر حشر و بیم رستاخیز

ہے غریبوں کو جرأت فرہاد / ہے فقیروں کو عشرتِ پرویز

عیش نے یہاں بٹھا دیا ناقہ / غم نے کی یہاں سے رخش کو مہمیز

کوئی یہاں غم کو جانتا بھی نہیں / جز غم عشق سوئے عیش آمیز

بادِ صرصر یہاں نسیم چمن / نارِ عنصر ہے آتشِ گل تیز

بوستاں کی طرح یہاں صحرا / دل کشا دلپذیر دل آویز

کوئی پامال جورِ چرخ نہیں / کتنی ہے یہ زمین راحت خیز

اثرِ زہرہ اُس میں یہاں پایا / وہ جو مریخ ہے بڑا خونریز

شیفتہ تھام لو عنانِ قلم / یہ زمیں گرچہ ہے ہوس انگیز

دور رہنا ہم سے کب تک اور بیگانے کے پاس / ہیں قریب مرگ کیا اب بھی نہیں آنے کے پاس

جلوہ آرا اسکے تھا وہ شمع سیمابات کو / ہم بھی مر کر رہ گئے مجلس میں پروانے کے پاس

آفریں طغیانِ وحشت مرحبا جوشِ جنوں
غیر سے کھوائیں یاد و رسے سمجھوائیں گے ہم

وہ یہ کہتے ہیں کہ کیونکر جائیں دیوانے کے پاس
دیکھ لیں گے پھر کہ تم کیونکر نہیں آنے کے پاس

شیفتہ نے قصۂ مجنوں سُنایا رات کو
آگیا میرا اُنہیں سنتے ہی افسانے کے پاس

اُٹھے نہ چھوڑ کے ہم آستانِ بادہ فروش
طلسم ہوش ربا ہے دُکانِ بادہ فروش

کھُلا جو پردۂ روئے حقایقِ اشیا
کھُلی حقیقتِ رازِ نہانِ بادہ فروش

فسردہ طینتی و کاہلی سے ہم نے کبھی
شباب میں بھی نہ دیکھی دُکانِ بادہ فروش

یقین ہے کہ مئے ناب مفت ہاتھ آئے
یہ جی میں ہے کہ بنوں مہمانِ بادہ فروش

قدح سے دل ہے مرا اور مے سے عشق غرض
میں وہ نہیں کہ نہ سمجھوں زبانِ بادہ فروش

عجب نہیں کہ کسی روز وہ بھی آ نکلیں
کہ ہے گذرگہ خلق آستانِ بادہ فروش

مے و سرود کے اسرار آپ آ کر دیکھ
نہ پوچھ مجھ سے کہ ہوں رازدانِ بادہ فروش

شراب دیکھ کہ کس رنگ کی پلاتا ہے
جز اس کے اور نہیں امتحانِ بادہ فروش

تری شمیم نے گلزار کو کیا برباد
تری نگاہ نے کھولی دُکانِ بادہ فروش

عبث ہے شیفتہ ہر اک سے پوچھتے پھرنا
ملیگا بادہ کشوں سے نشانِ بادہ فروش

ان کو دشمن سے ہی محبت خاص
یہ ہمارا ہے ثمرۂ اخلاص

وجد میں لائے اہل درد ہمیں
باد کے ساتھ خاک ہی رقاص

دل کے ٹکڑے اڑا انہیں ہے گناہ
نفس کو قتل کر نہیں ہی قصاص

حسن باطن نہ بونی ظاہر
ہے مئے ناب اور جام رصاص

کیا مزا تم سے آشنائی کا
ماسشر بتم مداہنۃ الاخلاص

ہجر زہر اور وصل ہے تریاق
زہر و تریاق کا جدا ہی خواص

قسمت اس کی خبر نہ ہو جسکو
عام اس دور میں ہی بادۂ خاص

دام سے تیرے موسم گل میں
بلبلوں کو نہیں ہوا ہے خلاص

شیفتہ نے ہمارے داد نہ دی
سچ ہے القاص لایحب القاص

ہی دلکو یوں ترے دمِ اعجاز اثر سے فیض
غنچہ کو جیسے موجۂ بادِ سحر سے فیض

عشاق سے نگاہ نہ رکھو دریغ تم
پاتے ہیں لوگ خدمتِ اہلِ نظر سے فیض

ہی عالمِ کبیر میں بھی یوں ہی جس طرح
دل سے جگر کو فیض ہی دلکو جگر سے فیض

آزردۂ جفائے دی و تیر کو نہیں
یک ذرہ آب و آتش لعل و گہر سے فیض

اپنے نہاد میں نہیں احسان فراموشی
پایا ہی ہم نے صاعقہ کا ابر تر سے فیض

زر کسب کر کے عشرتِ خسرو نصیب ہو
فرہاد کو سنا ہی ہوا جو ہنر سے فیض

لگتے ہیں اُس کے سینۂ و بر سے مدام ہم
ہوتا ہی ہمکو روزِ مہِ سیمبر سے فیض

ارباب خانقاہ ہیں محتاج اغنیا
کافی ہی ہمکو پیرِ مغاں تیرے در سے فیض

بلبل ہمارے گھر وہ خود آتے ہیں رحم سے
افزوں ہی نے پری ہیں یہاں بال و پر سے فیض

خرم نہاد میکش و زاہد شگفتہ دل
ہے شیفتہ ہر ایک کو وقتِ سحر سے فیض

لازم ہے بیوفا تجھے اہلِ وفا سے ربط
کیسا ہی دیکھ عکس اُو اکو ادا سے ربط

یہ ناخن و خراش میں بگڑی کہ کیا کہوں
اک دم ہوا جو عقدۂ بندِ قبا سے ربط

ناصح مری ملامتِ بیجا سے فائدہ
بے اختیار دلکو ہی اُس دلربا سے ربط

اُس سرد مہر کو ہوا اثر پہ جو ہو سکے
کام وہاں کو ہے دمِ شعلہ نما سے ربط

کہتے گر اُن سے شکوۂ انجام کارِ عشق
کہتے ہیں مجھکو تم سے نہ تھا ابتدا سے ربط

دو دن میں تنگ ہو گئے جورِ سپہر سے
اس شعلہ پہ کہتے تھے اُسکی جفا سے ربط

کیا تجھے بدگمانی ابرو کا دھیان ہے
کرتے وگرنہ ہجر میں تیغِ قضا سے ربط

تیرے ستم سے ہی یہ دعا لب پہ دمبدم
یارب نہو کسی کو کسی بیوفا سے ربط

صبحِ شبِ فراق کا کیا لطف مرگ سے
کیا دیر میں ہوا ہمیں اُس آشنا سے ربط

فریاد نزع کان تک اُس کے نہ جا سکے
تھا شیفتہ ہمیں نفسِ نارسا سے ربط

ترے فسوں کی نہیں میرے دل میں جا واعظ
کسی صنم نے مگر آپ کو جلایا ہے
تمھارے حسن جہاں سوز سے میں جلتا ہوں
ملا کے دیکھیں کہ ہی خوب کون دونوں میں
ترے فسونِ اثر ریز سے رسا تر سی

صنم پرست نہ ہو بندۂ ریا واعظ
نہیں تو حور و نکی کیوں اسقدر تنا واعظ
کہ ہیں رقیب مرے شیخ و پارسا واعظ
ہم اُس کو لاتے ہیں تو حور کو بُلا واعظ
فغان نے اثر و آہ نارسا واعظ

کمی بھی حالتِ رندی میں اُسکو کیا یارو
کوئی یہ پوچھے کہ کیوں شیفتہ بنا واعظ

خورشید کو اگرچہ نہ پہنچی ضیائے شمع
اس تیرہ روزگار میں مجھسا جگر گداز
روزِ فراق میں ہی قیامت جمالِ گل
پروانے کیا خجل ہوے دیکھا جو صبح کو
اُس رشک شمع و گل کی ہی کچھ آب و تاب اور
دیتی ہی اور گرمیٔ پروانہ داغِ رشک

پروانہ کو پسند نہیں پر سوائے شمع
مشعل جلا کے ڈھونڈھے اگر تو نہ پائے شمع
شب ہائے ہجر میں ہی مصیبت لقائے شمع
تھا شب کو اُسکی بزم میں خورشید جائے شمع
دیکھے ہیں جلوہ ہائے گل شعلہ ہائے شمع
شب ہائے ہجر میں کوئی کیونکر جلائے شمع

کیا حاجت آفتاب کے گھر میں چراغ کی
اُس لعل بے بہا سے کہاں تاب ہمسری
خورشید جس کے جلوہ سے ہو شمع صبح دم
اس تیرہ شب میں جائیں گے کیونکر عدو کے گھر
آتے ہیں وہ جو گور پہ میری تو بہر زیب
گل پر لگا کے آپ سے پہنچیں گے بے طلب

ہی حکم شب کو بزم میں کوئی نہ لائے شمع
روشن ہی سب پہ قیمت گل اور بہائے شمع
کیا ٹھہرے اُسکے سامنے نور و ضیائے شمع
بیزار رقیب وہ ہی جو اُنکو دکھائے شمع
کوئی نہ لائے پھول نہ کوئی منگائے شمع
آئیگی اپنے پاؤں سے یہاں بن بُلائے شمع

ڈر ہی اُٹھا نہ دے کہیں وہ بزم عیش سے
کیا تاب ہی کہ **شیفتہ** آنسو بہائے شمع

کیا عیب تھا کہ شب کو نہ تھا جلوہ گر چراغ
کیا لطف آہ صبح شب ہجر مہروش
پروانہ گر نہ جائے تو بیجا ہے لاف عشق
حسرت یا کرے طریقہ پروانہ اختیار
پروانہ ہو گیا ہے رقیب کتاں کہ ہی
گستاخیوں کی تاب کسی اُس کی بزم میں
ہی شمع انجمن وہ مہ آتشیں عذار

رہتا ہی ورنہ گھر میں ترے تا سحر چراغ
کیا فائدہ جو بجھئے روشن سحر چراغ
روشن ہی میرے نالوں سے افلاک پر چراغ
اُس تاب رُخ سے بجھئے روشن اگرچہ چراغ
اُس مہروش کے جلوے کے آگے قمر چراغ
بیباکی نسیم سے ہرگز نہ ڈر چراغ
گھی کے جلیں گے آج تو دشمن کے گھر چراغ

کرتا ہوں فکر شعر جو میں شب کو شیفتہ
رہتا ہے خواب گہ میں مری رات بھر چراغ

وہاں ہوا پردہ اُٹھانا موقوف
یہاں ہوا راز چھپانا موقوف

غیر کو رشک سے کیا آگ لگی
کہ ہوا میرا جلانا موقوف

ذکر شیریں کی اگر بندی ہے
کوہکن کا بھی فسانا موقوف

اب کس امید پہ وہاں جائے کوئی
کہ ہوا غیر کا آنا موقوف

رم آہو سے وہ رم یاد آیا
دشت و صحرا میں بھی جانا موقوف

بد دماغ آج ہوا وہ گل رو
شیفتہ عطر لگانا موقوف

پابندی وحشت میں ہیں زنجیر کے مشتاق
دیوانے ہیں اُس زلف گرہ گیر کے مشتاق

بیرحم نہیں جرم وفا قابلِ بخشش
محروم ہیں کس واسطے تعذیر کے مشتاق

رہتے تھے بہم جن سے مثالِ ورق و حرف
اب اُنکی رہا کرتے ہیں تحریر کے مشتاق

لکھتا ہوں جو میں آرزوئے قتل میں نامے
ہیں میرے کبوتر بھی ترے تیر کے مشتاق

کیوں قتل میں عشّاق کے اتنا ہے تغافل
مرجائیں گے ظالم دم شمشیر کے مشتاق

اے آہ ذرا شرم کہ وہ کہتے ہیں اکثر
مدت سے ہیں ہم آہ کی تاثیر کے مشتاق

سیماب تھا دل جلکے سو اب خاک ہوا ہے
لیجائیں مری خاک کو اکسیر کے مشتاق

کیا ہجر کے دن آنے میں ہی عذر سنیں تو
ہم ہیں ملک الموت کی تقریر کے مشتاق

دل سرد ہوا اس کے ترے نالۂ موزوں
تھے شیفتہ ہم حسن تاثیر کے مشتاق

رہ جائے کیوں نہ ہجر میں جاں آ کے لب تلک
ہم آرزوے بوسہ پہ پیغام اب تلک

کہتے ہیں ہو وفات مجھے میں سنے جو یہ کہا
مرتے رہیں گے آپ پہ جیتے ہیں جب تلک

تمکین حسن ہے کہ نہ بیتاب ہو سکا
خلوت میں بھی کوئی قلق بے ادب تلک

آجائے کاش موت ہی تسکین ہو نہ ہو
ہر وقت بیقرار رہے کوئی کب تلک

وہ چشم التفات کہاں اب جو اس طرف
دیکھیں کہ ہی دریغ نگاہ غضب تلک

ایسے کریم ہم ہیں کہ دیتے ہیں بے طلب
پہنچاؤ یہ پیام اجل جاں طلب تلک

مایوس لطف سے نہ کرے دشمنی شعار
امید سے اٹھاتے ہیں ہم جور اب تلک

یہاں عجز نے لے رہا ہی نہ وہاں ناز دلفریب
شکر بجا رہا گلہ نے سبب تلک

ایسی ہی بیقراری رہی متصل اگر
اے شیفتہ ہم آج نہیں بچتے شب تلک

طالع خفتۂ دشمن نہ جگانا شب وصل
دیکھ اے مرغ سحر غل نہ مچانا شب وصل

اُن کو منظور نہیں نیند کا آنا شبِ وصل
اس لیے کہتے ہیں غیروں کا فسانا شبِ وصل

صبر پروانے کا مجھ پر نہ پڑے ڈرتا ہوں
ماہرو شمع کو ہرگز نہ جلانا شبِ وصل

خواہشِ کام دل اتنی نہ کر اے شوق کہ وہ
ڈھونڈھتے ہیں چلے جانے کو بہانا شبِ وصل

آپ منت سے بُلانے مجھے کیونکر آؤں
غیر کے گھر میں ہی تیرا تو ٹھکانا شبِ وصل

شان میں صحبتِ ناکس سے خلل آتا ہے
صبحِ ہجراں کو عبث اب منہ نہ لگانا شبِ وصل

تیرگیٔ بختِ سیہ سے مری لیجا کہ ضرور
جلوہ اُس مہرلقا کا ہی چھپانا شبِ وصل

روزِ ہجراں میں اُٹھے جاتے ہو کیوں دنیا سے
شیفتہ اور بھی تم لطف اُٹھانا شبِ وصل

اصحابِ درد کو ہی عجب تیزیٔ خیال
مثلِ زبانِ نطق قلم کی زبانِ حال

عہدِ وفا کیا ہے نباہیں گے شک عبث
وعدہ کیا ہے آئیں گے بیجا ہے احتمال

کیا کچھ وہاں سے منزلِ مقصود پاس ہی
یا ایہا الذین سکنتم علی الجبال

ناز و غرور ٹھیک ہی جور و جفا درست
کس کے ہو النصیب یہ حسن اور یہ جمال

ساقی پلا وہ بادہ کہ غفلت ہو آگہی
مطرب سنا وہ نغمہ کہ ہو جس سے قال حال

ہم لگلے عشق والوں کی تقلید کیوں کریں
اے جوزدہ گیر نحن رجال و ہم رجال

اہلِ طریق کی بھی روش سب سے ہی الگ
جتنا زیادہ شغل زیادہ فراغ بال

ہنگام عہد کام میں لائے وہ ایسے لفظ
جن کو معانی متعدد پر اشتمال

ما و التنهبن و انتن فی البیوت
ما و التقلتن و انتن فی الجبال

ق

یہ بات تو غلط ہے کہ دیوان شیفتہ
ہے نسخۂ معارف و مجموعۂ کمال

لیکن مبالغہ تو ہے البتہ اس میں کم
ہاں ذکر خد و خال اگر ہے تو خال خال

یہاں کے آنے میں نہیں انکو جو تمکین کا خیال
غالباً کچھ تو ہوا ہے مری تسکیں کا خیال

کفِ افسوس ملے سے بھی پڑے ہاتھ میں نقش
بسکہ ہے دل میں مرے دست نگاریں کا خیال

گو ہے مجھے عاشقِ مفلس وہ کہیں طعنہ سے
تو بھی کیونکر نہ رکھوں ساعدِ سیمیں کا خیال

تعزیت کو مری وہ آئے تو کیا ذلت ہے
اہلِ ماتم کو نہیں بزم کی تزئیں کا خیال

کیوں نہو دست مژہ ماتمیوں کا رنگیں
مرتے دم تھا مجھے اُس پنجۂ رنگیں کا خیال

سخنِ عشق ہے پتھر کی لکیر اے پرویز
دلِ فرہاد سے کیونکر مٹے شیریں کا خیال

کیا مسلمان ہیں ہم شیفتہ سبحان اللہ
دل سے جاتا نہیں دم بھر بت بیدیں کا خیال

بلبل کو بھی نہیں ہے دماغِ صدائے گل
بگڑی ہے تیرے دور میں ایسی ہوائے گل

ہنگام عشق جو غیر کو اُس نے سنگھائے گل
جنت میں لپٹی مری جاں کو بوئے گل

ایما ہے بعد مرگ بھی ہم بیوفا رہے
اس واسطے مزار پہ میرے چڑھائے گل

مرتی ہیں گل کے نام ہی پر بلبلیں کہ اب
پھرتی ہیں ساتھ ساتھ مرے جب سے کھائے گل

کھٹکوں عدو کی آنکھ میں تا بعد مرگ بھی
کانٹے مرے مزار پہ رکھنا بجائے گل

کس کس طرح سے کھوئے گئے غیر کیا کہوں
روز جزا ابھی سینہ پہ میرے جو پائے گل

جلتی ہی تیرے حسن جہاں سوز سے بہار
نکلیں گے شعلے خاک چمن سے بجائے گل

آخر دورنگی اُس گلِ رعنا پہ کھُل گئی
لوگوں کو دیکھکر جو عدو نے چھپائے گل

عاشق سے پہلے راہ محبت میں جان دی
کیونکر نہ عندلیب کرے جان فدائے گل

خاموش عندلیب کہ طاقت نہیں رہی
ہیں چاک پردے کان کے مثلِ قبائے گل

شاید دکھانے لائیگا اُسکو کہ غیر نے
بستر پہ میرے کانٹوں کے بدلے بچھائے گل

جس گل میں ہی ادا وہ چمن میں بھلا کہاں
ای بلبلو تمھیں کو مبارک ادائے گل

میرا اُنھیں کو غم ہی کہ بلبل کی آہ پر
کرتا ہی کون چاک گریباں سوائے گل

جنت میں پہنچیں بلبلیں پروانے جل گئے
اب کون شمع گور پر اور کون لائے گل

اک گل کا شوق تھا سبب اپنی وفات کا
پھولوں کے دن مرے رفقا نے منگائے گل

لکھی یہ ہم نے وہ غزلِ تازہ شیفتہ
ہر شعر جس میں داغ دہِ دستہ ہائے گل

گہ ہم سے خفا وہ ہیں گہے اُن سے خفا ہم
مدت سے اسی طرح بنی جاتی ہے باہم

کرتے ہیں غلط یار سے اظہار وفا ہم
ثابت جو ہوا عشق کجا یار کجا ہم

کچھ نشۂ مے سے نہیں کم نشۂ نخوت
تقویٰ میں بھی صہبا کا اُٹھاتے ہیں مزا ہم

موجود ہے جو لاؤ جو مطلوب ہی وہ لو
مشتاق وفا تم ہو طلبگار جفا ہم

نے طبع پریشاں تھی نہ خاطر متفرق
وہ دن بھی عجب تھے کہ ہم اور آپ تھے باہم

کیا کرتے ہیں کیا سنتے ہیں کیا دیکھتے ہیں ہائے
اُس شوخ کے جب کھولتے ہیں بند قبا ہم

یہ طرز ترنم کہیں زنہار نہ ڈھونڈھو
اے شیفتہ یا مرغ چمن رکھتے ہیں یا ہم

مر گئے ہیں جو ہجر یار میں ہم
سخت بیتاب ہیں مزار میں ہم

تا دل کینہ ور میں پائیں جگہ
خاک ہو کر ملے غبار میں ہم

آمد آمد میں اسقدر شورش
دیکھئے کیا کریں بہار میں ہم

وہ تو سو بار اختیار میں آئے
پر نہیں اپنے اختیار میں ہم

کب ہوے خار راہ غیر بھلا
کیوں کھٹکتے ہیں چشم یار میں ہم

کوئے دشمن میں ہو گئے پامال
آمد و رفت بار بار میں ہم

نعش پر تو خدا کے واسطے آ
مر گئے تیرے انتظار میں ہم

گر نہیں شیفتہ خیالِ فراق

کیوں تڑپتے ہیں وصل یار میں ہم

مطبوع یار کو ہی جفا اور جفا کو ہم
کہتی ہی بد عدو کو وفا اور وفا کو ہم

دشنام بھی سنے نہ تمھاری زبان سے
ہی کوستی اثر کو دعا اور دعا کو ہم

افغان چرخ رس کی لپٹ سے جلادیا
نامہ کو ڈھونڈھتی ہی صبا اور صبا کو ہم

لاتا ہی ظن نیم تبسم سے جوش میں
دل کو قلق قلق کو بکا اور بکا کو ہم

درماں مریض غم کا ترے کچھ نہ ہوسکا
چھیڑے ہی چارہ گر کو دوا اور دوا کو ہم

پھر کیوں نہ دیکھنے سے عدو کے ہو منفعل
پھر اُس کو دو کھتی ہے حیا اور حیا کو ہم

ہیں جاں بلب کسی کے اشارے کی دیر ہی
دیکھے ہی اُس نگہ کو قضا اور قضا کو ہم

ہی آرزوے شربت مرگ اب تو شیفتہ
لگتی ہی زہر ہمکو شفا اور شفا کو ہم

بچتے ہیں اسقدر جو اُدھر کی ہوا سے ہم
واقف ہیں شیوۂ دل شورش ادا سے ہم

افشائے راز عشق میں ضرب المثل ہے وہ
کیونکر غبار دلمیں نہ رکھیں صبا سے ہم

چلتے ہیں میکدہ کو کہاں یہ عزیز وہاں
رخصت تو ہولیں کبر و نفاق وریا سے ہم

اے جوش رشک قرب عدو اب تو مست اُٹھا
بیٹھے ہیں دیکھ بزم میں کس التجا سے ہم

ہی جامہ پارہ پارہ دل وسینہ چاک چاک
دیوانہ ہوگئے گل جیب قبا سے ہم

کیا جانئے کہ صبح وہ محشر قد آئیگا — شامِ شبِ فراق نہ مرتے بلا سے ہم

ہر بات پہ نگاہ ہماری ہے اصل پر — لیتے ہیں مشکِ زخم کو زلفِ دوتا سے ہم

بیگانہ جب سے یار ہوا ہی رقیب سے — امید قطع کر چکے ہر آشنا سے ہم

بلبل یہ کہہ رہی ہی سرِ شاخسار پر — بدمست ہو رہے ہیں چمن کی ہوا سے ہم

کم التفات ہم سے سمجھتے ہیں اہلِ بزم — شرمندہ ہو گئے تری شرم و حیا سے ہم

ہاں شیفتہ پھر اسمیں نصیحت ہی کیوں نہو — سنتے ہیں حرفِ تلخ کو سمعِ رضا سے ہم

کم فہم ہیں تو کم ہیں پریشانیوں میں ہم — دانائیوں سے اچھے ہیں نادانیوں میں ہم

شاید رقیب ڈوب مریں بحرِ شرم میں — ڈوبیں گے موجِ اشک کی طغیانیوں میں ہم

محتاج فیضِ نامیہ کیوں ہوتے اسقدر — کرتے جو سوچ کچھ جگر افشانیوں میں ہم

پہنچائی ہم نے مشق یہاں تک کہ ہو گئے — اُستادِ عندلیب نوا خوانیوں میں ہم

غیروں کے ساتھ آپ بھی اُٹھتے ہیں ہم سے — لو میزبان بن گئے مہمانیوں میں ہم

جن جن کے تو نزار سے گذرا وہ جی اُٹھے — باقی رہے ہیں ایک سے فانیوں میں ہم

گستاخیوں سے غیر کی اُنکو ملال ہے — مشہور ہوتے کاش ادب دانیوں میں ہم

دیکھا جو زلفِ یار کو تسکین ہو گئی — یک چند مضطرب تھے پریشانیوں میں ہم

آنکھوں سے یوں اشارہ دشمن نہ دیکھنے ۔۔۔ ہوتے نہ اسقدر جو نگہبانیوں میں ہم
جو جان کھو کے پائیں تو فوز عظیم ہے ۔۔۔ وہ چیز ڈھونڈھتے ہیں تن آسانیوں میں ہم

پیر مغاں کے فیض توجہ سے شیفتہ
اکثر شراب پیتے ہیں روحانیوں میں ہم

کیوں نہ اُڑ جائے مرا خواب ترے کوچے میں ۔۔۔ فرش ہے مخمل و کمخواب ترے کوچے میں
دولت حسن یہاں تک تو لٹائی ظالم ۔۔۔ اشک ہے گوہر نایاب ترے کوچے میں
جوشش گریۂ عشاق سے اکدم میں ہوا ۔۔۔ شجر سوختہ شاداب ترے کوچے میں
ہوش کا پانو جو یہاں آکے پھسل جاتا ہے ۔۔۔ کیا لنڈھائی ہے مئے ناب ترے کوچے میں
ہے کف پا عدو پا سے تری رنگیں تر ۔۔۔ بسکہ ہم روتے ہیں خوں ناب ترے کوچے میں
گوشہ گیری سے بھی گردش نہ گئی طالع کی ۔۔۔ پھرتے ہیں صورت دولاب ترے کوچے میں
غیر نے سنگ جو پھینکے وہ ہوئے بالش سر ۔۔۔ چین سے کرتے ہیں ہم خواب ترے کوچے میں
وہ بھی محروم نہیں جن کو نہیں بزم میں بار ۔۔۔ ترے رخسار کی ہے تاب ترے کوچے میں

چل دیا شیفتہ سودے میں خدا جانے کہاں
ڈھونڈھتے پھرتے ہیں احباب ترے کوچے میں

کچھ درد ہے مطربوں کی لے میں ۔۔۔ کچھ آگ بھری ہوئی ہے نے میں

کچھ زہر اُگل رہی ہے بلبل
کچھ زہر ملا ہوا ہے مے میں

بدمست جہان ہو رہا ہے
ہی یار کی بو ہر ایک شے میں

ہیں ایک ہی گُل کی سب بہاریں
فروردیں میں اور فصلِ دے میں

ہے مستیٔ نیم خام کا ڈر
اصرار ہے جام پے بہ پے میں

میخانہ نشیں قدم نہ رکھیں
بزمِ جم و بارگاہِ کے میں

ابتک زندہ ہی نام وہاں کا
گذرا ہے حسین ایک نے میں

ہوتی نہیں طے حکایت طے
گذرا ہے کریم ایک طے میں

کچھ **شیفتہ** یہ غزل ہے آفت
کچھ درد ہے مطربوں کی لے میں

روز خوں ہوتے ہیں دو چار ترے کوچے میں
ایک ہنگامہ ہے اے یار ترے کوچے میں

فرش رہتا ہے دلِ افگار ترے کوچے میں
خاک ہو رونقِ گلزار ترے کوچے میں

سرفروش آتے ہیں اے یار ترے کوچے میں
گرم ہے موت کا بازار ترے کوچے میں

شعر بس اب نہ کہونگا کہ کوئی پڑھتا تھا
اپنے حالی مرے اشعار ترے کوچے میں

نہ ملا ہم کو کبھی تیری گلی میں آرام
نہ ہوا ہم پہ جز آزار ترے کوچے میں

ملک الموت کے گھر کا تھا ارادہ اپنا
لے گیا شوق غلط کار ترے کوچے میں

تو ہے اور غیر کے گھر جلوہ طرازی کی ہوس
ہم ہیں اور حسرتِ دیدار ترے کوچے میں

ہم بھی وارستہ مزاجی کے ہیں اپنی قائل
خلد میں روح تن آزار ترے کوچے میں

کیا تجاہل سے یہ کہتا ہے کہاں رہتے ہو
تیرے کوچے میں ستمگار ترے کوچے میں

شیفتہ ایک نہ آیا تو نہ آیا کیا ہے
روز آ رہتے ہیں دو چار ترے کوچے میں

شکوہ جفا کا کیجے تو کہتے ہیں کیا کروں
تم سے وفا کروں کہ عدو سے وفا کروں

گلشن میں چلکے بند قبا تیرے وا کروں
جی چاہتا ہے جامۂ گل کو قبا کروں

آتا ہوں پیر دیر کی خدمت سے مست میں
ہاں زاہدو تمھارے لیے کیا دعا کروں

جوشِ فغان وداع کہ منظور ہے انھیں
دل نذر کاوشِ نگۂ سرمہ سا کروں

نفریں بیشمار ہے اس عمد و سہو پر
گر ایک میں صواب کروں سو خطا کروں

مطرب بدیع نغمۂ و ساقی پری جمال
کیا شرح حالتِ دلِ درد آشنا کروں

تم دلربا ہو دلکو اگر لے گئے تو کیا
جب کاہ ہو گئے میں اثر کہربا کروں

اے چارہ ساز لطف کہ تو چارہ گر نہیں
بس اے طبیب رحم کہ دل کی دوا کروں

پیتا ہوں میں مدام مئے ناب معرفت
اصلِ سرورِ دامِ خباثت کو کیا کروں

یا اپنے جوشِ عشوۂ پیہم کو تھامئے
یا کعبے میں بھی نالۂ شورش فزا کروں

میں جل گیا وہ غیر کے گھر جو چلے گئے
شعلے سے استعارہ آواز پا کروں

ڈر ہے کہ ہو نہ شوق مزامیر شیفتہ
ورنہ کبھی سماع مجرّد سنا کروں

مانا سحر کو یار اُسے یہاں جلوہ گر کریں
طاقت ہمیں کہاں کہ شبِ غم سحر کریں

تزئین میری گور کی لازم ہی خوب سی
تقریبِ سیر ہی سے وہ شاید گذر کریں

اب ایک اشک ہی دُرِ نایاب وہ کہاں
تارِ نظر جو گریہ سے سلکِ گہر کریں

وہ دوست ہیں انھیں ہوا اثر ہو گیا تو کیا
نالے ہیں وہ جو غیر کے دلمیں اثر کریں

آئے تو انکو رنج نہ آئے تو مجھکو رنج
مرنے کی میری کاش نہ اُنکو خبر کریں

ہی جی میں سونگھیں نکہتِ گل جا کے باغ میں
بس کب تلک التجائے نسیمِ سحر کریں

اب کی ارادہ ملکِ عدم کا ہی شیفتہ
گھبرا گئے کہ ایک جگہ کیا بسر کریں

شبِ وصل کی بھی چین سے کیونکر بسر کریں
جب یوں نگاہ بانیٔ مرغِ سحر کریں

محفل میں اک نگاہ اگر وہ اِدھر کریں
سو سو اشارے غیر سے پھر رات بھر کریں

طوفانِ نوح لانے سے ای چشم فائدہ
دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

آنسو ہوس سے خلق ہوا ہی یہ نامراد
دلپر نگاہ کیا ہے وہ مجھپر نظر کریں

کچھ ابکی ہم سے بولے تو یہ جی میں ہی کہ پھر
ناصح کو بھی رقیب سے آزردہ تر کریں

وہاں ہی وہ نغمہ جس سے کہ حوروں کے ہوش جائیں
یہاں ہی وہ نالہ جس سے فرشتے حذر کریں

اہلِ زمانہ دیکھتے ہیں عیب ہی کو بس
کیا فائدہ جو شیفتہ عرضِ ہنر کریں

کب ہاتھ کو خیال جزائے رفو نہیں
کب پارہ پارہ پیرہنِ چارہ جو نہیں

گلگشت باغ کس چمن آرا کی کہ آج
موجِ بہار مدعی رنگ و بو نہیں

واں بار ہوگیا ہی نزاکت سے ناز بھی
یہاں ضعف سے دماغ و دلِ آرزو نہیں

کس نے سنا دیا دلِ حیرت زدہ کا حال
یہ کیا ہوا کہ آئینہ اب روبرو نہیں

تغیرِ رنگ کہتی ہی وصلِ عدو کا حال
یعنی نقابِ رخ پہ کبھو ہی کبھو نہیں

گستاخ شکوہ کیا ہوں کہ اندازِ عرض پہ
کہتے ہیں اختلاط کی بندے کی خو نہیں

کیا جانے دردِ زخم کو گو ہو شہیدِ ناز
جو نیم کشتہ خنجرِ رشکِ عدو نہیں

ابرِ سرشک و گلشنِ داغ و نسیمِ آہ
سامانِ عیش سب ہی پہ افسوس تو نہیں

بدخوئیوں سے یار کی کیا خوش ہوں شیفتہ
ہر ایک کو جو حوصلۂ آرزو نہیں

کچھ اور بیدلی کے سوا آرزو نہیں
اے دل یقین جان کہ ہم میں تو تو نہیں

بے اشک لالہ گوں بھی میں بے آبرو نہیں | آنسو میں رنگ کیا ہو کہ دل میں لہو نہیں

پھر بھی کہو گے چھیڑنے کی اپنی خو نہیں | عطرِ سہاگ ملتے ہو وہ جس میں بو نہیں

یہ کیا کہا کہ بکتے ہو کیوں آپ ہی آپ تم | اے ہمنشیں مگر وہ مرے روبرو نہیں

بے طاقتی نے کام سے یہ کھو دیا کہ بس | دل گم ہوا ہے اور سرِ جستجو نہیں

محفل میں لحظہ لحظہ وہ چشمِ ستیزہ خو | لڑتی ہیں کیوں اگر سرِ صلحِ عدو نہیں

کیا جوشِ انتظار میں ہر سمت دوڑ ہے | بدنامیوں سے ہائے گذر ایکسو نہیں

دی کس نے اشک سرمہ سے تیغِ مژہ کو آب | شورِ فغاں کو فکرِ خراشِ گلو نہیں

یہ پیچ و تاب میں شبِ غم نے حواسیاں | اے دل خیالِ طرۂ تابیدہ مو نہیں

دستِ جنوں نے جامۂ ہستی قبا کیا | اب ہائے چارہ گر کو خیالِ رفو نہیں

شکوۂ ستم بھی راس نہ آیا ہمیں کہ اب | کہتے ہیں وہ کہ لائقِ الطاف تو نہیں

ہرجائی اپنے وحشی کو کس منہ سے کہتے ہو | کیا آپ کا نشانِ قدم کو بکو نہیں

نیرنگیوں سے تیری یہ حالت تغیر کی | امید زندگی کی کبھو ہے کبھو نہیں

کیا ہو سکے کسی سے علاج اپنا شیفتہ
اُس گل پہ غش ہیں جسمیں محبت کی بو نہیں

ہم سے آزاد روش ہاتھ میں زر رکھتے ہیں | کیا قیامت ہے کہ اب سرو ثمر رکھتے ہیں

شکر ہیں وصل کی شب کی تفنن چرخ سے ہم
فکر آزادیٔ مرغانِ سحر رکھتے ہیں

نہ مذمت کا تحمل نہ ثنا کی خواہش
عیب رکھتے ہیں نہ ہم کچھ نہ ہنر رکھتے ہیں

دل ترا سنگ ہی پر آگ کہاں ہی اسمیں
دل ہمارا ہی کہ شیشہ ہیں شرر رکھتے ہیں

آہ و زاری کی مصیبت سے بہت سہل چھٹے
بذلہ و ہزل ترے دلمیں اثر رکھتے ہیں

نہ ہمارا کوئی دشمن نہ ہمارا کوئی دوست
وہ نظر اور سہی جو اہل نظر رکھتے ہیں

بیخودی ہمکو ہی اور انکو خود آرائی ہی
نہ ہماری وہ نہ ہم انکی خبر رکھتے ہیں

شیفتہ ہم سے ہو جس شخص کو ملنا مل لے
صبح اس شہر سے ہم عزم سفر رکھتے ہیں

گرمجوشی ہی مگر فرق شرارت میں نہیں
چھیڑ کس بات میں طعنہ کس اشارت میں نہیں

رات ساقی نے کہا جس کے یہ سب جلسے ہیں
وہ عبارت میں نہیں اور اشارت میں نہیں

ہمکو مقصد سے زیادہ ہی ادب میں کوشش
ورنہ کچھ غیر سوا ہم سے جسارت میں نہیں

رند فارغ بھی ہوئے جام سحرگاہی سے
اور زاہد ابھی آہنگ طہارت میں نہیں

فرحتِ نفس جو وہ ہی تو یہ ہی راحت روح
کیا بزرگی میں مزا ہی جو حقارت میں نہیں

اہلِ دانش کے فوائد کی تو کیا بات مگر
غور سے دیکھو تو عاشق بھی خسارت میں نہیں

جامِ مے دے کہ وہاں کام پڑا ہی مجھکو
کہ صبا کو بھی جہاں دخل سفارت میں نہیں

قتل و غارت کہ سمجھتے ہو جسے امر عظیم
یہ تو داخل بھی وہاں ناز و شرارت میں نہیں

دل کے بدلے میں طلبگار نہیں کچھ تم سے
شیفتہ زمرۂ اصحاب تجارت میں نہیں

نہ سجدہ ریز ہیں اعدا جو سر جھکاتے ہیں
تہ از فریب سے نقشِ قدم مٹاتے ہیں

چراغ وقف محبت نے کر دیا افسوس
کہ مجھکو اپنی پرائے سبھی جلاتے ہیں

جو اُن سے نقشہ صحبت یہی رہا چندے
تو دیکھ لوگے کہ ہم نقش کیا بٹھاتے ہیں

ہیں اُس کے لطف کی باتوں کے دھیان میں بیہوش
کہاں ہے غش رفقا عطر کیوں سنگھاتے ہیں

شب وصال میں تا کیفیت اُٹھا نہ سکوں
وہ مجھکو ساغر مے متصل پلاتے ہیں

تمھاری بات میں کیا آ گیا ہے شیفتہ فرق
کہ مدعی بھی کچھ اب مدعا بتاتے ہیں

عذر اک ہاتھ لگا ہے اُنھیں یہاں آنے میں
کیوں کہا میں نے کہ چلیے مرے غمخانے میں

سیر وحشت کو جو اک خلق چلی آتی ہے
شہر آباد ہوا ہے مرے ویرانے میں

ہم بھی محروم سہی غیر تو ہو سکے محروم
لطف آ جائے کہیں یار کو شرمانے میں

یہ تو سچ ہے کہ کجا محتسب و بادہ کشی
پھر بایں جوش یہ کیوں آتے ہیں میخانے میں

لے لیا پنجۂ گلگوں میں جو اپنے تو نے
ہم نے جانا ہے جڑے لعل ترے شانے میں

سچ کہا غیر کو گھر نیند نہ آئی ہوگی
شیفتہ سن کے وہ دیتے ہیں جو لاکھوں دشنام

فرش ہی محمل کا شاں ہے کہ کاشانے میں
اثر بادہ ہی گویا مرے افسانے میں

ہے ستم کے رشک کا اُنکے گماں میں امتحاں
غیر کا کرتے ہیں میرے امتحاں میں امتحاں

آرزوئے مرگ تھی روزِ جدائی مر گئے
کر لیا تاب و اثر کا افغاں میں امتحاں

چھیڑ تو دیکھو کہ بعد از قتل مجھ سے یہ کہا
آپ کا ہرگز نہ تھا اپنے گماں میں امتحاں

دیکھکر آئینہ دیکھیں ہم ہنسیں گے یا نہیں
اپنے غم کا لیں گے سیرِ زعفراں میں امتحاں

اُن کے کوچے میں تمہیں لیجاؤں کیونکر شیفتہ
کر چکا ہوں تمکو سیرِ گلستاں میں امتحاں

تنگ تھی جا خاطرِ ناشاد میں
آپ کو بھولے ہم اُن کی یاد میں

کیونکر اُٹھتا ہی خدا رنجِ قفس
مر گئے ہم تو کفِ صیّاد میں

وہ جو ہیں تاریخ سے واقف بتائیں
فرق بادِ آہ و بادِ عاد میں

یہاں امیدِ قتل ہی نے خوں کیا
رہ گئی حسرت دلِ جلّاد میں

بے تعلق پن بھی آخر قید ہے
قید پائی خاطرِ آزاد میں

غمزۂ شیریں ہی کی دولت سے تھا
جو اثر تھا تیشۂ فرہاد میں

کیوں خبر پوچھی ترا بیمار رہا ہے
مر گیا شورِ مبارکباد میں

بے تکلف جی میں جو آئے کرو — کیا دھرا ہے نالۂ و فریاد میں

دھیان تجھکو ہو نہ ہو پر شیفتہ
رات دن رہتا ہی تیری یاد میں

ہی امتزاج مشک مئے لعل فام میں — آتی ہے بوئے عنبر ہمارے مشام میں
پہنچے کہاں تصرفِ ساقی سے اہلِ بزم — پہنچے نہیں شراب صراحی سے جام میں
تا فرق آئے بات میں فرمائشیں وہ کیں — تعجیل جن کی ہو نہ سکے انصرام میں
اب کچھ ہمیں غنا سے تعلق نہیں رہا — جوش و تپش کو بار نہیں اس مقام میں
اس لطف سے کہاں ہی نسیم چمن میں بو — جو لطف بھر رہا ہی تمھارے پیام میں
ہی شرطِ عشق یہ کہ نہ غفلت ہو ایک دم — کیسا ہی دل پھنسا ہوا امورِ عظام میں
آئی جو آج کام میں صہبائے تند و تلخ — ساقی تو نے خوب راز کہے بارِ عام میں
آہو کی بخت آئے جو تیرے کمند میں — بلبل کی قسمت آئی اگر تیرے دام میں

تمکو نہیں جو عجب تعجب ہی شیفتہ
ہی نئی زمانہ یہ سرشتِ کرام میں

اثر آہ دلِ زار کی افواہیں ہیں — یعنی مجھپر کرم یار کی افواہیں ہیں
شرم اسے نالہ دلِ خانۂ اغیار میں بھی — جوشِ افغاں عزا بار کی افواہیں ہیں

کب کیا دل میں مرے پند و نصیحت نے اثر
ناصح بیہدہ گفتار کی افواہیں ہیں

جنس دل کی وہ خریدار ہوئے تھے کس دن
یہ یونہیں کوچہ و بازار کی افواہیں ہیں

قیس و فرہاد کا منہ مجھسے مقابل ہونگے
مردم وادی و کہسار کی افواہیں ہیں

یہ بھی کچھ بات ہی میں اور کروں غیر سے بات
تم نہ مانو کہ یہ اغیار کی افواہیں ہیں

کس توقع پہ جئیں شیفتہ مایوس کرم
غیر پر بھی ستم یار کی افواہیں ہیں

خوش رو بدخو ہیں کیا میں چاہوں
بیگانوں سے کیونکر آشنا ہوں

مت چھیڑ کہ یار سے جدا ہوں
اے مرگ میں آپ مر رہا ہوں

ممکن نہیں بن سلے نبا ہوں
بیگانۂ آشنا نما ہوں

لیلیٰ کہے سے بگڑ گئی تھی
دیوانہ میں جانکر بنا ہوں

کہتا ہوں جو غیر سے نہ ملئے
کہتا ہے کہ کیا میں بیوفا ہوں

روشن ہے مری سیاہ بختی
منت کش سایۂ ہما ہوں

بیگانہ وشی ستم ہے اُن کی
غیروں کو بھی یار جانتا ہوں

اُس غیرت گل سے ربط معلوم
ہر چند میں ہمدم صبا ہوں

ہمدم نہ سہی محبت اُس کو
اس بات پہ کیا اُسے نہ چاہوں

دی غیر کو اُس نے کب عرق چیں
میں شرم سے آب کیوں ہوا ہوں

دیکھا نہیں مجھ کو سُنتے ہیں وہ
کیا پائے رقیب کی صدا ہوں

مکشوف ہوا فروغِ سمے سے
ذرّہ میں کس آفتاب کا ہوں

میں **شیفتہ** ہوں عزیز دلہا
شیریں گفتار خوش نوا ہوں

عہدِ ثبات عہد پہ ہے متصل نہیں
اے شیفتہ نوید وہ پیماں گسل نہیں

الفت چھپا کے اور بھی شرمندہ میں ہوا
اظہارِ عشق غیر سے وہ منفعل نہیں

مت چھیڑ اے رقیب کہ مانندِ زلفِ یار
سرتا بپا شکستہ ہوں پر مضمحل نہیں

دل سختیاں سہے یہ کہاں نازکیٔ تن
دلّی کے سنگدل تو بتانِ چگل نہیں

کیا روئیے کہ تذکرۂ سوزِ رشک سے
وہ گل عرق عرق تو ہے لیکن خجل نہیں

پتھر وہ اور ہے جسے مشکل ہے ٹالنا
فرہاد بے ستون تو سینہ کی سل نہیں

جو حال پوچھنا ہو تم اُس سے ہی پوچھ لو
مجھ کو دماغ قصۂ غم ہائے دل نہیں

بہلائے کوئی جا کے کہاں جی کو ہائے ہائے
صحرائے قیس گھر کے مرے متصل نہیں

لگ جاؤ اب تو آ کے گلے سب چلے گئے
اک **شیفتہ** رہا ہے سو وہ کچھ مخل نہیں

کن حسرتوں سے مرتے ہیں ہمکو غم نہیں
اپنے بھی مرگ مرگ تمنا سے کم نہیں

قاصد کے ساتھ بے ادبی ہوگی لا کلام
جز شکوہ اور کچھ مرے خط میں رقم نہیں

ہر شغل میں اہم ہے نگہبانی نفس
اس سے سوا جہان میں شغلِ اہم نہیں

ہرگز نہ چھپائے چمن زار عشق میں
جو مرغ آتشیں نفس شعلہ دم نہیں

سو بار امتحان وفا کر چکے پر آہ
اب تک بھی دوستی تمھیں دشمن سے کم نہیں

حیرت فروغ آئینۂ دل ہے وصل میں
بے وجہ ہی عتاب کہ آنکھوں میں نم نہیں

افسون پیر دیر کی تاثیر ہائے ہائے
وہم و خیال میں بھی شراب و صنم نہیں

آنکھوں کو نے ہوس کہ رخِ سادہ دیکھیے
سر میں ہوائے طرۂ پر پیچ و خم نہیں

دشمن کہیں گیا نہ ہو آنکھوں سے **شیفتہ**
اُس کی گلی میں آج نشانِ قدم نہیں

مجھے عاشق جو دیکھا پیر کنعاں نے جوانی میں
کہا کچھ تو بسر کی ہوتی تم نے شادمانی میں

جلے کیا کیا نہ عرضِ سوزشِ داغِ نہانی میں
عجب آرام تھا ای شمع ہمکو بے زبانی میں

عدو سے بات کی جب حرف آیا بیدہانی میں
غرورِ حسن کم ہوتا ہی الطافِ زبانی میں

یہ احسانِ اجل ہی شمع و گل جو گور پر لائے
یہ اُس کا کام ہی جو داغ رکھے زندگانی میں

کرم ہی مصلحت ظالم کہ شادی مرگ ہو جاؤں
ستم ہی فائدہ جب کام نکلے مہربانی میں

قلق سے نالہ موزوں نکل آئے تو کہتے ہیں
تمھیں کیا غم گذرتی ہی تمھاری شعر خوانی میں

عدو بھی شامل لذت ہیں اس سے کاش ہم ہوتے
مزا آتا نہیں مجھکو تری شیریں زبانی میں

عدو سے کیوں اشارے اور ہم سے کیوں تغافل ہی
سزا ہی یہ ہمیں دعوی بہت تھا رمز دانی میں

سبک ہوتے ہو بس اے **شیفتہ** ایسی ہی باتوں سے
کہ تم سر پاؤں پر رکھتے ہو وہ ہی سرگرانی میں

کب نگہ اُس کی عشوہ بار نہیں
کب نگاہیں کرشمہ زار نہیں

غیر پر رحم یہ کسے آیا
تم تو مانا ستم شعار نہیں

یہاں فغاں سے لہو ٹپکتا ہی
میں نوا سنج شاخسار نہیں

کلفتِ دل سے ہی جو آلودہ
گوہرِ اشک آبدار نہیں

ہم ہیں ایسے فراخ رو درویش
محفلِ پادشا سے عار نہیں

نہ جلا خانۂ عدو تو نہ ہنس
شعلۂ آہ ہی شرار نہیں

باغ بے صرفہ چلکے کیا کیجے
جن سے تھی باغ کی بہار نہیں

بادہ بیہودہ پی کے کیا کیجے
اب وہ ساقی نہیں وہ یار نہیں

اے منجم عبث یہ نادانی
تو کچھ اندازہ داں کار نہیں

تو روش یاب مہر و ماہ غلط
تو ادا سنج روزگار نہیں

واقف اسرار آسمانی سے
جز حریفانِ بادہ خوار نہیں
چڑھ گئے ہیں کسی کے پھر دم پر
شیفتہ آج بیقرار نہیں

کون سے دن تری یاد اے بتِ سفاک نہیں
کونسی شب ہے کہ خنجر جگرِ چاک نہیں

لطف قاتل میں تامل نہیں پر کیا کیجے
سرِ شوریدہ میرا قابلِ فتراک نہیں

تجھپر اے دلبرِ عالم جو ہر ایک مرتا ہے
اس لیے مرنے سے میرے کوئی غمناک نہیں

دل ہوا پاک تو پھر کون نظر کرتا ہے
اور دل پاک نہیں ہے تو نظر پاک نہیں

علم اور جہل میں کچھ فرق نہو کیا معنے
ہم بھی بیباک ہیں پر غیر سے بیباک نہیں

قیس کو فضل تقدم ہے وگرنہ یہاں کیا
سرِ شوریدہ نہیں یا جگرِ چاک نہیں

ماسوی اللہ نہ رہے شیفتہ ہرگز دلمیں
خسروی کاخ سرائے خس و خاشاک نہیں

کون ہے شہر میں جو کام ہوس یاب نہیں
کس جگہ زلف کی بو رخ کی تری تاب نہیں

مجھپر اُس جلوے سے جو کچھ کہ گذرتی ہے نہ پوچھ
اسقدر شعلہ کبھی آفتِ سیماب نہیں

برق و باراں کے تلاطم کا کہاں تک مذکور
رُخ پُر نور نہیں دیدۂ پُر آب نہیں

وضع کا حفظ ہے تو عشرتِ صحبت معلوم
بزمِ اغیار سے کم محفلِ احباب نہیں

اہل تحقیق کے نزدیک رخ زیبا کو
پردۂ شرم سے بہتر کوئی جلباب نہیں

سیر مہتاب کا واں عزم ہوا کیا موقوف
شب مہتاب میں لطف شب مہتاب نہیں

فیض حق عام ہے افسردہ دل زار نہ ہو
دشت کیا جلوہ گہ لالۂ شاداب نہیں

خواب میں بھی وہ نظر آئے ہیں غیر کے ساتھ
تلخ عیشوں کو مقرر کہ شکر خواب نہیں

کیا وہ صحرا کہ جہاں شور نہ ہو رہزن کا
کیا وہ دریا کہ جہاں پیچش گرداب نہیں

پارسا کیا ہوئے تم شیفتہ شادی بھی ہوئے
باغ کو چلتے ہو اور ساتھ مئے ناب نہیں

ناز و تمکیں ہے وہاں صبر کی یہاں تاب نہیں
یہی صورت ہے تو کچھ بچنے کے اسباب نہیں

طرفہ نیرنگ محبت میں نظر آتے ہیں
برق آنکھوں سے ٹپکتی ہے یہ خوناب نہیں

ہائے وہ شوق ملاقات عدو میں جاگے
جس کے آنکھوں کے تصور میں مجھے خواب نہیں

منع کیوں عشق مجازی سے ہمیں کرتے ہو
زاہد و دہر مگر عالم اسباب نہیں

جان کی شکل دکھائی ہے بنا کر تجھکو
دل کی تصویر بنائی ہے یہ سیماب نہیں

بحر و بر میں کہیں آرام نہیں خاطر خواہ
بحر میں خار نہیں دشت میں گرداب نہیں

سبب اعدا کی بھی کچھ دلشکنی ہے منظور
یہ تو مانا کہ تمھیں خاطر احباب نہیں

کلفت آلودہ نظر پڑتی ہے مشتاقوں پر
عنصری بزم میں بھی صرف مئے ناب نہیں

کل یوم ہوی شان کی ہی جلوہ گری — اور وجہِ شبِ تار و شبِ مہتاب نہیں

شکوہ آئینِ محبت میں ہی ایجادِ لطیف — نسخۂ اصل میں ہر چند کہ یہ باب نہیں

غمزہ نادر طلب اور عشوہ ہی نایاب پسند — جنس یہاں دل ہی سو نادر نہیں نایاب نہیں

شیفتہ عشق کی یہ دھوم اور اب تک حضرت
دلِ بیتاب نہیں دیدۂ بیخواب نہیں

جی جائے پر جفا میں ہمارا زیاں نہیں — قدرِ وفا نہیں ہی اگر امتحاں نہیں

ہم بھی دکھاتے غیر سے اخلاص کا مزا — آفت تو یہ پڑی ہی کہ تم بدگماں نہیں

جو دیکھنا ہو دیکھ لیں اختر شناس جلد — نالے اگر یہی ہیں تو پھر آسماں نہیں

اسرارِ عشق بھی جو حریفوں نے کہہ دیئے — پھر اب کوئی جہان میں رازِ نہاں نہیں

ہم آئے ہیں جہاں سے وہیں کا خیال ہے — جز شاخِ سدرہ ہمکو سرِ آشیاں نہیں

واں شوقِ داستاں ہی یہاں داستانِ شوق — پر کیا کروں کہ دوست کوئی قصہ خواں نہیں

حرفِ درشت غیر سبک وضع بھی سہی — میں وہ ہوں جس پہ بارِ امانت گراں نہیں

رنگیں تھی بے گناہوں کے خوں سے سوادِ شہر — حال آنکہ وہاں ہنوز سرِ امتحاں نہیں

حکمت ہی ہوگی یہ جو ہوئے ہمکو جائے دل — بے مصلحت صلاح و فسادِ جہاں نہیں

کیوں عار بزمِ شاہ سے کرتے ہیں اہلِ فقر — کچھ فرشِ بوریا سے تو کم پرنیاں نہیں

چلئے چمن کو بزم سحر جلوہ گر ہوا
پروین نہیں نبات نہیں کہکشاں نہیں

کیونکر سنیں وہ شہرت اگر کو بکو ہوا
افسوس کم شکیب مرا راز داں نہیں

آئینہ جلوہ گاہ پری ہے نہ دیکھنا
نظارۂ پری کی بشر کو تواں نہیں

ہم نے بھی ہزل و بذلہ گوارا کیا کہ وہاں
فخر فضیلت و شرف دودماں نہیں

مشہور روزگار ہی محسود روزگار
نے التفاتیوں سے ہمارا زیاں نہیں

گرہی فریب غمزۂ جادو اثر بھی
دلداری ایک شہر کی مشکل وہاں نہیں

کچھ ہم پر آپ پر نہیں موقوف شیفتہ
کس کس کے دلپذیر وہ رعنا جواں نہیں

دل کا گلہ فلک کی شکایت یہاں نہیں
وہ مہرباں نہیں تو کوئی مہرباں نہیں

ہم آجتک چھپاتے ہیں یاروں سے راز عشق
حالانکہ دشمنوں سے یہ قصہ نہاں نہیں

زیبا نہیں ہے دوست سے کرنا معاملہ
کچھ ورنہ ناز جان کے بدلے گراں نہیں

ہم زمرۂ رقیب میں ملکر وہاں گئے
جب شوق رہنما ہو کوئی پاسباں نہیں

آشفتہ مثل بادہوں بیتاب مثل برق
کیونکر معین چرخ تری شوخیاں نہیں

ہم آپ نثار کریں کائنات کو
پر کیا کریں بساط میں جز نیم جاں نہیں

سامان وجد فتنۂ محشر کو دے دیا
وہ خاک پر ہماری جو دامن فشاں نہیں

کیوں ہیں ندیم دوست سفارش میں غیر کی
کیا ہمکو اُن سے رسم و رہ ارمغاں نہیں

اک حال خوش میں بھول گئے کائنات کو
اب ہم وہاں ہیں مطرب و ساقی جہاں نہیں

کس کس پہ رشک کیجیے کس کس کو روئیے
کس دن وہ جلوہ آفتِ صد خانماں نہیں

کیوں یہ ہجوم شور و شغب ہی نشور میں
ایسا تو شیفتہ ہمیں خوابِ گراں نہیں

آرام سے ہی کون جہانِ خراب میں
گل سینہ چاک اور صبا اضطراب میں

سب اُنمیں محو اور وہ سب سے علاحدہ
آئینہ میں ہی آب نہ آئینہ آب میں

معنی کی فکر چاہیے صورت سے کیا حصول
کیا فائدہ ہی موج اگر ہی سراب میں

نے بادِ نو بہار ہی اب نے شمیم گل
ہمکو بہت ثبات رہا اضطراب میں

حیرت ہی کیا نقاب ہیں گر رنگ رنگ کی
نیرنگ جلوہ سے ہی تنوع نقاب میں

فرصت کہاں کہ اور بھی کچھ کام کیجیے
بازی میں جمعہ صرف ہی شنبہ شراب میں

ذات و صفات میں بھی یہی ربط سمجھئے
جو آفتاب روشنی آفتاب میں

قطع نظر جو نقش و نگارِ جہاں سے ہو
دیکھو وہ آنکھ سے جو نہ دیکھا ہو خواب میں

طوبیٰ لہم جو کشتۂ عشقِ عفیف ہیں
کیا شبہ اس گروہ کے حسنِ مآب میں

مرنے کے بعد ہی کہیں شاید پتا لگے
کھویا ہی ہم نے آپ کو عہدِ شباب میں

پھر ہی ہوائے مطربی ہمکو شیفتہ
مدت گذر گئی ورع و اجتناب میں

شوخی نے تیرے لطف نہ رکھا حجاب میں
جلوے نے تیرے آگ لگائی نقاب میں

آ نغمہ گر ہو چرخ میں لا آسمان کو
آ رقص کر زمین کو ڈال اضطراب میں

سو مہر کا فروغ ہے وہاں جلوہ گاہ میں
سو باغ کی شمیم ہے وہاں رخت خواب میں

وہ قطرہ ہوں کہ موجۂ دریا میں گم ہوا
وہ سایہ ہوں کہ محو ہوا آفتاب میں

سالک کی یہ مراد کہ مجھ سا ہو نفس بھی
رہزن کو یہ خیال کہ رہرو ہو خواب میں

اس صوت جاں نواز کا ثانی بنا نہیں
کیا ڈھونڈتے ہو ربط و عود و رباب میں

ای ولئے روز حشر اگر ہم سے ہو سوال
جو کچھ کیا ہی ہم نے شب ماہتاب میں

آتا ہی کون کون کہ آتے ہیں اب نظر
دربان انفعال میں حاجب حجاب میں

شرم گنہ نہ بیم عقوبت یہ رنج ہے
ہی ہی اٹھائی اس نے اذیت عتاب میں

پوچھی تھی ہم سے وجہ ملاقات مدعی
اک عمر ہو گئی انھیں فکر جواب میں

لڑتی نہ جائے آنکھ جو ساقی سے شیفتہ
ہمکو تو خاک لطف نہ آئے شراب میں

ناچار ہیں خموش وہ ناحق عتاب میں
طاقت تھی جتنی صرف ہوئی اضطراب میں

بوسے کئے قبول تو گنتی بھی چھوڑ دو
ایسا نہ ہو کہیں پڑے جھگڑا حساب میں

بیباک کسقدر ہے کہ ڈوبا ہوا ہی سب
دامن لہو میں اور گریباں شراب میں

شاید کہ پڑ گئی ہے کسی شیخ کی نظر
ہم بے دھڑک جو کرتے ہیں توبہ شباب میں

آخر جہان میں شبِ تاریک بھی تو ہے
اچھا نہ آئیں آپ شبِ ماہتاب میں

ای آفتِ زمانہ ترے دور میں شکیب
بلبل کو باغ میں ہی نہ ماہی کو آب میں

ہوتا ہی اژدہامِ تمنا اُسی قدر
ہوتی ہی جتنی دیر کشادِ نقاب میں

جور و ستم عیاں ہی وفا و کرم نہاں
لڑتے ہیں جاگتے میں مناتے ہیں خواب میں

بیباک شیوہ شوخ طبیعت زباں دراز
ملزم ہوا ہی پر نہیں عاجز جواب میں

اُس نے دمِ وداع کئے عہدِ التفات
افسوس میں نے کچھ کہ سُنا اضطراب میں

تکلیف شیفتہ ہوئی تمکو مگر حضور
اس وقت اتفاق سے وہ ہیں عتاب میں

گر کچھ خلل نہ آئے تمھارے فراغ میں
حسرت کا ہی ہجوم دلِ داغ داغ میں

مشاطہ باغباں کی طرح بیقرار ہے
میں اُن کے پاس کیا ہوں کہ گلچیں ہے باغ میں

پہلے نہ تھا جہاں میں دلِ داغ دار کیا
مشہور اسقدر جو ہوا لالہ داغ میں

جورِ ادیب و شوق حبیب و غمِ نشور
اپنا کوئی زمانہ نہ گذرا فراغ میں

صہبائے لالہ فام کہاں اور ہم کہاں
خونابۂ جگر ہی ہمارے ایاغ میں

معلوم ہی کہ ایلچیوں کو زیاں نہیں
قاصد نہ ہچکچایو ہرگز بلاغ میں

فانوس شیشہ و لگن زر سے کیا حصول
وہ ہی وہاں جہاں نہیں روغن چراغ میں

نہ طاقت شکیب نہ اندازۂ ستیز
بیجا ہی اہتمام تلاش سراغ میں

اُس نوبہار حسن کو بدنام مت کرو
ہے شیفتہ کے پہلے ہی شورش دماغ میں

پائی ہی بوئے دوست عنادل نے باغ میں
پروانوں پر ہوئی ہی تجلّی چراغ میں

اُس کا پتہ ملے تو ہمارا پتہ ملے
کھویا ہی ہم نے آپ کو جس کے سراغ میں

مشکوئے شہ ہوا سے ہی پر عیش وہاں کہاں
عشرت فقط نصیب ہی کنج فراغ میں

عارف نہیں وہ حفظ مراتب جسے نہو
جو جلوہ باغ میں ہی کہاں ہی وہ راغ میں

ہرچند ایک نور سے روشن ہی بزم دہر
جو نور مہر میں ہی کہاں وہ چراغ میں

ایک قطرہ جس کا مست کرے کائنات کو
اے بے خبر وہ مے ہی ہمارے ایاغ میں

بلبل نے گل کبھی نہیں دیکھا جو دیکھ لے
زنہار پھر نہ فرق کرے دشت و باغ میں

سو بار آن لگاؤ پڑھو حسن دوست پر
سامان صد بہار ہی ایک ایک داغ میں

پیری میں سیر باغ کی تقریب شیفتہ

معشوقہ ساتھ ہی نہ خلل ہی دماغ میں

عید ہی اور ہمکو عید نہیں — اگر آجایئے بعید نہیں

لاش تیری رسید تھی خط کی — خط کی یہ نامہ بر رسید نہیں

قیس کو جو کہے خفیف العقل — رائے اُس شخص کی سدید نہیں

گریہ ہی ہی ہجوم ابرِ سیاہ — گر کوئی می پیئے بعید نہیں

ہم اگرچہ ہیں اندنوں مقبول — لیکن اغیار بھی طرید نہیں

آج بھی منع بادہ ای زاہد — تیرے نزدیک عید عید نہیں

ذکر میرا سنو نہ مجنوں کا — لطف بے قصۂ جدید نہیں

دور ہیں اسکے چشم و مژگاں کی — کس جگہ تربتِ شہید نہیں

نیند آئی رقیب آتا ہے — رخصت اتنی تو ہم بلید نہیں

شیفتہ اور بھی ہیں نغمہ سرا
پر یہ آہنگ یہ نشید نہیں

ہی گو نہ گو نہ شک ابھی عفوِ گناہ میں — جو ہی زبان پردہ نہیں ہی نگاہ میں

تمکین اضطراب ہی بیدادِ التفات — کیا شوخئے اثر ہی سراسیمہ آہ میں

ہر خار و خس ہی وجد میں ہر سنگ و خشت مست — کیا میکشوں نے آکے کہا خانقاہ میں

دشمن سے بھی زیادہ ہی گو دوست کیوں نہو
ملجائے جو کوئی ترے کوچہ کی راہ میں

سرگشتہ لگے پھرنے سے ارباب درد ہیں
کیا فرق چرخ اخضر و چشم سیاہ میں

صیاد دلفریب کا اللہ رے لطف عام
بے زخم ایک صید نہیں صیدگاہ میں

ہی مجھ میں اور غیر میں نسبت وہی جو ہی
اندیشۂ درست و خیالِ تباہ میں

دن رات جکو دیکھتے ہیں مہر و ماہ کے
یہ روشنی نہ مہر میں دیکھی نہ ماہ میں

یہاں بے زوال نعمتِ کمیاب عشق ہی
دعوی ہی بوالہوس کو اگر مال و جاہ میں

ہی جلوہ گر کرشمہ کہ انصاف پیشگی
ہلدی لگی ہوئی ہے سرِ دادخواہ میں

تجھکو نظر نہ آئے تو اپنا علاج کر
ہی مرغزار جلوہ نما برگ گاہ میں

دھوکا مجھے کو صرف نہیں میل یار کا
دیکھا بڑے بڑوں کو اسی اشتباہ میں

ہر شیوہ اُس کا اپنی جگہ میں تمام ہی
اعجاز بات میں ہی تو جادو نگاہ میں

افسردہ خاطری وہ بلا ہی کہ شیفتہ
طاعت میں کچھ مزا ہی نہ لذت گناہ میں

ہمت جو ہو غبار تو دشمن سے صاف ہو
تقصیر ہو کسی سے کسیکی معاف ہو

ہرگز ترے لبوں سے نہ چھوٹیں گے کام دل
سو بار اسمیں غیر سے گو لام و کاف ہو

دل دیں گے ہاں نہ دینگے مگر جان سو بجز
بیہودہ ہی وہ شخص جو سرگرم لاف ہو

کافی ہی خوش گذرنے کو دنیا میں اسقدر
معشوق خوش مزاج ہو وجہ کفاف ہو

موصوف ہو ضرور جفا و عتاب کا
حسن و جمال میں جو کوئی یہاں مضاف ہو

ہی رشک بار عام غضب کیا عجب اگر
کنجِ خمول میں ہوسِ اعتکاف ہو

گر عفو ہو قصور تو اک عرض ہی ہمیں
یہ عرض ہی قصور ہمارا معاف ہو

غالب ہی کچھ تو فرق پڑے وہاں کی سیر سے
وحشت میں گر گذار مرا سوئے قاف ہو

رفتار چرخ ہی اسے شیوہ پہ دور کیا
گر آپ کی روش بھی ہمارے خلاف ہو

ہاں تو شگاف در سے لڑا آنکھ عجز سے
تیری بلا سے دل میں کسی کے شگاف ہو

جو قیس کی روش تھی وہی اپنی راہ ہی
دونوں سلیم فکر میں کیوں اختلاف ہو

وہ طرز فکر ہمکو خوش آئی ہی شیفتہ
معنی شگفتہ لفظ خوش انداز صاف ہو

فروغ مہر نہ ہو رخ پہ گر نقاب نہو
نقاب اٹھا کہ یہ لمعانِ آفتاب نہو

بھرے ہیں رنگ تکلف سے اہلِ میخانہ
شراب بس ہی نہیں ہی اگر کباب نہو

کہیں نہ جائے بتِ مہروش پہ ممکن ہے
خلل پڑے سے متحرک جو آفتاب نہو

ہی دلکو شکر وفائے عدو سے بیتابی
کروں میں کچھ گلہ لطف گر عتاب نہو

حجاب منظر مقصود ہی طلسم خودی
جو یہ طلسم نہ ٹوٹے تو فتح باب نہو

عزیز ہی بت میکش کو چشم تر یعنی ‏ — ‏ نہو سحاب تو کیفیتِ شراب نہو

بہت ہی دھوم مچاتے ہیں میکدہ میں رند ‏ — ‏ مجھے یہ ڈر ہی کہیں مدرسہ خراب نہو

وہ ماہتابی پہ بیٹھے ہیں اور ہی شبِ ماہ ‏ — ‏ خلاف شان ہی رُخ پر اگر نقاب نہو

غضب ہی قہر ہی دیکھے وہ چشم یہ جلوہ ‏ — ‏ جسے کہ مہر کی بھی دیکھنے کی تاب نہو

وہ روئی نالۂ موزوں **شیفتہ** سُنکر

یہ وہ غزل ہی کہ جس کا کبھی جواب نہو

غیر سے حرف تمنائے جفا کہتے ہو ‏ — ‏ کس سے کہتے ہو تمھیں خیر ہے کیا کہتے ہو

زندگی خاک ہو جب فہم میں اتنا ہو خلاف ‏ — ‏ ہم اجل کہتے ہیں تم جسکو حیا کہتے ہو

کہتے ہیں لاف وفا موت سے پہلے کیسی ‏ — ‏ ہم نہیں جانتے تم کسکو وفا کہتے ہو

گلۂ جور پہ کہتے ہیں زہے نا فہمی ‏ — ‏ ناز ہم کرتے ہیں تم اُسکو جفا کہتے ہو

شیفتہ شکوۂ دشمن سے بس آگے نہ بڑھو

دیکھو وہ دوست ہی تم کسکو بُرا کہتے ہو

توسن ناز اُٹھاتے کیوں ہو ‏ — ‏ خاک میں شہر ملاتے کیوں ہو

ناصحو یوں بھی تو مر جاتے ہیں ‏ — ‏ عشق سے مجھکو ڈراتے کیوں ہو

تاب نظارہ نہیں پہلے ہی یہاں ‏ — ‏ تم مجھے آنکھ دکھاتے کیوں ہو

میرے نزدیک ہو لیلےٰ سے سوا — قصۂ قیس سناتے کیوں ہو
حاصل اس سلسلہ جنبانی سے — پائے خوابیدہ جگاتے کیوں ہو
عرضِ غم حوصلۂ غیر کہاں — مجھسے تم بات بناتے کیوں ہو

آتشِ عشق کہیں بجھتی ہے
شیفتہ اشک بہاتے کیوں ہو

ربط واں ہاتھ کو جب غیر کے داماں سے ہو — کیوں نہ یہاں ہاتھ کو پھر ربط گریباں سے ہو
جلوۂ دوست اگر دیکھے تو میرا ذمہ — پھر پریزاد کو وحشت اگر انساں سے ہو
جو خوشی خط سے تمھارے ہوئی اس سر کی قسم — وہ شہ ہند و شہ روم کے فرمان سے ہو
حسن کیا رکن امارت ہی کہ ممکن ہی نہیں — ربط اُن سے نہ کرے کوئی جو ارکان سے ہو
میں نہیں جانتا آپ آئیں وہ یا خط بھیجیں — پر مرے دلکو تسلی کسی عنوان سے ہو
ہر ورق میں ہی عیاں جلوۂ نیرنگِ بہار — کیوں نہ دیوانوں کو شورش مرِ دیوان سے ہو
چھیڑ دیکھو کہ کہا دونوں کو ذلت ہو نصیب — پر تجھے غیر سے ہو غیر کو دربان سے ہو

کس نے تاراج کیا ملکِ دل و دیں کہئے
آج تم شیفتہ کچھ بے سر و سامان سے ہو

اضطرابِ جرس ہے کیوں دل کو — کہیں جنبش ہوئی ہے محمل کو

بوسۂ لب نہ مانگنا دشمن
منہ لگاتا ہے کون سائل کو

گل کو ہے اُس کے کان سے تشبیہ
کیا سُنے نالۂ عنادل کو

غمزدہ تیرے چشم کافر کا
سمجھے اعجاز سحر بابل کو

تجھ سے اے رشکِ خور جو دوں تشبیہ
نہ ہو نقصان ماہِ کامل کو

اب وہ نو خط ہے ملتفت دیکھا
نقشِ تسخیر خطِ باطل کو

ہائے وہ شیفتہ کی بیتابی
تھام لینا وہ تیری محمل کو

اے فلک یوں کامیاب عیشِ کر پرویز کو
خواب شیریں بھی نہ ہو فرہاد شور انگیز کو

سعی ضعفِ نازنیں ہی فکر کی شبدیز کو
شوخیاں ابرو سے لینی چاہیئے مہمیز کو

دیکھکر چشمِ غضب کو اُس کے میں نے رو دیا
چاہیے پانی ملا لینا شرابِ تیز کو

سانپ کے سونگھے ہوئے سے بے خبر تر ہوں مجھے
سونگھنے دو شمیم زلفِ عنبر بیز کو

کب ہوئیں گستاخیاں آداب دانِ عشق سے
ڈھبتے تو نے پیا اپنی تمکین ہوس انگیز کو

نالۂ موزوں کی بے پروا خرامی دیکھنا
کر دیا غارت نشین غوغائے رستاخیز کو

کیوں نہ شادی مرگ ہونا کام مجھسا دیکھکر
زخم کے منہ میں زبانِ خنجرِ خونریز کو

خطِ آزادی تھا نامہ غیر کا اے جوشِ رشک
پھاڑ ڈالا آپ ہم نے کیدی دست آویز کو

اہلِ محفل کی پسندِ طبع یہ انداز ہے
شیفتہ کسکو سناتے شعرِ درد آمیز کو

کچھ تو شیریں کام کر تلخی کشِ بیداد کو
دے کفن تو عشقِ شیریں بافت کا فرہاد کو

آہ و زاری نارسا شوقِ اسیری بے اثر
کون لائے آشیانے تک مرے صیاد کو

تلخ کامِ عشق شیریں بھی ہوئی پایانِ کار
یہ نویدِ شور افزا سنتے بھیجے فرہاد کو

کہتے ہیں زیرِ زمیں لیلی و مجنوں مل گئے
ہمکو بھی لازم ہے جانا واں مبارکباد کو

اک دمِ شمشیر سے آزار سب جاتے رہے
ہم مسیحا جانتے ہیں شیفتہ جلاد کو

اے دل جو ہو سو ہونے دے گرمِ فغاں نہو
یہ جورِ یار ہے ستمِ آسماں نہو

دلبستگی جو ایسی ہے قاصد سے کیا عجب
گر حلقِ زخم خوردہ سے بھی خوں رواں نہو

مہر و وفا جو ماہ وشوں سے بعید ہے
راضی ہیں ہم اسمیں کہ نا مہرباں نہو

کیا کیا بیان کرتے ہیں نادر نکات ہم
لیکن جب انجمن میں کوئی نکتہ داں نہو

صدق و صفا و مہر و وفا واں نہ ڈھونڈھنا
جس شہر و دیہ میں کہ سرائے مغاں نہو

آئی ہے فصلِ گل میں چمن سے ہوائے گرم
صیاد نے جلایا کہیں آشیاں نہو

کیا ہو دعائے مرگ میں اُس شخص کو حجاب
جو نیم کشتۂ خنجرِ دردِ نہاں نہو

صورتِ حزیں سے کچھ ہو نہ شکلِ جمیل سے
گر صاحبِ معاملہ آزردہ جاں نہو

ایما ہی سب کو چشمِ سخنگو سے شیفتہ
پھر میرے قتل پر کوئی کیا ہمزباں نہو

ہی بد بلا کسیکو غمِ جاوداں نہو
یا ہم نہوں جہاں میں خدایا جہاں نہو

آئینِ اہلِ عشق کہاں اور ہم کہاں
ای آہ شعلہ بار نہو غول چکاں نہو

فعلِ حکیم عین صلاح و صواب ہی
ساقی اگر شراب نہ دے سرگراں نہو

تدبیر ترکِ دشمنِ جاں کی ہی رات دن
کس طرح پھر مجھے گلۂ دوستاں نہو

کیا وہ متاع جسکی نہو کوئی گھات میں
ڈرتا ہوں میں جو دزد دپسِ کارواں نہو

حب تک فروغِ مے سے نہو سینہ نورزار
ہرگز حریفِ میکدہ اسرار داں نہو

لازم ہی یا یہ بھی تو ہو بیتاب ورنہ کیا
وہ عشق ہی کہ رنج یہاں ہو وہاں نہو

ناحق وہ جی جلاتے ہیں سودائے عشق پہ
جن کو یہ سوچ ہی کہ کچھ اسمیں زیاں نہو

ہم بوئے دوست تجھکو سنگھائیں گے شیفتہ
محوِ شمیمِ طرۂ عنبر فشاں نہو

تہمت لگا کر انکو کوئی کیا خجل نہو
وسواس ہمکو جب ہو جو آئینہ دل نہو

تقوے میں ہم شریک ہیں رندی میں ہم شریک
صحبت سے اپنی کوئی ملول و خجل نہو

زنجیر آدھی رات کو کھٹکائے اور کون — ای جذب اشتیاق وہ پیماں گسل نہو

تنہا ملا ہے یار نہ مانِ در از میں — ای فرطِ جوشِ شوق بس اب تو مخل نہو

افسردگی کے اپنے جو گرم بیاں ہوں ہم — آتش کبھی جہان میں پھر مشتعل نہو

دشمن کے افترا سے رہائی محال ہے — گھر بار کا جو گھر کے مرے منفعل نہو

پھر دل ہی میں گرم ہی دلدار شیفتہ

ڈرتا ہوں میں کہ پھر کہیں خواہانِ دل نہو

اتنی جمیل سے تو کبھی انس و خو نہو — ڈرتا ہوں آفتاب سے اب میں کہ تو نہو

ہی گل کا رنگ تجھ سے مشابہ نہ دیکھیے — بچیئے صبا سے بھی کہ کہیں تیری بو نہو

سب آرزوئیں تجھ سے فلک نے نکال دیں — یہ آرزو ہی اب کہ تری آرزو نہو

جا نا کہیں ہو جانتے تھے یا ترے گھر کی راہ — یا اب یہ ڈر ہی راہ میں تو روبرو نہو

یا غیر سے بھی خوش تھے کہ تیرا تو دوست ہی — یا اب خفا ہوں اس سے جو تیرا عدو نہو

جب تک کہ تم رقیب سے ملنا نہ چھوڑ دو

ملجائے تم سے شیفتہ ایسا کبھو نہو

کچھ پیچ و تاب دل کا جبیں پر اثر نہو — اتنا تو حوصلہ ہو اگر بیشتر نہو

سامان عیش جمع مگر ہمکو اجتناب — کیا کیجئے جو حکم قضا و قدر نہو

اُن کو وہ لاف مہر و وفا ہو کہ کیا کہوں — ہمکو گر اہتمام تلاشِ خبر نہو

ناصح جو کام ترکِ وفا سے لیا تو کیا — جو بات عیب کی ہی وہ ہرگز ہنر نہو

ہم وہ نہیں کہ اُس کو بھی رکھیں حساب میں — جس آہ کا کہ چرخ نہم تک گذر نہو

کیا تاب ہی کہ تابنِ مژگاں ہو جلوہ گر — جس قطرۂ سرشک میں لختِ جگر نہو

امیدوار جلوۂ معنی غلط نہیں — جو نکتہ فہم محوِ نقوش و صور نہو

ہرچند مجھ سے بے سبب آزردہ ہی مگر — ڈرتا ہوں میں منانے سے آزردہ تر نہو

ہیں آنے والے شیفتہ کچھ دوست اور بھی
مطرب کو حکم ہو کہ ابھی نغمہ گر نہو

جب تک وہ مہر جلوہ یہاں جلوہ گر نہو — لاکھ آفتاب سے شبِ ہجراں سحر نہو

کیا مانگتے ہو جان بہت لوگ دے چکے — وہ بات ہم سے کہیئے کہ حدِ بشر نہو

کسکو کیا پسند نہ کیونکر کروں پسند — مجھکو نظر نہو جو غرورِ نظر نہو

یہ شوق ہرزہ تاز بہت منفعل کرے — دربان دوست دوست ہمارا اگر نہو

میخانے میں رہو کہ نہ دیکھو گے عمر بھر — وہ شام جسمیں پرتوِ فیضِ سحر نہو

آئینِ ناز کینۂ و رسم ادا ستم — معشوقہ نے ہنر ہے جو بیدادگر نہو

یاروں کو رنج ہو یہ گوارا نہیں مجھے — ایسی جگہ مروں کہ کسیکو خبر نہو

اُن کا لگاؤ اور بھی کرتا ہے بیقرار
وہاں کچھ نہو تو جوش یہاں اسقدر نہو

وہ نالہ چاہتے ہیں کہ برہم کرے جہاں
لیکن یہ شرط ہی کہ ہمیں کچھ اثر نہو

اُڑتی سی شیفتہ کی خبر کچھ سُنی ہی آج
لیکن خدا کرے یہ خبر معتبر نہو

نفس سرکش کی کسی ڈھب سے رعونت کم ہو
چاہتا ہوں وہ صنم جس میں محبّت کم ہو

کیا عجب دور ہو آتش سے حرارت لیکن
ہی عجب اُنکی اگر دل سے شرارت کم ہو

منع کی حرص پر انسان ہوا ہی مجبول
ناصحو دوست اگر ہو تو نصیحت کم ہو

جان پُر شغلہ فارغ ہو جو تم کو دیکھے
دل بے وسوسہ کو تم سے فراغت کم ہو

شمع رویوں سے بڑھا ربط بڑھی ظلمت دل
ورنہ جتنا کہ سوا نور ہو ظلمت کم ہو

اثر عشق کی افسانے جو سُن رکھے ہیں
حکم عشاق کو ہی یہ کہ محبت کم ہو

ہم نے دیکھا ہی وہ صیقل کدہ اللہ اللہ
کہ جہاں آئینہ دل سے کدورت کم ہو

نغمہ پُر درد ہی شورش سے افاقت معلوم
بادہ پُرزور ہی کیا نشہ کی شدّت کم ہو

شیفتہ کیسی ہی معنی ہوں مگر نامقبول
اگر اسلوب عبارت میں متانت کم ہو

اُٹھ صبح ہوئی مرغ چمن نغمہ سرا دیکھ
نور سحر و حُسن گل و لطف ہوا دیکھ

دو چار فرشتوں پہ بلا آئے گی ناحق
ای غیرت ناہید نہو نغمہ سرا دیکھ

منت سے مناتی ہیں مجھے میں نہیں منتا
اوضاع ملک دیکھ اور اطوار گدا دیکھ

گر بوالہوسی یوں تجھے باور نہیں آتی
ایک مرتبہ اغیار کے قابو میں تو آ دیکھ

عاشق بھی سہی پر کوئی فرہاد سا ہوگا
کاشانۂ دشمن میں نہو جلوہ نما دیکھ

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ دامن کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

ایک دم کے نہ ملنے پہ نہیں ملتے ہیں مجھ سے
اے **شیفتہ** پابوسی امید فزا دیکھ

کہوں میں کیا کہ کیا درد نہاں ہے
تمہارے پوچھنے ہی سے عیاں ہے

شکایت کی بھی اب طاقت کہاں ہے
نگاہِ حسرت آہِ ناتواں ہے

نشانِ پائے غیر اُس آستاں پر
نہیں ہے میرے مرقد کا نشاں ہے

اجل نے کی ہے کس دم مہربانی
کہ جب پہلو میں وہ نامہرباں ہے

تجھے بھی رل گیا ہے کوئی تجھ سا
اب آئینہ سے وہ صحبت کہاں ہے

یہ کس گلرو کا عالم یاد آیا
دمِ سرد اک نسیم بوستاں ہے

ہوئی بیتابیٔ بلبل مؤثر
کہ گھبرایا ہوا کچھ باغباں ہے

سحر اُن کو ارادہ ہے سفر کا
قیامت آنے میں شب درمیاں ہے

کوئی یہاں لاؤ اُس عیسیٰ نفس کو
کہ مرتا شیفتہ نام اک جواں ہی

یاد آے گی جو عطر فشاں اُسکی کو مجھے
لیجاے گی بہشت میں گلشن کی بو مجھے

اے چرخ تیری دور میں انصاف ہی یہی
وصلِ صنم عدو کو ہو رشکِ عدو مجھے

رحم ای ہجومِ شوق کہ سنبل سے باغ میں
یاد آئیگا وہ طرۂ تابیدہ مو مجھے

دشمن کٹے جو شکر کے سجدے سے وقت قتل
شاید کہ آبِ تیغ سے ہوگا وضو مجھے

تا صبح حشر بخت مرے جاگتے رہیں
اک بار صبح آکے جگائے جو تو مجھے

تشبیہہ تیری زلف سے دی ہو نہ غیر نے
سنبل سے عطر فتنہ کی آتی ہی بو مجھے

تابِ وصال اُس سمن اندام کو کہاں
بس بس نہ چھیڑ ای خلشِ آرزو مجھے

جاتا ہوں کوے غیر میں صحرا کے بدلے میں
دیوانگی میں بھی ہی تری جستجو مجھے

وہ مانعِ تپش ہی نہیں شوق اضطراب
بھاتی نہیں ہی شیفتہ ایسی بھی خو مجھے

اگلی رشک اُنکو یاد آنے لگے
ہم جو غیروں کے گھر میں جانے لگے

کچھ بناوٹ سے تو نہیں یہ غش
تم مجھے عطر کیوں سُنگھانے لگے

میرے داعوں کا ذکر کرتے ہیں
بارے غیروں کو بھی جلانے لگے

تلخ کامی کی گر کہیں لذت
چرخ غالب کہ زہر کھانے لگے

میرے رونے میں تو نہیں تاثیر
غیر پھر اشک کیوں بہانے لگے

غیر سے کب ہوا ہے ترک کلام
باتیں تم ہم سے بھی بنانے لگے

ہم جو تحریک ناتوانی سے
قصہ ہائے ستم سنانے لگے

ہنسکے کہنے لگے کہ ہاں سچ ہے
تم مرے نازکیوں اٹھانے لگے

وہ غزل ہم نے شیفتہ لکھی
جس کو زہرہ بھی سن کے گانے لگے

اور الفت بڑھ گئی اب اس ستم ایجاد سے
اک نئی لذت جو پائی دل نے ہر بیداد سے

غیر کو اندوہ فرقت اب مبارک ہو کہ یہاں
دھیان جاتا ہی نہیں اسکا دلِ ناشاد سے

عشق میں یہ مرحلہ بھی پیش آتا ہے ضرور
کسکو امیدِ اثر ہے نالۂ و فریاد سے

مجھ سے کیا کیا شاد ہوگی روح قیس و کوہکن
پھر نظر آتے ہیں کوہ و دشت کچھ آباد سے

ہیں وہ قابو میں عدو کے بس یہی تدبیر ہے
جائیں اسکے پاس نالاں یار کے بیداد سے

رشک آزادی پہ ہے ایسے اسیروں کی مجھے
چھٹ گئے جو جان دیکر پنجۂ صیاد سے

ڈوب مرنے کی جگہ ہے غسل صحت ہجر میں
رو دیتا ہوں احبا کی مبارکباد سے

وہ قتیلِ تیشہ ہیں میں کشتۂ ابروے یار
یار بیجا مجکو نسبت دیتے ہیں فرہاد سے

چھیڑتے کیوں ہو مجھے جانے دو ان باتوں کو بس
تم بھلا جاتے رہو گے **شیفتہ** کی یاد سے

پھر محرک ستم شعاری ہے	پھر اُنھیں جستجو ہماری ہے
پھر وہی داغ و دل سے صحبت گرم	پھر وہی چشم و شعلہ باری ہے
پھر وہی جوشِ نالہ و فریاد	پھر وہی شور آہ و زاری ہے
پھر خیالِ نگاہ کافر ہے	پھر تمنّائے زخم کاری ہے
پھر وہاں طرز دلنوازی ہے	پھر یہاں رسم جاں نثاری ہے
پھر وہی بیقراریٔ تسکیں	وہی تسکینِ بیقراری ہے
پھر جفا وہاں وفا ہوئی پھر یہاں	ناامیدی امیدواری ہے
جس کے جور و ستم بھی یاد نہ تھے	پھر ہمیں اُسکی یادگاری ہے
پھر ہمیں کام کچھ نہیں تم سے	پھر وہی وضع گر تمھاری ہے

شیفتہ پھر ہے ننگ عزت سے
پھر وہی ہم ہیں اور خواری ہے

وہاں پہنچنے کی منت دمِ صبا پر ہے	کہ شوق سے مرے خط کے لیے ہوا پر ہے
عدو کو آگے مرے مسکرا کے ذبح نہ کر	کہ میری مرگ بھی موقوف اسی ادا پر ہے

مرض ہو جس کے سبب سے غضب ہے وہ یہ کہے
سبب جئے نہ جئے زور کیا قضا پر ہے

رقیب کہتے ہیں اس جور پر نباہتے ہو
قیامت آئی کہ لتعنیع اب وفا پر ہے

خفا ہوے ہیں عدو اپنی ہی بری خو سے
تجھے گمان بدای بدگماں حیا پر ہے

خیال تھے اثرِ جذبِ دل سے کیا کیا آج
ہزار خون ہوس گردنِ حنا پر ہے

رقیب سے ہی جفای حبیب کا شکوہ
تو آپ شیفتہ اے شیفتہ جفا پر ہے

فصل گل ہی میکدہ کا ساز و ساماں چاہیے
تو یہ زولیدہ زیبِ طاقِ نسیاں چاہیے

محو لیلیٰ ہی یہ مجنوں چارہ سازوں سے کہو
اس کے رہنے کے لیے یوسف کا زنداں چاہیے

کشمکش اس جیب سے دستِ جنوں بیفائدہ
غیر کا زور آزمائی کو گریباں چاہیے

نرگستاں چاہیے نے جا ہیے سنبل کدہ
چشم فتاں چاہیے زلفِ پریشاں چاہیے

جاے سبزہ سبزۂ خط قدِ موزوں جاے سرو
یہ گلستاں ہو تو ہاں سیرِ گلستاں چاہیے

شاہدانِ دلربا اتنی نہیں دشوار جو
صرف انکو مال و جان ناموس و ایماں چاہیے

غزل اپنی بیاضِ چشمِ آہو پر لکھو
جیسے دیوانے ہیں ہم ویسا ہی دیواں چاہیے

نغمہ ہاے گلفشاں کو سمجھیں کیا زاغ و زغن
داد دینے کو مری مرغِ خوش الحاں چاہیے

گردِ کلفت خاکِ صحرا دشنۂ غم نوکِ خار
تیرے وحشی کے لیے ایسا بیاباں چاہیے

بزم دنیا میں ہی دو شخص کو کب عیش نصیب
سو تجھی کو ہے مجھکو تو یہ غم بھی بس ہی

دسترس بوسۂ پا کی جو نہیں ہی نہ سہی
اپنے سجدے کے لیے نقشِ قدم بھی بس ہی

سجدۂ دوست ہوا عشق کا حصہ یعنی
اور لوگوں کے لیے دیر و حرم بھی بس ہی

غیر پہ چاہیے ای چرخ تجھے کرنا جور
مجھ سے ناکام کو تو بخت دژم بھی بس ہی

دولتِ وصل سے کیا کام ہوسناکوں کو
نازِ خسرو کے لیے خیل و حشم بھی بس ہی

کی تمنائے کرم میں نے تو فرماتے ہیں
شیفتہ تیرے لیے جور و ستم بھی بس ہی

سجدے کے کسی در پہ تمنا نہیں رکھتے
گردن پہ سرِ ناصیہ فرسا نہیں رکھتے

اس کوچے میں ای نکہتِ گل جلوہ عبث ہی
ہم کچھ ہوسِ سیرِ تماشا نہیں رکھتے

ہر چند کہ ہی آپ سے ملنے کی تمنا
پر آپ سے ملنے کی تمنا نہیں رکھتے

دشوار نہیں رفع حجاب آپ سے لیکن
مطبوع ہم اندازِ زلیخا نہیں رکھتے

یوں چارہ گری غیر کی ہوتی ہی کہ گویا
ہم جانِ حزین و دلِ شیدا نہیں رکھتے

مطلب ہے وہ معشوق سے ناصح کو نہیں اور
ہم دیدۂ بینا دلِ دانا نہیں رکھتے

کس لطف سے وہ لطف سے فارغ ہیں کہ عشاق
تابِ نگہِ حوصلہ زرا نہیں رکھتے

دشمن سے ملاقات کی ٹھہری ہی کہ بے وجہ
وہ سر پہ پرند گھر آما نہیں رکھتے

اے شیفتہ ہم جب سے کہ آئے ہیں حرم سے
شوقِ صنم و خواہشِ صہبا نہیں رکھتے

خندہ زن ہیں دوست میرے دیدۂ پُر آب سے
بخت دشمن کو جگائیں میرے نالے خواب سے

وصل کی شب میں نئی باتوں سے ہم واقف ہوے
شعلہ خس ہی نہایت دیر پا مہتاب سے

میں لہو روتا ہوں ناحق اُن کا دامن دیکھکر
اُن کا دامن بھر گیا ہے میری ہی خونناب سے

میں وہ میکش ہوں اگر بیخود بھی ہو جاؤں کبھی
ہوش آتا ہے مجھے بوئے شرابِ ناب سے

گرم خو دیکھا تو کر دیتی ہیں سب کو بیقرار
دلکو راحت ہو گئی بیتابیٔ سیماب سے

جسکو سمجھا آشنا نکلا غرض کا آشنا
دل ہی افسردہ نہایت گرمیٔ احباب سے

ضد تو دیکھو تشنہ کام شوق مجھکو جان کر
قتل کرتا ہے ستمگر خنجرِ بے آب سے

فرشِ مخمل پر سے تھے وہ ہمخوابِ دشمن خواب میں
رونگٹے میرے کھڑے ہوتے ہیں نامِ خواب سے

کسکی زلفِ خم بخم پھر لے گئی تاب و قرار
شیفتہ پھر کچھ نظر آتے ہیں ہم بیتاب سے

رقیب بوالہوس کا منہ ہی لطفِ جور کو دیکھے
وہ اپنی وضع کو دیکھے ہمارے طور کو دیکھے

پریوش بھی ہیں شیدائی کے شیدا ناصحو دیکھو
بھلا کب دیکھ سکتے ہیں کہ عاشق اور کو دیکھے

نظر سے فتنہ کی گردش سے گردوں کی بچا وہ ہے
جو چشمِ مست کو ساقی کی مرکے دور کو دیکھے

صفائی غیر سے کیجے مکدر میں نہیں تم سے
کوئی کیا خاک خوش ہو جب کسی بدطور کو دیکھے

ستم سے شیفتہ اب اس طرح مایوس کرتے ہیں
وہ اپنی تاب کو دیکھے - ہمارے جور کو دیکھے

پھر نصیحت کی کسکو تاب رہے
جو یہی دلکو اضطراب رہے

جب خطائے نکردہ ثابت ہو
عقل کیا بر سر صواب رہے

بوئے گل کام کر چکی اپنا
دختر رز تہ نقاب رہے

ملگیا دوست منتخب پھر کیوں
شعر کا شوق انتخاب رہے

واہ رندی و میکشی کہ یہاں
عمر بھر عالم شباب رہے

جب پڑی لذت ہم آغوشی
پھر بغل میں کہاں کتاب رہے

تا نہ غافل ہو انجمن ساقی
دور میں ساغر حباب رہے

بزم دشمن کا عزم تھا موقوف
تھوڑی دیر اور گر سحاب رہے

ہی بڑھاپے میں خوف بدمستی
کہ جوانی میں کم خراب رہے

شیفتہ کوئی حال وارد ہو
پر معارف سے اجتناب رہے

منہ بنائے ہوئے اس کو سے گذر کرتا ہی
اب تو لو غیر بھی دلمیں مرے گھر کرتا ہی

ذبح اُس کو بھی موذن ہی مگر کرتا ہے
کیوں شبِ وصل ہیں غل مرغِ سحر کرتا ہے

یاد میں اُس دُرِ دنداں کی مو اجاتا ہوں
کار الماس مرے حق میں گہر کرتا ہے

اُس کے ناوک کی توجہ پہ مری جان نثار
ہاتھ سے چھوٹتی ہے فصد جگر کرتا ہے

گر نہیں یہ کہ برتتا ہے وہ ظاہرداری
کیوں نگاہ غلط انداز اِدھر کرتا ہے

دلِ مضطر کی رہائی میں نظر رکھتا ہے
جو ترے طرۂ خوش خم پہ نظر کرتا ہے

دیکھئے آہ ہماری بھی اثر کرتی ہے
سخن درد سُنا ہے کہ اثر کرتا ہے

ایک دن شام ہماری بھی سحر کر دیگا
وہی جو شام کو ہر روز سحر کرتا ہے

دل کے ٹکڑے ہوئے جلتے ہیں مگر مرغِ چمن
آج کچھ نالہ بالحانِ دگر کرتا ہے

آج پھر ماتمِ یوسف ہے ہر اک کوچہ میں
کارواں مصر کو کنعاں سے سفر کرتا ہے

بدگماں آپ غلط محرمِ اسرار سے ہیں
دل ہمیں رازِ نہانی کی خبر کرتا ہے

جان کھوئی ہے جسے مدنظر مثل حباب
وہی مشتاق فنا چشم کو تر کرتا ہے

شیفتہ جسکو نہیں عشق وہ اپنے نزدیک
کیا بُری طرح سے دنیا میں بسر کرتا ہے

عشق کی میرے جو شہرت ہو گئی
یار سے مجھکو ندامت ہو گئی

خاک عرضِ مدعا اُس سے کروں
جسکو باتوں میں کدورت ہو گئی

یہاں سے جانے کو ہیں وہ آچک کہیں
کیا بلا لے ابر رحمت ہو گئی

اب ستم اغیار پر کرنے لگے
میرے مرجانے سے عبرت ہو گئی

جلوۂ معنے نظر آنے لگا
پیتے پیتے مے یہ صورت ہو گئی

انکی باتیں اُس نے بھی چھپکر سُنیں
آج ناصح کو نصیحت ہو گئی

منع وصل غیر پر ہنسکر کہا
بارے اب تمکو بھی غیرت ہو گئی

بوے گل اُس گل کی بُو کے روبرو
فی الحقیقت نے حقیقت ہو گئی

بس نہ فرماتے پھرو یہ شیفتہ
گو انھیں تم سے محبت ہو گئی

وہ جو اُٹھے جان رخصت ہو گئی
شیفتہ یہ کیا قیامت ہو گئی

بوے یار اُس بزم میں آئی مجھے
جب نہ مجھے ساقی سے الفت ہو گئی

جلوہ بیڈھب مانع نظارہ ہے
وصل میں تاثیر فرقت ہو گئی

نغمۂ و مے سے مجھے کیا کام تھا
اُن کی صحبت میں یہ آفت ہو گئی

بے سخن نسبت مع اللہ ہی اُسے
قوم سے جسکو کہ نسبت ہو گئی

اب رقیب بوالہوس ہیں عشق باز
دل لگانے سے بھی نفرت ہو گئی

سچ کہوں گا گو ہیں دونوں آشنا
ق بیشک ان سے سہو و غفلت ہو گئی

عشق سے کیا کیا خرابی پڑ گئی
عقل سے کیا کیا حماقت ہو گئی

شیفتہ ایک رندِ مشرب شخص ہی
کس سے لوگوں کو عقیدت ہو گئی

ملنے کا میرے اور تیرے چرچا نکریں گے
گر دوست ہیں اغیار تو رسوا نکریں گے

نئے عذر وہ کر لیتے ہیں وعدہ یہ سمجھکر
یہ اہلِ مروت ہیں تقاضا نکریں گے

کب اہل تمنا بات کوئی راز کہیں گے
جبتک کہ نہ ہم سے ہمیں بیگانہ کریں گے

پہنچا ہوں میں مرنے کے قریب آتے ہیں دیکھو
وہ دور ہیں اب پاس عدو کا نہ کریں گے

جاتے ہو اگر غیر کے گھر ضد سے ہماری
ہم آپ کے آنے کی تمنا نہ کریں گے

سجدہ میں بھی آتا ہے خیالِ خمِ ابرو
ہم راست بیانی میں محابا نہ کریں گے

وہ مجھ سے نہ بولیں کبھی یہ بات نہ ہوگی
وہ غیر سے باتیں کریں ایسا نہ کریں گے

ای حد لقا کیوں نہ تمنائے جناں ہو
کیا وہاں تم سے ملنے کا ارادہ نہ کریں گے

ہم آپ پہ عش ہیں تو غش آیا یہ سخن کیا
تم آپ سے جاتے ہو ہم آیا نہ کریں گے

ہرگز بھی نہیں خاطرِ جاناں میں ٹھکانا
اے شیفتہ ہم دعوئے بیجا نہ کریں گے

گر اس مجھکو مرض یاس کی شدت ہو جائے
ملک الموت بھی جب بہرِ عیادت ہو جاوے

گریۂ غیر سے وہ بہرِ عیادت ہو جائے ٭ اشک شادی ہی یہ کاش اشکِ ندامت ہو جائے

اپنے ہی عشق کی نسبت سے ہوا شادیٔ مرگ ٭ کیا کروں اسکو بھی گر مجھ سے محبت ہو جائے

اور گر کچھ نہو دامانِ اجل تو کھینچوں ٭ کاش اتنی ہی مجھے ہجر میں طاقت ہو جائے

نیم جاں وہ ہوں وہاں قتل کا آئے جو خیال ٭ تو یہاں اُس سے کہیں پہلے فراغت ہو جائے

سانس بھی کل تو نہ تھی آج نکلتی ہی آہ ٭ مجھکو ڈر ہی کہیں پھر مجھکو نہ مہلت ہو جائے

ناصحو منع کرو جب تو یقیں میں مانوں ٭ تمکو بھی گر کسی بیدرد سے الفت ہو جائے

پاکے منحرف نہ مجھے مرنے پہ بڑے وعدے ہیں ٭ ہی بڑا لطف اگر اب مجھے صحت ہو جائے

شیفتہ ایسی اُڑا اہلِ کدورت کی خاک
دیکھکر شیشۂ ساعت کو بھی عبرت ہو جائے

ہی ستم واقف ہو میرے حال کی تغیر سے ٭ بوالہوس کہتے ہو پھر اک آہ نکلے تاثیر سے

عشق میں اک صید افگن کی ہی یہ جوشِ جنوں ٭ فصد میری کھولنا جرّاح نوکِ تیر سے

چاہیے اغیار کو بھی اپنے منہ پر کچھ ملیں ٭ چاہ ثابت ہوتی ہی وہاں ننگ کی تغیر سے

مر رہا ہوں وعدۂ فرقت میں نہیں دیتا کوئی ٭ سچ اگر پوچھو تو سم بھی کم نہیں اکسیر سے

ہاتھ میں دیکھا جو تیرے قبض جاں ہونے لگی ٭ دست دشمن کم نہیں کچھ قبضۂ شمشیر سے

عشق کا سودا نہیں جاتا ہی بعد از مرگ بھی ٭ دیکھ لو وحشت ہی ظاہر قیس کی تصویر سے

کیا غضب ہیں وہ بھی پڑھوایا عدو سے خط میرا
وصل میں روتے تو شاید کچھ اثر ہوتا اُسے

تھی جو آگاہی شکایت اُنھیں تحریر سے
کیا شبِ غم میں حصول اس آہ بے تاثیر سے

ننگ مہمانی دشمن بھی کیا ہم نے قبول
شیفتہ لیکن نہ آئے وہ کسی تدبیر سے

کیا ذکر اُس کے آگے مری آہ کا چلے
جس گل کی شمع بزم سے بچ کر صبا چلے

یوں بعد ذبح چھوڑ تڑپتا ہوا چلے
قربان ایسے آنے کے کیا آئے کیا چلے

ناصح تری زبان ترے بس میں جب نہ ہو
انصاف کر کہ دل پہ مرا زور کیا چلے

محروم ہوں رقیب بھی جلوے سے یار کے
بجھ جائے شمع بزم میں ایسی ہوا چلے

اللہ کیا غرور ہے تمکو کہ بزم سے
ہم کتنے جلد اُٹھے پہ اتنا کہا چلے

یہ شوق وصل ہے کہ اگر پانوں ٹوٹ جائیں
اُنکی گلی کی سمت مرا نقشِ پا چلے

مانا کہ جلد آؤ گے پر اس کا کیا علاج
پہلو سے اُٹھتے ہی جو مرا جی بٹھا چلے

کیوں روکتا ہے اسمیں ضرر کیا ہے ساربان
دیوانہ ایک گردِ پسِ محمل لگا چلے

افسوس اُس نے کچھ نہ کہا سُن کے حالِ دل
ہم قصہ خواں کی طرح فسانہ سُنا چلے

دیکھا جو نزع میں مجھے کچھ رحم آ گیا
گو زہر پینے آئے تھے شربت پلا چلے

وعدہ عدو کا آپ کی تکرار سے کھلا
میں نے یونہیں کہا تھا کہ کیا آئے کیا چلے

یہ غم اگر نہیں کہ نہ آیا وہ بیوفا
روتے مرے جنازہ پہ کیوں اقربا چلے

وہ گل کہیں جو جائے تو کیونکر ملے سراغ
مانند گرد جس کی جلو میں صبا چلے

گرمی کے عذر سے اُنھیں جانیکا قصد ہی
ای آہ سرد رحم کہ ٹھنڈی ہوا چلے

کیسا ہی غم رسیدہ ہو یہاں آکے شاد ہو
اک ہم تمہارے پاس خوش آے خفا چلے

تھی کب سے مرگ و حسرت دیدار میں نزاع
وہ آکے ایک لمحہ میں جھگڑا مٹا چلے

جلدی ہی کیا ٹھکانا بھی پیدا کریں کہیں
آخر تری گلی سے تو اے بیوفا چلے

کیا پیش آئے دیکھئے وہاں جاکے دوستو
کہدو کہ پیچھے پیچھے مرے رہنما چلے

ای جان لب پہ آکے ٹھہرنے سے فائدہ
رہنا ہوا تو رہ گئے چلنا ہوا چلے

کس کس سے ہمیں بگڑیگی کچھ یہ بھی دھیان تھا
باتیں تو آپ شیفتہ اُن سے بنا چلے

ظالم کبھی تو داد دل و چشم تر ملے
سینہ سے سینہ اور نظر سے نظر ملے

نلے صرفہ ہی مشقت تحریر و صرف زر
رستہ ہی میں ہمیشہ ہمیں نامہ بر ملے

ہی دشمنوں سے اُنکو ملاقات ابر و کشت
ملتے ہیں ہم سے جیسے کہ خس سے شرر ملے

کیا پوچھتے ہو لطف کروں تجھپہ کسقدر
اذن غرور و ناز تمھیں جسقدر ملے

ہم خوب جانتے ہیں تمھارے بگاڑ کو
غیروں سے لڑکے ہم سے بھی تم بیشتر چلے

نیرنگ عشق دیکھ کہ منظور ہی اونھیں
گلگونہ میں چکیدۂ مژگان تر ملے

محفل طرازیوں کے مزے سب دکھاؤنگا
وہ اتفاق سے کہیں تنہا اگر ملے

اب ہی انھیں تلاش ہماری تو فائدہ
وہ وقت بھی گیا کہ ہمارا اثر ملے

کھائے تلاش کوچۂ جاناں میں سو فریب
سبزہ جہاں ملا ہمیں یہ سمجھا خضر ملے

ظالم تبسم نمکیں میں نہ کر دریغ
آخر ذرا تو لذتِ زخم جگر ملے

وہ شیفتہ کہ دھوم ہی حضرت کے زہد کی
میں کیا کہوں کہ رات مجھے کسکے گھر ملے

ابر دریوزہ گر آب ہی اکثر ہمسے
برق بھی مانگ کے لیجاتی ہی اخگر ہمسے

سلح کل اپنی تو دانست میں ہمینی ہی
وہ ہوئے صاف تو ہی غیر مکدر ہمسے

ناصحو ساری نصیحت حسد و رشک سے ہی
ترک ہوتا ہی کوئی عیش مقدر ہمسے

گردن غیر پہ چلتے نہیں دیکھا ہرگز
پیار رکھتے ہیں مگر دشنہ و خنجر ہمسے

شیفتہ سادہ بیانی نے ہمیں چمکایا
ورنہ صنعت میں بہت لوگ ہیں بہتر ہمسے

دل لیا جس نے بیوفائی کی
رسم ہی کیا یہ دلربائی کی

تذکرہ صلح کا کرو نہ کرو
بات اچھی نہیں لڑائی کی

تمکو اندیشۂ گرفتاری — یہاں توقع نہیں رہائی کی
وصل میں کس طرح ہوں شادی مرگ — مجھکو طاقت نہیں جدائی کی
دل نہ دینے کا ہمکو دعوی ہی — کسکو ہی لاف دل ربائی کی
ایک دن تیرے گھر میں آنا ہی — بخت و طالع نے گر رسائی کی
دلِ لگایا تو ناصحوں کو کیا — بات جو اپنے جی میں آئی کی
ق
شیفتہ وہ کہ جس نے ساری عمر — دینداری و پارسائی کی
آخرِ کار مے پرست ہوا — شان ہے اُس کی کبریائی کی

اپنی شوخی کی بھی خبر کچھ ہی — زلزلہ آسمان پر کچھ ہے
زاریِ شب کے زور تو دیکھے — تجھ میں بھی دم دمِ سحر کچھ ہے
راز پوشیدہ پوچھئے کس سے — نے خبر ہے جسے خبر کچھ ہے
نالہ سنتے نہیں تو بات سُنو — خوب باتوں میں بھی اثر کچھ ہے
عشق کے اب کہاں وہ ہنگامے — دردِ دل سوزشِ جگر کچھ ہے
حُسن کیا عرضِ جلوہ کرتا ہے — شہر میں شور الحذر کچھ ہے
اُس کے نیرنگ سے ٹپکتا ہے — کہ عدم سے بھی بیشتر کچھ ہے
کھوٹی باتیں ہیں اور پہلو دار — ہاں ترے دل میں سیمبر کچھ ہے

عشق میں ساری خوبیاں ہیں جمع
اک مگر جان کا ضرر کچھ ہے

رم بہت اُنس کم ہی طینت میں
وہ بہت ہی پری بشر کچھ ہے

دوست یوں ان لکا د پڑھتے ہیں
کہ میری سمت اُسے نظر کچھ ہے

برق ہی روزگار خندۂ گل
نازیہ فرصت اسقدر کچھ ہے

شیفتہ بھی ہی مجمع اضداد
کچھ ہنرمند ہے ہنر کچھ ہے

نازکی کیا ہوئی کیوں عشق نہیں کیا صورت ہی
آئینہ دیکھنے سے اُنکے مجھے حیرت ہی

غیر تو طعنہ نہ دے گو کہ مجھے فرقت ہی
کوہکن کیا کہیں خسرو سے بھی بے غیرت ہی

عشق سے اور بڑھی ہائے قساوت دلمیں
غیر کو رنج ہوا ہی تو ہمیں راحت ہی

کچھ نئی بات نہیں وعدہ تسلی کیا ہو
وہی حرماں وہی یاس وہی حسرت ہی

مجھ سے آزردہ ہو کیوں میں بھی تو کہتا ہوں یہی
تم ملو غیر سے ممکن ہی یہ سب تہمت ہی

گر عیادت کو عدو کو بھی لیے آئیں تو خوب
کہ مرا رشک سے مرنا سبب عبرت ہی

غیر کو یاد رہے تیری محبت ہی نہیں
اور اگر ہی تو تری محو سی کیوں نفرت ہی

ای عدو کس لیے نازاں ہی سمجھ تو آخر
جس سے ہم خوار ہوئے ہائے وہی عزت ہی

چشم سے اشک رواں لب پہ ہی آہ سوزاں

شیفتہ کس کے لیے آپکی یہ حالت ہی

آ و مل جاؤ لڑائی ہو چکی
ایک دم صبر آزمائی ہو چکی

ایک حالت پر نہیں رہتا کوئی
اب وفا ہو بیوفائی ہو چکی

ہم سبک ہوتے ہیں اپنے ہاتھ سے
جو ہیں وہ بگڑے لڑائی ہو چکی

ضعف سے ہی آپ میں آنا محال
اس کے کوچہ تک رسائی ہو چکی

ابکی جس صورت سے ہو ملجایئے
غیر کہتے ہیں صفائی ہو چکی

شیفتہ یہاں عشق یہ وہاں حسن وہ
دونوں عاجز نارسائی ہو چکی

زہر سے الماس سے تلوار سے
مجھکو الفت ہی انھیں دو چار سے

لیچلیں تھوڑا نمک بھی دشت میں
آبلے پھوٹیں گے آخر خار سے

نعش اُٹھانے کا ہی اب ساماں کریں
چارہ گر بیٹھے ہیں کیوں ناچار سے

ذکر وصل غیر کر بیٹھے مبادا
کیا ملیں ہم محرم اسرار سے

پھر تو قابو میں اجل کے آچکے
بچ گئے ہم گر غم دلدار سے

کاٹ کر سر خط کی جا بھیجا اُسے
کام خامہ کا لیا تلوار سے

جب ہمارا رشک سے جی بھر گیا
بزم خالی ہو گئی اغیار سے

جو گلہ سمجھے تھے نکلا شکر ہائے
کی شکایت ہم نے کس عیار سے

واہ ہم تو دیکھکر مرجائیں اور
زندہ ہوں مُردے تری رفتار سے

وہم آسایش سے وحشت ہوگئی
اُس پری کے سایۂ دیوار سے

پھر بلا سے کوئی بیٹھے **شیفتہ**
اُٹھ گئے جب آپ کوئے یار سے

لطف ظاہر ہے مرے آزار سے
آشتی ہے مدعا پیکار سے

فیضیاب پرتو رو آئیں بند حسن
مہر اُس کی پرتو رخسار سے

ساقیا بنت العنب وہ لاکھ ہو
دلربا تر شاہد بازار سے

غیر کو سیدھا بنایا یار نے
ہی تعجب چرخ کج رفتار سے

جی اُٹھے فرہاد اگر شیریں کہے
کیوں صدا آتی نہیں کُہسار سے

کیا کہوں جوہر شناسی یار کی
مجھکو مارا تیغ جوہردار سے

بلبلِ شوریدہ بیتاب و مست
اُس کے کوچہ کو چلی گلزار سے

ہمکناری کی ہوس تھی وقت قتل
ہم لپٹ کر رہگئے تلوار سے

ہائے جوشِ بیخودی ہائے جنوں
رازِ الفت کہدیا اغیار سے

واہ ہوشِ پاسِ بدنامی کہ ہے
فکرِ اخفا محرمِ اسرار سے

جلد کھو تو شیفتہ آغوشِ شوق
یہ صدا آئی لب سوفار سے

ترک ہونا یار اور اغیار سے — قطع ہونا ربط گل ہے خار سے
کام جوئی اور دعوے عشق کا — بار ہی یہاں مدعا ہی یار سے
ہی ضرورت غیر کو واقع میں آج — آپ ٹھہراتے ہیں کیوں اصرار سے
آہ وزاری سے شکوہ حسن ہے — جیسے رونق باغ کی اشجار سے
جز دلِ شوریدہ لذت کون اُٹھائے — عندلیبِ مست کی گفتار سے
دیکھ لیں گے ہم بھی گر اغیار کو — آپ نے جھانکا سر دیوار سے
فصد کے قابل نہ دلِ بیمار رہے — چارہ جو ہے نرگس بیمار سے
اپنا ٹوٹا گھر بہت مرغوب ہی — بارگاہِ ثابت و سیار سے
دیدنی ہی وہ جگہ جو ہی الگ — سات جنگل اور نو بازار سے

شیوہ ہائے برق خاطف شیفتہ
جلوہ گر ہیں اُس کے شوخ اطوار سے

کچھ بات راز کی ہی ذرا پاس آئیے — جی میں ہی آج خوب عدو کو بنائیے
بلبل خزاں میں آتشِ دل یوں بجھائیے — گُل کر کے شمع شمع کے قرباں جلائیے

رونا ہوا ہی اشک ندامت کہ منہ کے وہ
کہتے ہیں اور بھی کوئی دریا بہائیے

بوسہ ہنسی ہنسی میں جو کل لے لیا تو پھر
کہنے لگے بھلا تمھیں کیا منہ لگائیے

سو بار انجمن سے اُٹھاؤ ہم آئیں گے
اب ٹھن گئی کہ ناز تمھارے اُٹھائیے

آتا ہی رحم نازکیِ گوشِ یار پر
اے وائے کیونکہ حال دل اُسکو سُنائیے

تدبیر صلح خوب ہی بن آئے بات تو
جی میں ہی آج غیر سے آنکھیں لڑائیے

گذرا میں اعتماد محبت کے فخر سے
مجھکو رقیب سمجھئے پر آپ آئیے

ایک نیم ناز بس ہی ہمارے ہلاک کو
کچھ بھی نہ کیجے دیکھ کے بس مُسکرائیے

دشنام و نغمہ اسمیں ہمیں بحث کچھ نہیں
سنتے ہیں آج آپ ہمیں کچھ سُنائیے

واعظ کے قول خوب ہیں رندوں کے فعل خوب
وہ اس سے سیکھ لیجے یہ اُسکو سکھائیے

ہے محو نقش کہنہ کہاں جلوے نقش نو
سر شوق دل سے نقش تمنّا مٹائیے

ہر چند سیر کی ہی بہت تم نے شیفتہ
پر میکدہ میں بھی کبھی تشریف لائیے

لب میں اگر نہیں تو ہمارے سخن میں ہی
جو خاصیت کہ اُس لب اعجاز فن میں ہی

یا مرسل الرّیاح ادھر کو بھی بھیجدے
وہ بوے خوش کہ جیب نسیم یمن میں ہی

دیتے ہیں چشم چشم روشنی چشم روشنی
آمد نسیم مصر کی بیت الحزن میں ہی

نیرنگِ نوبہار ہے عشوہ طلسم کا
کیا عندلیب دام فریبِ چمن میں ہے

پیرانِ کہنہ بن گئے اطفالِ خورد سال
کیفیتِ عجب مرے دیوانہ پن میں ہے

الماس لیکے آئیں گے دیتے ہیں یہ نوید
لذت نئی کچھ آج جو زخمِ کہن میں ہے

وہ آہوئے رمیدہ کہ ہم جس کے صید ہیں
لئے وادیٔ تتار نہ دشتِ ختن میں ہے

شیوہ تمام غنچۂ نشگفتہ کا ہنوز
بندِ قبائے شاہدِ گل پیرہن میں ہے

کیا غیر پر بھی شعلۂ برقِ غضب پڑا
ٹھنڈک سی آج کچھ مرے دل کی جلن میں ہے

کیا کیا پھنسا رہی ہے ہمیں دامِ رشک میں
آشفتگی کہ زلف شکن در شکن میں ہے

شیریں سے بہرہ ور نہوا ایسے شوق پر
کیا سطوتِ رقیبِ دلِ کوہکن میں ہے

خلوت میں شیفتہ سے کوئی ملکے کیا کرے
وہ شخص انجمن میں بھی اور انجمن میں ہے

ہوا نہ مد نظر چشم یار کے بدلے
ہزار رنگ یہاں روزگار کے بدلے

صبا کو بھائے جو محفل کی تیری رنگینی
چمن کو داغ دیئے لالہ زار کے بدلے

کیا ارادہ اگر سیر باغ کا تمنے
قیامت آئے گی ابرِ بہار کے بدلے

خلاف عہد ہی شیوہ تو کیا قباحت ہے
ستم کا عہد وفا کی قرار کے بدلے

عجب ہی شہر ہے دلی بھی شیفتہ ہرگز

میں روم و شام نہ لوں اس دیار کے بدلے

میری خوشی کا اُن کو نہایت خیال ہے — کچھ ان دنوں میں غیر سے شاید ملال ہے

نے کچھ سُنے ہیں رشک سے دل پر ہزار داغ — نامِ خدا یہ گرمیِ حسن و جمال ہے

نے تابِ وصلِ غیر نہ نیروے منعِ غیر — تقدیر سے معارضہ کی کیا مجال ہے

قصدِ جواب ہو بھی تو کیا خاک دیں جواب — بیصرفہ متصل یہ ہجومِ سوال ہے

کچھ میرے عشق میں تمھیں شک ہو تو سامنے — دیوان خواجہ حافظ فرخندہ فال ہے

ہم نے کیا جہاں سے گذر کر جہاں مقام — وہاں وسعتِ سپہر زمیں پائمال ہے

ہے شانہ کش جو زلفِ پریشاں میں بوالہوس — فکرِ وصالِ عاشقِ آشفتہ حال ہے

ممکن نہیں کہ برقِ نگہ غیر پر پڑے — جز طور اور پہ ہو تجلّی محال ہے

کچھ آج **شیفتہ** ہے بہت مضطرب مگر — جانے کا اس کے غیر کے گھر احتمال ہے

ایامِ ہجر میں جو اجل کا خیال ہے — بیشک دماغ میں اثر اختلال ہے

خوش تھے کہ خونبہاے نظر یہ خبر نہ تھی — کیشِ جفا میں خون ہمارا حلال ہے

اُن کے خلافِ وعدے سے میں شرمسار ہوں — کیونکر کہوں کہ مجھ سے اُنھیں انفعال ہے

کیا نسترن ہو تم کہ یہ پیاری شمیم ہے — کیا برگِ گل ہو تم کہ یہ زیبا جمال ہے

ساقی کو میکدے میں سرِ ناو نوش ہے — صوفی کو خانقہ میں سرِ وجد و حال ہے

عاشق کو اضطراب ہی عجز و نیاز ہے
معشوق کو غرور ہی غنج و دلال ہی

منظور ہی حکیم کو ہر شے کی معرفت
حالانکہ اپنی معرفت اُس کو محال ہی

ہر کام فلسفی کا سفاہت کے ساتھ ہی
ہر بات منطقی کے مراؤ جدال ہی

اربابِ حکمتِ نظری کو عمل نہیں
اہلِ کلام کو ہوس قیل و قال ہی

جن کو کہ دستگاہ ہی فن نجوم میں
عمر اُنکی صرف زائچہ ماہ و سال ہی

رہتے ہیں بعض درپے اسراف رات دن
بعضوں کو روز و شب سرِ توفیر مال ہی

بعضوں کو ہی مذاق میں فخرِ نسب لذیذ
بعضوں کو ذوق دعوی فضل و کمال ہی

مفلس کو فکر ہی کہ کسی ڈھب سے کچھ ملے
منعم غرق لجۂ بیم زوال ہی

جو ہیں حریصِ سیرِ چمن اُن کو بزم میں
ذکرِ شجر کبھی کبھی فکرِ نہال ہی

جی میں کسی کی خواہشِ آرایشِ لباس
دلمیں کسی کے حسرتِ جاہ و جلال ہی

کوئی طلب میں اشہبِ گلگوں نظیر کی
کوئی اسیرِ شوق شکارِ غزال ہی

کوئی فدائے قامتِ آفت خرام ہی
کوئی خرابِ نرگسِ جادو مثال ہی

ناحق کسیکو شکر کسی کو شکائتیں
بیوجہ کوئی خوش ہی کسیکو ملال ہی

کس واسطے ہم آئے ہیں دنیا میں شیفتہ
اسکا جو دیکھئے تو بہت کم خیال ہی

تری خوبیاں غیر کیا جانتا ہے
تو جیسا ہی بس جی مرا جانتا ہے

ہوا انس کیوں دل کو اول نظر میں
کہ وہ مجھکو زود آشنا جانتا ہے

تظلم سے ہوتی ہے بیداد افزوں
شکایت کو شکرِ جفا جانتا ہے

گرفتاریِ غیر کا ذکر مجھ سے
مجھے کسقدر مبتلا جانتا ہے

مجھے افعی زلف نے کاٹ کھایا
کوئی شخص اسکی دوا جانتا ہے

وہ گل میرے رونے سے ہوتا ہی خرّم
کہ اپنا وہ نشو و نما جانتا ہے

ستمگر کہے سے برا مانتا کیوں
ستم کو اگر وہ بھلا جانتا ہے

کبھی غیر پر جور ہوتے نہ دیکھا
مجھی کو بس اک آزما جانتا ہے

یہ دھوکا نہ کھانا کہ کم عمر ہی وہ
ابھی شیوۂ ناز کیا جانتا ہے

تامل نہ کر قتل میں میرے ہرگز
کہ عاشق کا تو خونبہا جانتا ہے

حذر می سے واجب ہوا شیفتہ اب
مجھے یار بھی پارسا جانتا ہی

فقط یار جور و جفا جانتا ہے
یہی جانتا ہے تو کیا جانتا ہے

جو بیگانہ جانے تجھے خلق کیا غم
اگر آشنا آشنا جانتا ہے

نہ ممنون دل طرّۂ مشکبو کا
نہ الطافِ بادِ صبا جانتا ہے

ہزاروں گئے جان سے اک ادا میں
عجب شیوہ دلربا جانتا ہے

مری چشم پرنم کا حال اُس سے پوچھو
کہ وہ خوب یہ ماجرا جانتا ہے

شکایت ہمیں شکوہ شکر سے ہے
کہ اب وہ جفا کو وفا جانتا ہے

اُسے کنج خلوت کی کیا ہے ضرورت
جو محفل کو خلوت سرا جانتا ہے

بصورت آئینہ بھی مغتنم ہے
کچھ آئین اہلِ صفا جانتا ہے

عدو کی رعایت سے مجھکو ستانا
وہ انصاف کا مقتضےٰ جانتا ہے

ہمیں شیفتہ کی نصیحت سے حاصل
کہ وہ آپ ہم سے سوا جانتا ہے

دیگر

سمجھ لے اور کوئی دن رقیب خوار مجھے
عزیز رکھتے ہیں اب اُنکے رازدار مجھے

شراب عشق ہی کیا دہشتِ خمار مجھے
جنون شوق ہی کیا حاجتِ بہار مجھے

اگر کہو کہ تو عاشق نہیں میں سچ جانوں
تمہاری بات کا ایسا ہی اعتبار مجھے

حصول نام سے دلکو اگر نہو آرام
بہت عزیز نہیں جانِ بیقرار مجھے

عدو کو رشک ہی ایسا کہ منت میں گویا
ملی ہی جائے نفس برق شعلہ بار مجھے

عجیب عشق میں تہذیب نفس ہوتی ہی
نہ شوقِ باغ رہا نے سیرِ شکار مجھے

ملا عدو کو مے و نغمہ برق و باراں سے
صبا سے خاک ملی اور گل سے خار مجھے

خلاف وعدہ مسلّم وفائے وعدہ غلط
غرض کچھ اور نہیں غیر انتظار مجھے

خجل ہوں آپ میں بیوقت اپنے آنے سے
تم اور کرتے ہو ہنس ہنس کے شرمسار مجھے

وہی رقیب سے صحبت وہی قدح خواری
کیا ہی آپ نے ناحق امیدوار مجھے

جفا کو ترک کرو تم وفا کو میں چھوڑوں
کچھ اشتہار نھیں ہو کچھ اشتہار مجھے

رہی سراپا مکتومہ دل ہی میں افسوس
جہان میں نہ ملا کوئی رازدار مجھے

تمام شورش و سر تا قدم شکایت ہوں
نعوذ باللہ اگر وہاں ملے گزار مجھے

ہلاک جلوۂ زیبا خراب بادۂ ناب
تمہارے شیفتہ معلوم ہیں شعار مجھے

دیگر

ابھی کہوں تو کریں لوگ شرمسار مجھے
کہ کس کے وعدے پر اتنا ہی انتظار مجھے

ہزار شکر کہ اُس کی گلی میں چھوڑ گئی
نسیم جان کے اک ناتواں غبار مجھے

یہی گمان یہی رشک ہی اگر تو کبھی
نہ کوئی دوست ملیگا نہ کوئی یار مجھے

جنابِ شحنہ ہی منظور پر نہیں منظور
خلاف شیوۂ رندانِ بادہ خوار مجھے

عدو کے حق میں پھر آیا وہی زمانہ عیش
کھلے یہ معنی سیال غیر قار مجھے

جو بادشاہ بلائے تو میں نہیں جاتا
کہ ان دنوں ہیں کسیکا ہی انتظار مجھے

جو شور شیں نہ مچاتا اسیر کیوں ہوتا
خراب تو نے کیا جلوۂ بہار مجھے

عدو کے ساتھ بھی آخر جفا ہوئی آغاز
کسی طرح بھی نہ رکھا امیدوار مجھے

رفیق ہیں متردد رقیب ہیں فارغ
عزیز رکھتی ہی وہ چشم فتنہ بار مجھے

قفس میں کرتی ہی تحریک بال جنبانی
نوائے دلکش مرغانِ شاخسار مجھے

لیا ہی تھا نگہ پُرفسوں نے دل لیکن
کیا ادائے تغافل نے ہوشیار مجھے

ہزار دام سے نکلا ہوں ایک جنبش میں
جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے

بڑے فساد اُٹھیں شیفتہ خدا نہ کرے
کہ اُنکی بزم میں ہو دخل و اختیار مجھے

سحر گئی جو وہ گلگشت گلستاں کے لیے
صبا تپش میں ہی گلہائے بیخزاں کے لیے

اُنھیں ہی ہم سے محبت عمل کی کیا حاجت
اگر کرو تو کرو اُن کے پاسباں کے لیے

متاعِ بیش بہا شہر عشق میں ہی وفا
یہ آہ و نالہ ہی آرائشِ دُکاں کے لیے

وہ اپنے باغ میں ہمکو ضرور رکھے گا
جو بلبلوں کو نہ دے حکم آشیاں کے لیے

مقربانِ ملک کا ہی آسماں پہ دماغ
خزانہ چاہیے قارون کا ارمغاں کے لیے

سحر کے ساتھ ہی آتے ہیں کوے جاناں میں
عدو ہنسی کے لیے اور ہم فغاں کے لیے

کرم کرم نہ سمجھ گر کسی غرض سے ہو — ستم ستم نہ سمجھ گر ہو امتحاں کے لیے

جو بوستاں میں گیا میں ہلاکِ قامتِ یار — قیامت آئے گی شمشاد و بوستاں کے لیے

ہر ایک سے ہوئی قسمت بقدرِ استعداد — خرد ہی پیر کے اور زور ہی جواں کے لیے

غرض یہ ہی کہ مکر جائیں گر پڑے حاجت — کہ مُہر نامہ پہ کرتے نہیں نشاں کے لیے

کب آپ آئے کہ طاقت نہیں اشارے کی — کب آپ آئے کہ جنبش نہیں زباں کے لیے

نہ میکدہ میں ترانہ نہ خانقہ میں سماع — دعائے خیر ہی اُس آفتِ جہاں کے لیے

متاعِ دانش و دیں کی ضرور ہی تسلیم — کمال بے ادبی ہی سخن اماں کے لیے

زیاں ہی عشق میں ہم خود بھی جانتے ہیں مگر — معاملہ ہی کیا ہو اگر زیاں کے لیے

ہمارے ساتھ ہیں وہ موشگافیاں کہ نہ پوچھ — یہ نکتہ بس ہی کہ آفت ہی نکتہ داں کے لیے

اثر اگرچہ بنا بہرِ نازِ دلکش دوست — مگر کچھ اپنی بھی آہِ جگرفشاں کے لیے

یہ ضبطِ راز کی تعلیم شیفتہ بیجا
زبان ہمکو ملی ہی اگر بیاں کے لیے

دیگر

جو کوئے دوست کو جاؤں تو پاسباں کے لیے — نہیں ہی خواب سے بہتر کچھ ارمغاں کے لیے

تمام علتِ درماندگی ہی قلتِ شوق — تپش ہوئی پرِ پروازِ مرغِ جاں کے لیے

سُنی اکابرِ دیواں سے آخر آیۂ یاس — غلط تھی پہلی ہی کوشش خطر اماں کے لیے

پری کنار میں رکھے کہ حور زانو پر
ہمارا سر ہی ترے سنگ آستاں کے لیے

نگاہ لطف ترے دل کے واسطے ہی نسیم
نگاہ خشم تری بند ہی زباں کے لیے

شریک بلبل و قمری ہی وہ زبون فطرت
جو بیقرار رہے سیر گلستاں کے لیے

امید ہی کہ نباہیں گے امتحاں لیکن
جو اسقدر متقاضی ہیں امتحاں کے لیے

نہ خاکیوں سے تعلق نہ قدسیوں سے ربط
نہ ہم زمیں کے لیے ہیں نہ آسماں کے لیے

شب وصال ہی پیغام روز فرقت کا
بہار آتی ہی گلزار میں خزاں کے لیے

پیام دوست ہوا قاصدوں کو وجہ شرف
نسیم مصر سے عزت ہی کارواں کے لیے

قدم بھی ہمکو نہ رکھنے دیا گلستاں میں
ہزار بار قدم ہم نے باغباں کے لیے

ہزار جلوۂ رنگیں ہیں اور ہر جلوہ
سواد بھر لیے چشم خونفشاں کے لیے

قفس زمانہ و جاں مرغ و آشیاں ملکوت
قفس میں مرغ ہی بیتاب آشیاں کے لیے

فسانے اپنی محبت کے سچ ہیں پر کچھ کچھ
بڑھا بھی دیتے ہیں ہم زیب داستاں کے لیے

ہماری نظم میں ہی **شیفتہ** وہ کیفیت
کہ کچھ رہی نہ حقیقت مئے مغاں کے لیے

افراد

پروانہ وار جلنا دستور ہی ہمارا — اُس شمع رو پہ مرنا مشہور ہی ہمارا

دیگر

آنکھ کل اُس سے لڑا تا تو لڑائی ہوتی — شیفتہ پر میں وہ بدلی ہوئی چتون سمجھا

دیگر

غیر پہ پیار کی نظریں ہیں غضب کی ہم پہ — نگہ یار میں ہی رنگ گل رعنا کا

دیگر

اُسکی جب آنکھ پھری پھر گئیں اُسکی آنکھیں — شیفتہ مرنے پہ تیار ہی کیا پھرتا تھا

دیگر

کیا جانے گزری غیر پہ کیا اُس کی بزم میں — آئے وہ اس طرح کہ مجھے پیار آگیا

دیگر

ویرانے کی مانند ذرا جی نہیں لگتا
ہرچند کہ ہی شیفتہ دلّی وطن اپنا

دیگر

رقیب پیتے ہیں کس کس مزے سے جام شراب
ہمارے دور میں افسوس احتساب نہیں

دیگر

جوش جنون و پند کی تاثیر دیکھنا
دامن کو ٹانکتا ہوں گریبان کے چاک میں

دیگر

ہر شیوے سے ٹپکے ہی ادا ناز تو دیکھو
ہر بات میں اک بات ہی انداز تو دیکھو

دیگر

کرتے ہیں جور و جفا ناز و ادا کہتے ہیں
یہ بھی کیا لوگ ہیں کیا کرتے ہیں کیا کہتے ہیں

دیگر

منت کشِ عتاب پر الطاف شرط ہی
تنہا ستم نہ کیجئے انصاف شرط ہی

دیگر

ایسی رغبت سے کرے قتل گماں کا ہے کو تھا
شیفتہ اُس کو تو لو تم سے محبت نکلی

تمام شد

إن من الشعر لحكمة وإن من البيان لسحرا

دیوان فارسی

جناب غفران مآب نواب محمد مصطفیٰ خان صاحب دہلوی متخلص بہ حسرتی در پارسی و شیفتہ در ریختہ

رحمۃ اللہ علیہ

حسب فرمایش خلف الصدق حضرت مصنف جناب نواب حاجی محمد اسحق خاں صاحب

رئیس جہانگیر آباد ضلع بلند شہر دام ظلہم

سنہ ۱۹۱۵ع

مطبوعہ نظامی پریس بدایوں

نظام الدین حسین پرنٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمنّی یا نسیم الصبح ز رسلمی و قبلها — که غیر از شوقِ دیدارش ہوائے نیست در دلها

مجو ہم ز خود گشتن فضولِ لغاد سالک را — کہ رہ بسیار باریکست و در پیش است منزلها

چو گشتی آشنا عشق از ہستی طمع بگسل — که دریا سخت ژرف است و خطرناکست ساحلها

منم آں رندِ بے پروا کہ در مسجد ز نم ساغر — دہم با یار دادِ عشرتِ خلوت بمحفلها

تو ای افسردہ جاں اہد یکے در بزمِ رنداں شو — کہ بینی خندہ بر لبها و آتش پارہ در دلها

تپشها با اصول نالہ ہا موزوں ز ما خواہی — نمک زارے میفشاں بر جراحتہائے بسملها

صبوحی کردہ ام دیدہ خوش مخموری آیم — بیا تا حل کنم امروز از ہر باب مشکلها

بیا ای خوشنوا مطرب کہ ما را ہم بجنبانی — کہ یاراں در ہوائی کعبہ بربستند محملها

گزیدم حسرتی چون مشربت در جام می خوردن
فَمَا وَجدُ التّانی قُمتُ وَارقص ثُمّ نادِ لها

ای فیضِ تو بکشوده زبانها به بیانها	حمد تو فرو بسته بیانها بزبانها
در پرده چو بودی همه در کتمِ عدم بود	از پرتو روی تو عیاں گشته نهانها
گل یافته از جلوهٔ گل حُسن و جمالے	اشباح منور شده از لمعهٔ جانها
دل زان شرفش هست که منزل گه یار است	از فضل مکین است فضیلت بمکانها
وصلِ تو بهارِ من و هجر تو خزانم	دیگر نشناسم چه بهاران چه خزانها
سوداگرِ بازار رضا شو که درینجا	یک سود کند جبر دو صد گونه زیانها
در گلکدهٔ عشق سحر رفتم و دیدم	در زمزمه مرغان بسرِ نوک سنانها
در رهگذرِ عشق چه حاجت بدلیل است	در هر قدمے هست ز صد گشته نشانها
نالیدنِ شوریده دلاں از سرِ ذوق است	قصد یکبود غیر فغانها ز فغانها

گم گشت در انجام به پیدای هویت
وز حسرتی خسته همین بود گمانها

تهدید بر ریا کردے شیخ شهر ما را	امروز ساغرِ مے خوردیم آشکارا
از رازِ عشق ساقی امشب ترانه خواند	بُشریٰ لکم و طوبیٰ یا ایها السکاری

درعشق نوجوانی از دین و دل گذشتیم — از ما سلام گوئید پیران پارسا را

شگفت گر سخنور هرجا عزیز باشد — نیکو نگاه دارند مرغان خوشنوا را

ایقوم عشق اخفا شرطی و سماع است — لا تشهروا بهارًا لا تسمعوا انهارا

در بیت حزن تا کی از خویش دور باشم — بر روی باده بکشا گیسوی مشکسارا

امشب کم از قیامت هنگامه ندیدم — فردا اگر نه بینم دیدار آشنا را

نے مستی شبانہ لطف صبوح نبود — پیر مغاں سحر گه این نکته گفت ما را

در دهر جز خرابات جاے دگر نیابی — آنجا که خنده آید بر پادشه گدا را

آه از تغافل او آخر ضرورت افتاد — کز رازهاے پنهان محرم کنم صبا را

خوش طرفه آتشے هست در سینه حسرتی را
یا لیتنا وجدنا من برقه شرارا

صبا پیام رسان آن نگار رعنا را — که بهر نیست اقامت درین جهان ما را

بروز حشر ندانم چه عذر خواهد گفت — کسے که دوست ندارد جمال زیبا را

رسم بکوی تو تا بساعتے که نهند — بشاخسار چمن آشیانهٔ عنقا را

مجوز مدعیان از عتاب ترک هوا — که آتشے نپزد خامے تمنا را

بجز امید که ایمان عشق کیشانست — کسے نداد تسلی دل زلیخا را

بگوش رغبتِ از خود گذشتہ راہے نیست
چہ ترہات ندیم و چہ پندِ دانا را

ہلاک معجزۂ شیوۂ جمالِ توام
کہ ہم مزاج نمود است پیر و برنا را

زخاک کوے تو انجم بر آورد دانم
فلک کہ گل بچمن داد و لالہ صحرا را

مرید پیر مغاں شو کہ از اطاعتِ او
گریز نیست جوانانِ بادہ پیما را

روا است منعِ من از نالہ ار توان بستن
بحکم شاہ زباں عندلیبِ شیدا را

عجب ز نرگسِ مخمورِ اوست خود داری
حجاب و شرم کجا مستِ بیحیا را

ہزار شکوۂ تلخ مرا فرو بردی
بگو بگو ز کہ آموختی مدارا را

معانی از در و دیوار حسرتی میریخت
دمے کہ خامہ گرفتم بدست انشا را

ساقی ز تصرف بقدح ریخت شرر را
مطرب بفسوں خواند ز ہر گوشہ اثر را

گرنے خبری مے طلبی مفت تو ورنہ
از قاصد ما باز مجو ہیچ اثر را

تا دیدہ نہ بندی نتوانی کہ بہ بینی
آں جلوہ کہ مشہود شود اہل نظر را

دے سوختۂ این سخنِ پختہ بمن گفت
کز آتشِ دل خشک کنی دامن تر را

در گریہ اگر اشک چکد دیدہ بشوئیم
پاک از رخِ فریاد کنم رنگِ اثر را

از بیم فغانہائے جگر سوزِ شبِ وصل
صد زمزمہ بر لب شکند مرغِ سحر را

ای حسرتی از عیب کساں چشم بپوشی
کاین شرط نخست آمده اظهار هنر را

اگر زاں طرهٔ مشکیں صبا بو آورد ما را / برم صد خرمن گل نذر سر هند و بخارا را

بدیں اندیشه کز وی هم کسے اندر طمع افتد / بخلوت بشنود افسانهٔ خواب زلیخا را

وفای وعدهٔ او از رهِ مهر و وفا مشمر / که طبعِ نازکِ او بر نمیتابد تقاضا را

فلاطوں فطنتاں از راز گیتی بیخبر رفتند / حکیمِ معنوی باید کشاید ایں معما را

عتابم با صبا باد استاں آں ملک ماند / که چوں کشتی رسیدی دیر بد میگفت دریا را

به نوفل گو که خود را بعد ازیں تصدیع کمتر ده / خیالِ صحبتِ مجنوں بخاطر هست لیلیٰ را

نه بیم محتسب نه خوفِ قاضی نه غمِ فردا / نمیدانم که از می چیست لذت گبر و ترسا را

بکنجے صومعه صاحبدلے میگفت با زاری / بعصیانهای پنهاں بخش طاعتهای رسوا را

بگوش پند فرما حسرتی دارد جواب ما
هماں نسبت که با ماهست حرفِ پند فرما را

بوئے تو به ز نغمهٔ گل عندلیب را / کوئے تو خوشتر از وطن خود غریب را

با عشقش ایں جنوں که تو بینی تحمل است / ناصح ملامتی مکن ایں ناشکیب را

دیگر ز حالِ خسته دلانش مگو که او / رنجور میکند به نگاهے طبیب را

وارستہ گشتہ ایم خوش از طعن ہاے خلق
دلدادہ ایم شاہد زاہد فریب را

باو آوردہ بوجد و حسد حس آوردہ برقص
جانِ خروش طالعِ شورش نصیب را

لطفش بہ بزم دلکش او حسرتی کشد
چوں بوی گل بباغ برد عندلیب را

خیز و نشاطے بدہ جانِ غم اندود را
ایکہ کنی شاد تر خاطرِ خوشنود را

شعلۂ عشق آمد و برگ ہوس پاک بسوخت
خیز و ببیں جلوہ گر آتشِ بے دود را

باز بغیرم چہ فضل رتبہ چو پیشت یکیست
جانِ الم ناک را خاطرِ خوشنود را

فوج نیامد بکار خیل نیاورد بار
بندۂ خود بندہ گرد خسرو و محمود را

خندہ چہ خوش شیوہ ایست از پس خشم و عتاب
لذت دیگر بود زخم نمک سود را

حسرتیا وحش و طیر ماندز پرواز و سیر
ہاں زکہ آموختی نغمۂ داؤد را

ہاں فریبت ندہد خرقۂ پشمینۂ ما
می در آدینہ بہ از طاعتِ آدینۂ ما

دے رقیب آمد و امروز بمجلس جا یافت
جلوہ دارد اثرِ صحبتِ دیرینۂ ما

چہ تواں کرد کہ خیاط قضا دوخت بہم
جامۂ نازکِ تو خرقۂ پشمینۂ ما

رفت آں ہم کہ بمیخانہ گرو میکردیم
می نیرزد بجوے خرقۂ پارینۂ ما

در حریم دلِ اصحابِ صفا جا داریم
ولے آنکس که بود در دلِ او کینهٔ ما

بسکه روئے تو بود پیشِ نظر هر ساعت
میتواں دید مثالِ تو در آئینهٔ ما

کار ساقی و مغنّی همه میکرد حبیب
حسرتی بود عجب صحبتِ دوشینهٔ ما

بر تافتی ز ما رخ چوں مه یگانه را
گویا شناختی نگهٔ عاشقانه را

خلوت خوشست ساقی و مطرب ز بزم راں
از گل پیاله خواه و ز بلبل ترانه را

آسوده شو ز کشمکش وصل بوالهوس
در دست من سپار عنانِ بهانه را

ای عندلیب جاے تو در خاطرِ گل است
گو برق سوز و باد ببر آشیانه را

او را اگر بخانهٔ من آورد کسے
تسلیم او کنم بمکافات خانه را

گو حسرتی که مطربِ آں بزم حسن خیز
امشب بخواند ایں غزل عاشقانه را

گاه لطفِ تو بیاد آرم گہے بیداد را
شاد میسازم بهر نوعے دل ناشاد را

یک نگاهِ گرم مهر جانگدازاں بس بود
بر سرِ آهن دلاں زن دشنهٔ فولاد را

جانم از نامِ اسیری تازه میگردد که باز
بعد عمرے یافتم ایں دام و ایں صیّاد را

خونهای خویش بخشم مزد ایں خدمت باد
هر که بر خوں ریزیم راضی کند جلّاد را

حسرتی این تازه گل دسترد باد صبحدم
ارمغانی ساز یاران جهان آباد را

بصدر شیخ نشاند بالتماس مرا
شراب پیر مغان می کند بکاس مرا

انیس ماه رخانرا تکلف آئین است
گریز نیست ز آرایش لباس مرا

بجنگ رفت و نرفتم بصلح از پئے او
عتاب یار چنان کرد نے حواس مرا

دگر اد اے پری در نظر نمے گنجد
که داده اند نگاه ادا شناس مرا

بآبروے محبت نگر که بنشاند
فراز مسند دیبا باین پلاس مرا

رقیب اگر بدرت یافت جا ز جا نروم
امیدهاست بعشق قوی اساس مرا

کجا شد آنکه فلان محرم تو می آورد
به بزم خاص تو پنهان بالتماس مرا

چو حسرتی زره ننگ جام زهر کشم
نظیر خویش شمارد جو بو نواس مرا

این لاله که رست از گل ما
داغیست که بود در دل ما

ای کرده دل تو مان فراموش
جز یاد تو نیست در دل ما

کوشتی می که جمع هستند
دریا نوشان بساحل ما

از اختر تیره دل بجان بود
شد چشم سیه مقابل ما

خوشتر بود از هزار زیور — شمشیر بدست قاتل ما

میریم ز غیرت ار ببیند — پروانہ بشمع محفل ما

بستند طلسم دہر فانی — از نقش خیال باطل ما

تا در دی معرفت کشیدیم — آسان گردید مشکل ما

شب حسرتی از نگارش شوق

فرسود چو کلک انامل ما

ساقی بیا که تا بفگندم نقاب را — این رنگ و بو نبود جہان خراب را

روشن شود حقایق گیتی ز نور او — بنگر صفاے جوہر لعل مذاب را

بنمود مست ہر آنچه به پیمانه داشتم — من بعد آفتاب مگو آفتاب را

بشکن طلسم خویش و برافگن بنای غیر — در جلوه آر شاہد زرّیں قباب را

وابسته است راحت ما و عسس بہم — یارب گذر بدیده ادباد خواب را

تا شعبه جنون نزند راه عقل تو — در عفت و صلاح بدکن شباب را

او خواسته است باده و ما توبه کرده ایم

کو حسرتی که حیله بود اجتناب را

پیمان زیاد شد دل حسرت مآب را — ساقی چو سر کشود سبوی شراب را

ناصح مرنج گر سخنت بیجواب ماند — در پیش داشتیم سوال و جواب را

دیو مرید نفس اگر نیست رام تو — امید زینهار مکن فتح باب را

بر لطف کس مبند دل و نیک یاد گیر — پیش آمد سیاوش و افراسیاب را

واعظ ز بیم حشر بسے دل ملول کرد — ساقی بیار ساغرِ صهبائے ناب را

پیمود جام کم نگهی بر خرابِ عشق — یعنی که کم دهند بمستاں شراب را

ما حسرتی ز شیوهٔ غالب گرفته ایم — آمیختن بباده صافی گلاب را

منع جفا رضا زبان حیف ز سر نوشت ما — مرتع آهوی حرم گرد سپهر کشتِ ما

کیست قبول و چیست رد چوں نبود ترا عیاں — ناز مکن بخوب خود خنده مزن بزشتِ ما

خانهٔ ابتلا بما دار جزا نموده اند — کوچهٔ غیر و کوی یار دوزخِ ما بهشتِ ما

رحمتِ او بهر روش پرورشم همی کند — باد شود بباغِ ما آب شود بکشتِ ما

وه که ز ما روا نشد کار کسے بزندگی — کاش برند بعد مرگ بهره ز سنگ و خشتِ ما

صرفه چرا کند بجور از غم عذر فارغ است — شاد بهیچ میشود طبع وفا سرشت ما

معجز عشق حسرتی پاک سترد از ورق — هر چه بجز محبتش بود بسر نوشت ما

مهمان باین بهانه ترا کرده ایم ما
مهمانی رقیب بجا کرده ایم ما

بر بیدریغ بخشی ساقی شگفت چیست
با عجز بی‌حساب دعا کرده ایم ما

ما باز ماندهٔ لبِ ساقی چشیده ایم
شورش بقدر نشّه کجا کرده ایم ما

آن بوی جان نواز بجانی خریده ایم
غبنی عجب بکار صبا کرده ایم ما

چون شیوه های صومعه از دل نمیرود
با اهل دیر ربط چرا کرده ایم ما

نگذاشت رشکِ غیر بدل لذّتِ وصال
از شام تا سحر گله ها کرده ایم ما

از کار کوهکن بشگفتی فتادهٔ
هیهی ندیدهٔ که چها کرده ایم ما

از دام ما چه دم زنی ای صیدِ محتقر
عنقا شکار گشت و رها کرده ایم ما

دستی که بود در گرو زهد حسرتی
گستاخ تا به بند قبا کرده ایم ما

چشم از هزار ناز تو پوشد کسی چرا
دل را بیک کرشمه فروشد کسی چرا

با شاهد و شراب نجوشد کسی چرا
چون من بهرنه عمر فروشد کسی چرا

گر شاهد و شراب بود در نظر دگر
از کائنات چشم نپوشد کسی چرا

چون پیش ازین بسوی تو تاب نظاره نیست
جان را بیک نظر نفروشد کسی چرا

از اهل خانقاه دل افسرده گشته است
با ساکنان دیر بجوشد کسی چرا

اظهار عیب او بود اظهار عیب دوست
عیب رقیب خویش نپوشد کسی چرا

چوں از شراب محترزم حسرتی دگر
همراه غیر باده ننوشد کسی چرا

افتاده رشحه از لب ساقی بجام ما
مستی نمی رسد بخمار مدام ما

گلدسته نه بطاق و صراحی ز طاق گیر
کآثار صبح میدمد از روی شام ما

فالی همی زنند بهم هدهد و صبا
در آرزوی عرض سلام و پیام ما

صدگونه جهد رفت و دمی رام ما نشد
وحشی خطاب او شد و دیوانه نام ما

آں دم مگر ز شور و شر ما خبر نداشت
ساقی که ریخت بادهٔ گلگوں بجام ما

رسم زمانه دیگر و انداز ما دگر
رم خورد هر که از همه گردید رام ما

ساقی بباده جادهٔ ما را نشاں دهد
مطرب بنغمه باز نماید مقام ما

نه دام خوش نه دانه خوش آمد ز اتفاق
هر بار شاهباز در افتد بدام ما

در پختگی حلاوت او تا کجا رسد
ترشی نداید این ثمر نیم خام ما

ما حسرتی ز بادهٔ شیراز بیخودیم
ای بیخبر ز لذت شرب مدام ما

جاں به تن میدمد ترانهٔ ما
غم ز دل میبرد فسانهٔ ما

روی نورانی ترا نازم — مهر مه گشت در زمانهٔ ما
صد صنم را خدا پرست کند — حسرت عیش جاودانهٔ ما
مستمع رمز فهم میباید — نکته ها هست در فسانهٔ ما
ملک نیمروز میدارد — رشک بر عشرت شبانهٔ ما
دیگرم نیست داوری با چرخ — گر ترا آورد بخانهٔ ما
بر زمین جستجو ز بیخردیست — بر فلک هست آب و دانهٔ ما
خویشتن را نگو نگهداری — آتشی هست در ترانهٔ ما
الحذر الحذر ز عشوهٔ غول — در بهشت است آشیانهٔ ما

راه هاروت میزند امروز
حسرتی نظم جاودانهٔ ما

حسن تو شکر ترانه ها را — عشق تو نمک فسانه ها را
مرغان چمن بشوق کویت — آتش زده آشیانه ها را
آخر نه ثوابت سپهر است — از حد چه بری بهانه ها را
در خانهٔ ما چرا نیائی — ای داده بباد خانه ها را
افروخت چو رشک در دلم شمع — افشاند زبان زبانه ها را

جویای طریق بی نشانی — وزی نهند نشانه ها را
هم گر شنود چگونه گویم — آغشته بخون فسانه ها را
گویا طمعش فتاده در من — بر چیده ز دام دانه ها را

چون قول تو حسرتی متین است
عارف شنود ترانه ها را

مستم ز شوق باده مده بیشتر مرا — ترسم ز وصل و هجر نماند خبر مرا
زان عشق خویش از همه پوشم که مدعی — شاید بسوی یار کند نامه بر مرا
راز نهفته گفتم اگر ساقیا مرنج — می گفتمت که باده مده این قدر مرا
خیزم برای طاعت و افتم بپای خم — دل تیره میشود ز فروغ سحر مرا
آزار آستانه نشینان نخواستند — بردند در حریم ز راه دگر مرا
بلبل بگل رسانی و پروانه پیش شمع — گاهی بسوی خویش بخوانی اگر مرا

سازم نثار آبله پایان راه عشق
ای حسرتی دهند چو گنج گهر مرا

ریشی عجب از ناوک مژگان تو ما را — عمر ابد از چشمه حیوان تو ما را
آشفتگی خاطر ما چاره ندارد — دل جمع نگردید ز پیمان تو ما را

در پیچ و خم طرّهٔ تشویش در افگند
آشفتگیِ زلفِ پریشانِ تو ما را

این قندِ گل آمیخته در کامِ عدو کن
عهدیست بشمشیر و نمکدانِ تو ما را

شوریده دماغ و سبک اندازِ کسے هست
اندیشهٔ افشاست ز دربانِ تو ما را

خاموش که ما را دیت این بسکه شمارند
فردای قیامت ز شهیدانِ تو ما را

با حسرتے شیفته ارباب خرابات
گفتند که عشقے است بدیوانِ تو ما را

حرف الباء العربی

سحرِ حشر عذابِ شبِ هجران مطلب
عشرتِ وادیِ پرخار ز بستان مطلب

تو چه بودی و کجا بودی چون اُفتادی
جوهرِ پاک خود آلودهٔ عصیان مطلب

دولت و رعبِ تو دربانِ حرمِ تو بس است
کم مکن قدر و بدر وانهٔ نگهبان مطلب

دل نلے عشق چه داند بچه کار است حبیب
رشکِ اغیار ازین جلوهٔ پنهان مطلب

گل نه نامِ ورقے چند بهم آمده ایست
گل چو در شهر ندیدی بگلستان مطلب

خوش نباید بره عشق مرا استمداد
قولِ خوش معنی و قوّالِ خوش الحان مطلب

شیوهٔ اهلِ هوس نیست فغان بخش چیست
بانگ اسلام ز کاشانهٔ گبران مطلب

کام در بخشش هوس آمده از عشق مجو — عیش مخصوص بکفر است ز ایمان مطلب

حسرتی یافته ذوق و ز نظیری جوئ
نیشکر حاصل مصر است ز کنعان مطلب

سحر بمهر دل افروز کرده ام امشب — هزار عشرت نوروز کرده ام امشب

بزعم غیر بمن گرم التفاتی و من — سپاس طالع فیروز کرده ام امشب

یقین که مهر گداز د ز گرمی نگهم — نگه بروی نظر سوز کرده ام امشب

عجب نباشد اگر روز من سیه نبود — خیال روی دل افروز کرده ام امشب

نه آن بروز جزا ماند و نه باشب گور — چه گویمت چه شبی روز کرده ام امشب

نه پند کرد اثر نے ملامتش ناچار — خیال هجو بد آموز کرده ام امشب

تو حسرتی بعد و نیز آن ستم نه کنی
که من بجان غم اندوز کرده ام امشب

حرف الباء الفارسی

به نشئه رنگ چمن زار دیدنست مخسپ — بروی لاله و گل می کشید نست مخسپ

چو روز حشر گذشتست نیم شب بے تو — کنون دم طرب و آرمید نست مخسپ

ز لالہ دیدنِ لالہ گرت ہواست بخواب
بہارِ قدرتِ صانع چو دیدنست مخسپ

ہماں فروغ کہ رفت از رخِ مہ و اختر
بروی لالہ و گل در دمیدنست مخسپ

مے مغانہ بکش زلفِ عنبریں بکشا
بریزشِ ابر و صبا در وزیدنست مخسپ

سحر ز بادہ گذشتن چہ مایہ بدمستی است
زباغِ صبح گلِ عیش چیدنست مخسپ

نقاب از رخِ گل برکشید بادِ صبا
نوائے دلکشِ بلبل شنیدنست مخسپ

دمِ صلوٰۃ و صبوحیست حسرتی برخیز
بنعمتِ دو جہاں گر رسیدنست مخسپ

حرف التاء

گلہ از ماندنِ کویت بیجاست
کہ من از جا نتوانم برخاست

از غمِ زیست بجاں آمدہ ام
یارب آں قاتلِ بیرحم کجاست

آنکہ بیخواب بود چشمِ من است
وانکہ بیدار نشد طالعِ ماست

او چو بر گورِ غریباں آمد
بہرِ تعظیم قیامت برخاست

من نمی ترسم ازاں گردشِ چشم
گردشِ چرخِ سیہ رو چہ بلاست

گر جفا ہا نگذارند بتاں
بگذارید کہ مائیم و خداست

آرزومندِ جفا نیست عدو
حسرتی اینهمه نومید چرا ست

نی بدل هر چه بود صحبتِ درویشانست — نی خلل هر چه بود فرصت درویشانست

آنچه خواهند و بیابند نخواهند آنرا — وین سخن شمه از همتِ درویشانست

روز کرده است شب تار سیه روزانرا — لمعهٔ نور که در ظلمتِ درویشانست

حشمت ار هست همین حشمت ایشان باشد — دولت ار هست همین دولتِ درویشانست

شرفِ گوهرِ خود را چو رعایت کردند — لاجرم در همه جا عزتِ درویشانست

بر درِ خلوت شان پای شهان می لرزد — چشم بد دور عجب سطوتِ درویشانست

مخروش ار خبر از عالم بالا دارند — که ز آفاق برون خلوتِ درویشانست

یعلم الله که شقی نیست جلیسِ ایشان — مژده آنرا که سرِ صحبتِ درویشانست

نی تکلف بود اندر کنفِ رافتِ حق — هر که اندر کنفِ رافت درویشانست

زود بینید که مخدومِ جهانی گردد — هر که اندر گروِ خدمت درویشانست

حسرتی دور مدان گر بفلک سایم سر
سرِ من خاکِ رهِ حضرتِ درویشانست

پر فتنه روزگار ز سحرِ نگاهِ کیست — دورِ سپهر گردشِ چشمِ سیاهِ کیست

من خود نگویم اینکه تو میترسی از رقیب — طرز نگاه وسوسه فرما گواه کیست
پیوعده یک نفس مژه برهم نمیزند — نرگس فریب خوردهٔ چشم سیاه کیست
بلبل در آتش از گل و شبنم ز آفتاب — آن برق را معاملتی با گیاه کیست
آمد برنگ سرمه و گل در دماغ و چشم — ای همنفس بگوی که این گرد راه کیست
هرکس ز چشم عشوه فشانت بجالتی است — لب بر لبم بنه که بدین سو نگاه کیست
از شوق جان دوباره ندادن گناه من — با غیر بر مزار گذشتن گناه کیست

برخاک حسرتی گذرد هر که زاهل دل
گوید که این خجسته زمین خوابگاه کیست

مطرب بزم بهنجار نواسازی هست — ورنه هر پردهٔ او پرده براندازی هست
در سر آغاز رباعیں چه قیامت آرد — آنکه در فصل خزان زمزمه پردازی هست
راز ات ار فاش شود عربده با من نکنی — غیر من نیز ترا محرم و همرازی هست
کار همت نه باندازهٔ طاقت باشد — مرغ بسمل شده را سر پروازی هست
لب جان پردهٔ او هرچه که دارد دارد — ما نگفتیم و نگوییم که اعجازی هست
نازه چندان مفروش ای چمنستان عراق — که درین گلکده هم مرغ خوش آوازی هست
فاش شد راز ز بی طاقتی دل چه کنم — شوخی شیوهٔ تو پرده براندازی هست

همتم ہیں کہ تنا سشیفتہ خود خواہم
خواجہ را شوق نظر بازی و من می ترسم

صعوہ در بند گرفتاری شہبازی ہست
کہ دریں جمع حریفی قدر اندازی ہست

نہ ہوای گل و گلشن نہ ملالے زقفس
حسرتی در دل من حسرت پروازی ہست

چیزے بجز از نور خدا جلوہ نمانیست
آں نور چہ گویم کہ کجاہست و کجانیست

پوشیدہ خورم بادہ و آہستہ کنم وجد
در اہل خرابات رہ و رسم ریانیست

ایں کار ہوائیست کہ خیز د زتہ دل
آشفتگی طرّہ او کار صبانیست

تمیزِ من و تو شدہ از روز تنزّل
در مرتبۂ غیب نامے نہ نشانیست

کاشانہ بیارای بہارا زچمن رفت
مطرب بطلب بلبل اگر نغمہ سرانیست

صد شکر کہ ما طاقتِ آزار نداریم
ہم تیر ندارد پر و ہم آہِ رسانیست

اندیشۂ چیزے بسرم نیست اگر ہست
جز آں رخ نورانی اندیشہ نمانیست

گر بام بلند است کمندِ دگر آور
واماندگی از سعی روانیست روانیست

از حسرتی و حوصلۂ او چہ سرائیم
شوریدہ دلی دارد و آشفتہ نوانیست

دل جور تو از لطف تو چوں باز ندانست
والنست کہ معشوقۂ من ناز ندانست

بر شمع حسد چیست کجا شعله کجا برق
پروانهٔ تو شکر که پرواز ندانست

از بسکه بار باب هوس کار فتاد است
هم عشق مرا جز هوس و آز ندانست

از مردن خود نیست غم اما غم اینست
گویند که معشوق تو اعجاز ندانست

دشمن بسخن آمدنت خواسته گوئی
قدر نگهِ چشم سخن ساز ندانست

در چارهٔ او کوش که دیوانه ات امروز
از نکهتِ گل بوی ترا باز ندانست

از بیم تو شب حسرتی نارهی کرد
زین گونه فغانها که کس آواز ندانست

از پے صیدِ تو صد دام بهر جاے هست
جرم من چیست مرا نیز تمناے هست

سرسری بود طلب وعدهٔ واثق فرمود
نشناسد که کرا حد تقاضاے هست

اندریں بزم بعنوان ادب باید زیست
هر کجا انجمنے انجمن آراے هست

ناصح و سادگیش بیں که بعمرے بشناخت
که خطابش بکسے هست که خود راے هست

تهمتِ طرفه ببزمِ تو عدو بر من بست
گزره شید وریا یم سر صهباے هست

ایں قدر بار تعلق که تواند برداشت
آه از من که دلے هست و تمناے هست

کیست کایں مژده برد معتقدانِ اورا
خلوت حسرتی و شاهد رعناے هست

غیر نگر بخته از مقتل و غوغاے هست ‏— کاش دانند که ما را چه تمناے هست

شب چه رفته است در بزم که در کوچه هنوز ‏— نفحهٔ یاسمن و نکهت صهباے هست

ناصحا منع برویت چه اثر خواهد داد ‏— اندرون دل من ولوله فرماے هست

خار را خوار نگیری که گلش در جیب است ‏— قطره را سهل مپندار که دریاے هست

جا مین تنگ بهر جای ز رسوائی من ‏— جز خرابات که آنجا همه را جاے هست

شجر طور کجا و شرافشانی کو ‏— منتظر باش اگر تاب تماشاے هست

جام در دست و نیارم که خورم یا ریزم ‏— کار من با صنم حوصله فرساے هست

اضطراب دگر افزود دل شیدا را ‏— التفات تو که ما نا بمداراے هست

دوش میگفت و ز لعل لب او گل میریخت
حسرتی نام مرا عاشق شیداے هست

زاهد که بالکاره چنیں از می ناب است ‏— ترسم که مے خلد نوشته که شراب است

رخسار ز خوی تر شدهٔ غنچه چه بینی ‏— کاین آب ز دور است و نزدیک شراب است

دانم که به هر شیوه دلم میبرد از دست ‏— دیگر نشناسم که چه لطف و چه عتاب است

پیرانه سر و ولوله کار است وگرنه ‏— شوریده سری شیوهٔ ارباب شباب است

هرکس نه شناسای رموز است وگرنه ‏— هر حرف مرا از طرف دوست جواب است

در انجمنش غیر و من از رشک در آتش — کافر به بهشتست و مسلمان بخدا بست

ای حسرتی این شهره در آغاز که باید
صد شعر ز نظمت بزبان و بکتا بست

در دهر مطرب و می و پیمانه خوشتر است — آنهم زمان صحبت جانانه خوشتر است
زاهد برغبتے کشدم سوی خویشتن — گوئی که خانقاه ز میخانه خوشتر است
با بوعلی بساز نه با قیس ای جنون — دیوانگی ز مردم فرزانه خوشتر است
تا مهر شمع شهپر عنقا بر آورد — با آفتاب صحبت پروانه خوشتر است
یاران آشنا بوفا امتحان کنند — اخلاص تو بمردم بیگانه خوشتر است
واعظ خوشست جمله نعیم جنان ولے — رود و سرود و باده و پیمانه خوشتر است

دل صرفه تا نشو که ز پا لغز باک نیست
ای حسرتی خرامش مستانه خوشتر است

نشان الفت پنهان ضرور است — نگاهے تا سر مژگان ضرور است
مرا فرمود ترک عشق دانا — حذر از صحبت نادان ضرور است
ندارد شکوه پایان مختصر به — نوازش هاے بیپایان ضرور است
نشان همتم را تربت من — کنار چشمهٔ حیوان ضرور است

حذر واجب بود از چشم بدبین
به پیشش رفتنم پنهان ضرور است

بود باگون آلایش که گل را
بشبنم شستن دامان ضرور است

بود باوی مبادا نکته چینی
مرا آرایش ایوان ضرور است

نیاساید دلم بیکشنه امشب
حکایت های آن مژگان ضرور است

نگاه کافرش غارتگر افتاد
مسلمانان غم ایمان ضرور است

شنیدم حسرتی بلبل صفیری
صفیری چند در بستان ضرور است

بیتابم و یار را خبر نیست
بینالم و ناله را اثر نیست

بر طرهٔ پرشکن چه نازی
آخر ز دلم شکسته تر نیست

آغاز محبت است ای چشم
هنگام تراوش جگر نیست

در خاطر صاف صبح خیزان
نوریست که کمتر از سحر نیست

در انجمنت بسر رسیدم
در عشق تمیز پا و سر نیست

مائیم و فغان که در محبّت
دستور ترانهٔ دگر نیست

باآنکه گریز نیست از تو
در بزم تو رغبت گذر نیست

چشم بد دور از جمالش
می بینم و طاقت نظر نیست

هنگامه فروز بزم عشق است
سرمایهٔ حسن بوستان است

هر چند که آه را اثر نیست
هر چند که سرو را ثمر نیست

یاران همه اندرین بزم شعر است
افسوس به حسرتی خبر نیست

پیش او قدر من و دعوی اعتباری کیست
مست ناز است برش بیخودی و هشیاری کیست

یا در آئینه بیں یا لب دلدار بر آ
خویشتن را بشناس آئینه و داری کیست

ای دل از ناله خمش باش که بیدرد از ما
صوت مرغ چمن و مرغ گرفتاری کیست

دشمن من همه دهر است بعشق تو ولے
وقت دل خوش که درین کار مددگاری کیست

شکر لله که من و تو ز جهاں ممتازیم
لب تو گلریز یکے چشم گهرباری کیست

می که مانند نگاه تو گراں مے ارزد
اندرین شهر مگر خانهٔ خماری کیست

ذوق این زمزمه از خویش برونم آورد
مے سرایند که دلداده و دلداری کیست

اندکے لطف گرفتاری دل را کافی است
دانه البته بباید کم و بسیاری کیست

بہ بہم آمدن خیل ہوسناک مناز
حسن یوسف چو فروشند خریداری کیست

دست بر مشق سخن از اہل سخن بود که گفت
بے سخن حسرتی امروز درین کاری کیست

شب با رقیب ہم نفسم یار را گرفت
این فتنہ روی داد و سر راہ ما گرفت

آزرد از رقیب و طریق جفا گرفت
افسر ز شاہ برد و گلیم از گدا گرفت

یاراں بخواب راحت و فیض دم سحر
اندک ربود غنچہ و اندک صبا گرفت

ہنگام خاستن برہد تا ز دست او
دانستہ یار گوشۂ داماں ما گرفت

زنہار با کسے سر و کارے نداشتم
حسن تو جلوہ کرد و ز من کارہا گرفت

محرم ز راز نا شدہ افشای راز کرد
ناگاہ نے شرر شد و در پارسا گرفت

زین کشمکش سلامت جانم امید نیست
دامانم او گرفت و گریباں قضا گرفت

بس خویش را بنرخ گراں می فروختم
بوی تو دوش آمد و از من مرا گرفت

شب دل تہی نمود و ز من صبر و تاب برد
با حاسداں مگو کہ چہ داد و چہا گرفت

بیگانہ وار آمد و برد آنچہ داشتم
دل ماندہ بود آں نگہ آشنا گرفت

آں لحن خوش کہ حسرتی آشنہ بکار داشت
در حیرتم کہ مرغ سحر از کجا گرفت

بنالہ گوہ کنم دوش درد ہجراں گفت
چو گفتمش بگو از رشک گفت نتواں گفت

ترانہ نا شدہ بلبل شگفتہ گل شاید
سخن ز جلوۂ تو باد در گلستاں گفت

بعاشق آنکہ بیاموخت راہ و رسم وفا
بدلبراں نہ برای شکست پیماں گفت

زرشک غنچۂ دل از دیدہ ریخت تا دیدم	بگوش گل سخنی عندلیب پنہاں گفت
بہوشمندیِ پیرِ مغاں نگر کہ مرا	پے شکستن توبہ بروز باراں گفت

دلم شگفتہ شد چوں ز حسرتی غزلے
بنالہ وقتِ سحر طائر خوش الحاں گفت

دلم بجانبِ آں ماہ مائل افتادہ است	کہ با نجوم و کواکب مقابل افتادہ است
بظرفِ پیر خرابات میستواں تلے برد	زہے ہوی کہ در اہل محفل افتادہ است
تو بدگمانی و در پہلوے تو خوش چشمے	نگہ برے و توزیں روی مشکل افتادہ است
ہر آنکہ یافت ز اہل صفا نظر داند	کہ انکشاف حقیقت چہ مشکل افتادہ است
اگرچہ غیر ز من ہرچہ گفت دروغ	ولے خوشم کہ ترا رشک در دل افتادہ است
ز صحبتِ مے دوشیں مرا خبر کہ کند	صبا بگوشۂ بزم تو غافل افتادہ است
دعا بکعبہ پذیرند لیک حیرانم	امیدوار ز میخانہ سائل افتادہ است
یکے ز ناز بسوی چمن خرام و ببیں	کہ عندلیب برے و کہ مائل افتادہ است
اجل بوقتِ معین رسد مرا چہ نشاط	ازینکہ آں بتِ طنّاز قاتل افتادہ است

خرد ز مانہ بنرخ کمال نقصانش
کہ حسرتی بفنِ خویش کامل افتادہ است

گمانِ بد چو بمن بر دشہ مگیں نہ نشست
ز صد ہزار یکے نقش اینچنیں نہ نشست

بسوی غیر ز بس تیز راند توسن را
بدل نشست غبارے کہ بر زمیں نہ نشست

کدام پردہ بہ ہنگامۂ بہار کشاد
کہ مرغ یکنفس از نالۂ حزیں نہ نشست

مگر ز سوزشِ رشکم خبر نداشت کہ گفت
ببزم دوست کس افسردہ اینچنیں نہ نشست

فگندہ است سپہرم بہ بندِ صیّادی
کہ گاہ دام نگسترد و در کمیں نہ نشست

بروں نرفت ز میخانہ حسرتی گاہے
کہ یکدو ساعت در پیشِ اہلِ دیں نہ نشست

پیش معجز ہای لعلت سحر بابل سبز نیست
حق چو گل چوں پردہ بر افگند باطل سبز نیست

اختر پروانہ تاریکیست گو خورشید باش
بالِ طوطی گر بود بختِ عنادل سبز نیست

آب شمشیر تو گویا بود از زہر نگہ
دانہ افشانند گر در خاکِ بسمل سبز نیست

یک شجر از گرمی رخسار عالم سوز تو
در گلستاں گر کنی ترتیب محفل سبز نیست

ہر کجا چیند دکانِ فتنہ آں چشم سیہ
گر ہمہ اعجاز باشد سحر بابل سبز نیست

برق بیحاصل بود بر کشتِ من ای آسماں
باید ابرے چوں ہنوزم برگِ حاصل سبز نیست

سبز کاری ہای من وارد فلاطوں را برشک
ورنہ ایں فن حسرتی در چشم عاقل سبز نیست

صبحی صبح به آمد به تفرج ز کنشت / بسر وقت من افتاد گذارش سر گشت

گفتمش کیستی اینجا بچه کار آمده / ای رخ و طرهٔ تو سنبل و ریحان بهشت

گفت دارم سخنی چند بپرسش در خور / خوب در دهر چها آمده کمتر از زشت

گفتم این سر ملوکست بدینها مگرای / گفت سنجیده شمردی سخن ای خوب سرشت

گفت رمزیست خرد سوز که دارد بیتاب / التهاب شرر او جگر خسته برشت

بر سر مور ضعیف اینهمه بار از چه فتاد / گفتمش نه انکه دل ما بمحبت بسرشت

گفت من هم سخن نادره گفتن خواهم / گرچه طبع تو بگیتی سخن نغز بهشت

لطف او مومن و کافر نگذارد محروم / پرتو رو بحرم نکهت گیسو به کنشت

دوش این طرفه غزل خاطر من انشا کرد / حسرتی خامه و آمد طلبید و بنوشت

دیدمی که طرف آدم و گه سوی بهشت / اندر اندم که قضا دانهٔ گندم میکشت

خالی از خویش شود سوی خرابات خرام / که به پیمانهٔ ما نیست بجز لطف سرشت

دوش باد بهاری بتو ارزانی باد / نامه بر دیر شد آن سادہ رخم خط ننوشت

لخت دل را نمک از پستهٔ خندان تو بود / که بایں خوش نمکی هیچ کبابی نه برشت

تو و بزمی که دراں بزم عیار بد و نیک / من و کنجی که دراں کنج نه زیبا و نه زشت

جنت آں نیست که دارد گل و نسرین و سمن — هر کجا رخصت دیدار همانجاست بهشت
می نماید که نهانی کرم او کم شد — نگراں دیده مرا سوی خود و پرده نهشت
دامن ناز فشاں از سر خاکم مگذر — که گلم نیز سرشت آنکه گلت را بسرشت
زلف مشکین ترا باد بهاری آشفت — برهمن رفت سوی کعبه و زاهد بکنشت

حسرتی نیز همان گفت که حافظ گفتی
مدعی گر نکند فهم سخن گو سر و خشت

نرخ دل سهل شد و سستی بازاری هست — این متاعیست که در دست خریداری هست
حسن بی کیف کجا چشم جهاں بیں ز کجا — هر سر موی مرا لذت دیداری هست
در نزاع من و او داوری فرماید — گر کسی جانب انصاف نگهداری هست
فرصتت باد مذکر که عجب خوش سخنی — بگذر از من که من دلشده را کاری هست
هر کرا روضهٔ دل هست تفرّج گاهی — خبرش نیست که بستانی و گلزاری هست
لاجرم کار خرابات ز نظم افتاده است — ساقی امروز که در نشئهٔ سرشاری هست
پرده دلبری چو نشد بتکده بدنام افتاد — ورنه پوشیده بصد جابت و زناری هست
اثر جلوه همیں است که بیخود باشم — ورنه اذن نظر و رخصت گفتاری هست
خجلتی بود ز بی جرمی خویشم که مپرس — لله الحمد که از قتل منش عاری هست

حسرتی روزی آسوده دلان بسیار است
این نمک پیشکش سینۂ افگاری ہست

یار را دل ربودنم ہوس است
ہمہ ادای تو عشق ایجاد است
دیدنِ رویت آرزو دارم
شیوۂ چند لازمِ رندیست
مگر آں دلنواز مے آید
پستیٔ غیر و سرافرازی ما
صوتِ مرغِ چمن کجا و کجا
نگہے غمزۂ ستگر خندے

ہمہ اندر کمینِ مشتِ خس است
حسنِ انجام صفت بو الہوس است
وز تو چشمِ قبول ملتمس است
زاں یکے ارتباط با عسس است
ذوق دیگر بنالۂ جرس است
این نوادر ز آہ چرخ رس است
نالۂ بلبلے کہ در قفس است
اندکے التفات از تو بس است

حسرتی در شمار خس اما
شعلۂ شوخ در نہاد خس است

زخمے بجانم از مژۂ دلنشیں زدہ است
پروانہ کہ راہ بہ بزمِ تو یافتہ است
واعظ بوصفِ خالِ فدش گرم آنچناں

فریاد مُہر بر لبِ جانِ حزیں زدہ است
چوں دل برشتۂ تو بشمع آستیں زدہ است
گوئی کہ بوسہ ہا برخ حورِ عین زدہ است

تلخست بامذاقِ من امشب حدیثِ غیر
شاید که بوسهٔ بلبِ شکّرین زده است

بینم که موکشاں بکجا مے برد مرا
آں بُت که راهِ زاهدِ خلوت نشین زده است

نازم بلند همتی آهِ خویش را
برچرخ خیمه در قدم اولیں زده است

تا نقشِ مهرِ تو بدلِ حسرتی نشست
از غیر هم زدفترِ خود حرف کیں نغزه است

زباں زبانه فشان و نفس شرریز است
مراگناه نباشد مئ مغاں تیز است

فغاں که مائلِ آں حورپیشه ام کو را
ستم بکوهکن و هم جفا به پرویز است

غم و سرور نباشد بیک دل اندر جمع
بریخ عشقِ تو نازم که راحت آمیز است

یکے بسوی گلستاں خرام و سیرے کن
جمالِ صبح چو حسنِ صنم دلاویز است

بهار لاله دمانید و ابر گوهر ریخت
نسیمِ غالیه افشان و رائحه بیز است

شکر فشاں شده طوطی ز نغمهٔ شیریں
هزار از دمِ پُر درد شور انگیز است

عنانِ او طرفِ کوهکن که گرداند
زمامِ خواهشِ گلگوں بدستِ شبدیز است

بغیرِ می نخورم جسز بمیکده نزوم
زمانِ پیری و وقتِ صلاح و پرهیز است

هوای گلشنِ کشمیر حسرتی را نیست
دلش بهند کشاید که آدمی خیز است

نہال قامتِ شیریں عجب بانگیز است — چہ غم کہ پرورشِ او بخونِ پرویز است

فزوں ز زلف کشد خطِ سبز او دل را — بدیدہ بیش خلد سبزۂ کہ نوخیز است

ہنوز وصفِ عشاق جان می یابد — کہ با رقیب جفایت عنایت آمیز است

بحکم آنکہ مداوا کنند مثل بمثل — شراب تیز بنوشم کہ آتشم تیز است

در آتشیم ز دل گرمیت کہ شیریں را — بگو بکن نظرے بہر رشک پرویز است

دعا ز پیرِ مغاں خواستم حکیمے گفت — شفای جملہ علل منحصر بہ پرہیز است

بدہ ز گفتہ خود حسرتی بما غزلی — شنیدہ ایم کہ شعر تو درد انگیز است

تنہا ہمیں نہ صورتِ زیبا ازانِ تست — زیبای آیتی است کہ نازل بشانِ تست

اینجا چگونہ سایہ فگندی کہ امتت — انجا بزیرِ سایۂ سرو روانِ تست

اسرارِ غیب جلوہ فروز است اندراں — روشن دلی کہ خاطرِ او رازدانِ تست

دُرِّ یتیم را چہ بہا رد بروے او — ہر نکتۂ کہ از لبِ گوہر فشانِ تست

رفت آنکہ بود ذکر دمِ عیسوی کنوں — ہر جا حکایت از لبِ معجز بیانِ تست

خوں گشتہ بہ دلے کہ بتجوید رضائے تو — بر دل بسرے کہ نہ بر آستانِ تست

ہم صندلِ جبیں سزد و ہم عبیرِ جیب — آں خاکِ مشکبوی کہ بر آستانِ تست

کو دست دیو گو گهر شب چراغ من — درج دلم بعزت مهر و نشان تست

آنی که حب و بغض تو شد حب و بغض حق — آنی که امر و نهی خدا بر زبان تست

عرش عظیم را نبود تاب این قدر — بر تو تجلی است که شایان شان تست

شاهان بجز صدر نشینان بارگاه — رحمی برین شکسته که در کاروان تست

لطفی کن و مبین گنه ناصواب او — چون هر چه هست حسرتی آخر ازان تست

چیست که این نخواسته اختر و آن فلک نخواست — آنچه خدا نخواسته خاطر هیچ یک نخواست

شورش بدگمانیم ولوله در درون فگند — شیوه مهربانیش رسم ظهور شک نخواست

ملح بود مطایبت لیک نه هرکجا رواست — هیچ کسی بباده در چاشنی نمک نخواست

دوش گدای لای خوار بر در دیر می سرود — یافت فقیر بینوا هر دو سرا ز یک نخواست

شیوهٔ ما ربودگی طینت ما فسردگی — مطرب ما نخست نی بادهٔ ما گزک نخواست

وصل رضای چرخ نیست طینت شک اندرین گره — هم دل تو نخواسته آنچه دل فلک نخواست

حسرتیا بکار خود یاوری از کسی مجو — مرغ برای آشیان از دگران خسک نخواست

بس تغافل جنگ کن گر آشتی منظور نیست — دل بهت بسته است اما این قدر مجبور نیست

خلد را انعام پنداری نه جلدوی عمل
قصر جنت ساختن اندازهٔ مزدور نیست

شعشعان حسن بر رویش نقاب انداخته
شاهد مستانهٔ ما از کسی مستور نیست

هر یکی را جلوهٔ دیگر دل از کف می برد
در سر مجنون هوای نغمهٔ منصور نیست

از صدای چنگ و نی از خاک سر بر میکنم
بعث و نشر اهل حالت منحصر بر صور نیست

هان و هان قاصد سلام ساده از من گوی و بس
در حریم حرمت سلمی جز این دستور نیست

دیده ام در بزم وی پرهیزت از مزمار و می
حسرتی این تقوی و زهدت ز رشید و زور نیست

عاشقت چون من بی نام و نشان میبایست
نه فلان ابن فلان ابن فلان میبایست

تو گرانمایه نژادی و گرامی گهری
راز عشق تو چو حسن تو نهان میبایست

گه به مستی قدم رغبت طاعت در دل
مسجدی هم بسر کوی مغان میبایست

گر بهشت از رخ خورشید بتانش بیش است
چه عجب تفرقهٔ پیر و جوان میبایست

ز تماشای چمن دارد لم وا نشود
پی تفریح بهشتی بجهان میبایست

حسرتی ظرف کم و شکوه ز ساقی هیهات
داده اند آنچه بهر شخص همان میبایست

از نالهٔ من بر لب یار الحذری هست
چون نخل گلم ور دامید ثمری هست

ہر چند ز خود بیخبر انشند ولیکن
با اہل خرابات ز ہر جا خبرے ہست

زنہار کہ از راہ برد جادوی ناصح
آنرا کہ بدنبال بتِ عشوہ گرے ہست

چون طاقتِ پرواز ندارد ز گلستاں
بلبل چہ سراید کہ مرا بال و پرے ہست

جاں دادنِ عشاق بصد ذوق چہ بینی
بنگر کہ ز معشوق نہانی نظرے ہست

امید کہ آں حسرتی شیفتہ باشد
گویند کہ در بادیہ آشفتہ سرے ہست

حرف الثاء المثلثہ

ہر چہ کشتیم و درودیم عبث
ہر چہ ہاشتیم و ربودیم عبث

بہشتی چند در انجا دیدیم
درِ میخانہ کشودیم عبث

سخن آں بود کہ گفتند بسیار
غیر ازاں آنچہ شنودیم عبث

سر پائے بغلط ہم نزدی
بہ دیرست ناصیہ سودیم عبث

از درِ یار کسے باز نگشت
عذر را منع نمودیم عبث

عشق ہم عقل نظیراں ماند
عشق با عقل فزودیم عبث

رہزنے نامدونے راہبرے
نیست شکلے کہ شود حل نپریر

راہ گم کردہ غنودیم عبث
زنگ از آئینہ زدودیم عبث

حسرتی مجلسِ با مقبل شد
سخنِ عشق سرودیم عبث

حرف الجیم العربیہ

دلدار را تفرج بستاں چہ احتیاج
گلزار را بسیرِ بیاباں چہ احتیاج

رشکِ رقیب کم زنگہباں بنودہ است
ہنگام بودنش بہ نگہباں چہ احتیاج

داری اگر سرے سروساماں چہ حاجت است
داری اگر دلے بگلستاں چہ احتیاج

می خوردنم بہجر شنیدی غمم لبنج
دیگر گواہ پاکی داماں چہ احتیاج

خود خواہشِ وفا نکند سخت کوش عشق
معشوقہ را بستی پیماں چہ احتیاج

شوریدگاں بنالۂ خود وجد می کنند
مارا بہ بلبلانِ سحرخواں چہ احتیاج

صد نالۂ شکستہ بلب در دل و ہنوز
گوی ترا بپرسشِ پنہاں چہ احتیاج

ہاں بامنت مطائبہ از راہِ دوستی است
امابزم گاہِ رقیباں چہ احتیاج

بلقیس وش صنم چو دہد دست حسرتی
دیگر بملک و مال سلیمان چہ احتیاج

حرف الجیم الفارسی

نے وصل دوست عیش و نشاط زمانہ ہیچ
صہبای صبح گاہ و شراب شبانہ ہیچ

نیمے درون جنت و نیمے در آتشم
عیش مغانہ دلکش و کیش مغانہ ہیچ

ما عندلیب گلشن قدسیم وای ما
کاندر قفس خوشیم و غم آشیانہ ہیچ

مطرب خموش فکر غزل می کنیم ما
پیش صریر خامہ نشید و ترانہ ہیچ

ای حسرتی ز طول سخن اختصار بہ
دانی کہ این نہین است برنگِ زمانہ ہیچ

در تفتہ دلم جلوۂ دلدار و دگر ہیچ
در مشہدِ پروانہ بود تار و دگر ہیچ

جان بر لبم و شوق لقائے تو بجانم
یارب کہ رسد مژدۂ دیدار و دگر ہیچ

در انجمنِ یار خودی را نبود بار
ساقی میٔ از خویش ربا آر و دگر ہیچ

دستے نہ بدامانی و فرقے نہ بپائے
زہاد و ہمین جبہ و دستار و دگر ہیچ

یک فرد ندیدیم که مشغول بکار است
پابند رسوم اند و حقیقت نشناسند
آں آی پرداز تو دیدی که چها کرد
مائیم و بتِ ماه وشے زہرہ نوائے

در میکده ہاستی بیکار و دگر ہیچ
در بتکده ہا قشقه و زنار و دگر ہیچ
در آینه ام عکسِ رخِ یار و دگر ہیچ
وز می خمِ چند و دو سه میخوار و دگر ہیچ

دے حسرتی از انجمن وعظ چو برخاست
گفتند فقیہان که تو دوار و دگر ہیچ

حرف الحاء

ممنونِ اخترم که فرستد پیامِ صلح
بس عشوہ خوردم از نگہِ التفات تو
بر من مئ محبت و لطفت حلال باد
غیر از حدیث جور و سخن ہائے دشمنی
مختل بفصلِ گل شده باشد دماغ او
لطف و عتاب یار چو دام و قفس بود

آں مہ که ننگ داشت ہزاران زنامِ صلح
آخر پیامِ جنگ شمردم پیامِ صلح
زانسان که بر رقیب حرامست جامِ صلح
زنہار از لبت نشنیدم کلامِ صلح
دشمن که پختہ است خیالاتِ خامِ صلح
از جنگ گر رہا شوی آرد بدامِ صلح

ذکرِ ستیزه تنگ کند دل چو ذکرِ غیر
ذوقے دہد بروح چو نامِ تو نامِ صلح

باوی شدم دوچار بعجزے کہ غیر ہم
گفتا کہ باد تا بقیامت قیامِ صلح

ای حسرتی بچشمِ جگر تفتگان شوق
حزّم تراست از سحرِ عید شامِ صلح

حرف الخاء المعجمه

چناں بکشتنِ عشاق آسماں گستاخ
کہ دشمناں پئے آزارِ دشمناں گستاخ

زسجده ہائے منش اجرِ بیشتر بخشند
رقیب اگر بنہد پا بر آستاں گستاخ

اگر نہ یوسفِ کنعاں متاعِ شاں بودی
بسوی مصر نمیرفت کارواں گستاخ

دعا کنم کہ عدو سوی آں حریم رود
کہ یار منع نمودہ است و پاسباں گستاخ

برو بخلوت و از خود نشانہ مگذار
بزمہا نتواں جست از نشاں گستاخ

عجب کہ صحبتِ من با تو سازگار افتد
تو ناز شیوه غرورت بس زباں گستاخ

چگونہ بلبلِ شوریده در نوا آید
کہ برق میجہدش تا باشیاں گستاخ

زعشق بگذرد و محرم شود بنازِ بری
کہ در ادب گہ ناز است رازداں گستاخ

رقیب ہرزہ سراید زتنگ ظرفی من | شدم بحیلۂ مستی بامتحاں گستاخ

چو حسرتی بدلم ربط معنیٔ خوش را
چنانکہ بالب آزردگاں فغاں گستاخ

حرف الدّال المہملہ

سینۂ اہلِ صفا طرفہ جہانے دارد
ایں جہانیست کہ از دوست نشانے دارد

چشم بکشای کہ نرگس باشارت فرمود
سوسن آں راز کہ بر نوک زبانے دارد

یا ورا فتد زہمہ عرض محبت جز من
من ندانم بمن آیا چہ گمانے دارد

کار رنداں ہمہ جانبازی و خوں آشامی است
مدعی صحبتِ ایں قوم زیانے دارد

قصۂ خلوتیاں گو بدف و چنگ بگو
مطربِ انجمن آشفتہ بیانے دارد

گر قدح گیرد و گر شیوۂ رندی ورزد
بگذاریدکہ ریعان جوانے دارد

شوخیٔ نظرتش آں نیز تصنّع دانست
دل کہ لختِ جگر آلودہ فغانے دارد

سالہا باز بگفتارہ ستم مے ورزد
دلِ من شاد اگر یک دو زمانے دارد

حسرتی گو سخنِ خواجہ بلنداست ولے

	کلک ما نیز زبانے و بیانے دارد	

با مُغبچه صوفی سحر بازار بر آمد	نامحرم ایں کار بانکار بر آمد
آں در گروِ رونقِ بازار شکستن	ویں طرفه که ایں نیز مددگار بر آمد
از رشک عدو قطع نظر ساختن از یار	آساں بنظر آمد و دشوار بر آمد
آں حرف که بیگانه بشور اب بلا بُرد	شیریں ز لب محرم اسرار بر آمد
کاریکه خجل داشت نکیسا نفساں را	از زمزمهٔ مرغ گرفتار بر آمد
ساقی بعطا بود و مغنّی بنوا بود	ناگاه ز خلوت کده دلدار بر آمد
از بهر دمِ آب بظلمت چه شتابی	دریاب که سرچشمهٔ انوار بر آمد
از نرگسِ مخمور تو شب ذکرہی رفت	زاهد سحر از خانهٔ خمّار بر آمد
دوش از سرِ تحقیق چو در خود نگرستم	تسبیح بکف بودم و زنّار بر آمد
با دُردکشاں بدنتواں بود که بس کار	از همت ایں قوم گنهگار بر آمد
چوں دید دلم شورش غوغای قیامت	پنداشت که از پرده سرا یار بر آمد

	با حسرتی خسته مرا آنچه گماں بود از شعبدهٔ وهمِ غلط کار بر آمد	

هر چند شغل باده ازیں خسته دور بود	تسلیم امر پیر مغانم ضرور بود

از بخت و اتفاق بهم ماند آشتی
دلدار تندخوی و دلِ من غیور بود

رفتم که خویش را بعفاف امتحاں کنم
او را بمن سرے و دلم ناصبور بود

هر چند بسا بتو نگرستم مگر ترا
میرم بآں جفا که بوقتِ ظهور بود

قربش طلب کنی و خودی سدِّ راهِ خود
ایں نعمت آں را بود که از خویش دور بود

آوخ که پایمال غم عشق و رشک شد
عمرے که دستگاه نشاط و سرور بود

واعظ بجوش بود حریفے بگوش گفت
اندک بخویش هم نگرستن ضرور بود

دل تا دماغ چشمهٔ نور است موج زن
ساقی مگر بجام شرابِ طهور بود

رو کردم از بسوی خرابات حسرتی
عیبم مکن که طبع ز دنیا نفور بود

برائے ولوله کردن بهانه میخواهند
معاشران سخنِ عاشقانه میخواهند

چه بیخودند شهیدانِ عشق کز پئے زخم
نمک ز مطربِ شیریں ترانه میخواهند

مریدِ پیرِ مغانم که پادشاه و گدا
مراد خویش ازیں آستانه میخواهند

ببیں دماغِ عنادل که چوں بود غوغا
نگه بروی گل از آشیانه میخواهند

نه سالکانِ طریقش رفیق میجویند
نه سائران سبیلش نشانه میخواهند

بلهوا اهلِ خرابات انجمن نه زنند
بجامِ می ز دو عالم کرانه میخواهند

روان ببوی وی از هر دیار قافله تا — گراهی طلبند و گرانه میخواهند

مغان در آب کنند امتزاج زهر نگاه — صبح داد شراب شبانه میخواهند

بصلح حسرتی دیار هر دو راه میل است
ز شرم واسطه در میانه میخواهند

معشوقه که خوشخصال باشد — به زانکه پری جمال باشد

نی بشکن و می بریز کاینها — زیبا بشب وصال باشد

از مجلس رشک خیز برخیز — گر قوت انفعال باشد

پر نور تر از مه دو هفته — معشوقهٔ هفده سال باشد

خوش طرفه حکایتیست از غیر — بد گفتن اگر حلال باشد

صد پرده بروی دوست بستند — زان جمله یکی جمال باشد

دل بستن تست ممکن امّا — دل کندن ما محال باشد

مزمار زکف بنه مغنّی — کاین دور ز اعتدال باشد

بیتی دو سه خوش نخوان که در وی — ذکری نه ز خدّ و خال باشد

بر وجد به حسرتی میاویز
کاین شیوهٔ اهل حال باشد

دُردی کشاں چو سوی خرابات رو کنند
اول بآب چشمۂ مژگاں وضو کنند

یک دیدنِ تو لذّتِ عمرم بباد داد
ای وای آنکساں که بوصلِ تو خو کنند

تسکیں کجا ز لطفِ زبانی که سود نیست
در کامِ شعله قطرۂ آب ار فرو کنند

خواہان آں ہیم که رسد ذوق او بکام
زاں پیشتر که دست بجام و سبو کنند

ما خاک گشته ایم براهش نشانِ ما
یابند گر بکوی عدو جستجو کنند

آنانکه در سکوت دل از کف ربوده اند
آیا چها کنند اگر گفتگو کنند

بهر نماز حسرتی باده خوارِ ما
روحانیاں بچشمۂ کوثر وضو کنند

چو با هر کس در آویزد در آخر با من آویزد
رُوان لرزد مرا از بیم چوں با دشمن آویزد

دم مهرش چناں بینی که چوں او دوستم باشد
گه خشمش چناں یابی که کس با دشمن آویزد

چو بینم خشمگیں با دیگرے پیشش نمے آیم
نمیدانم چه پیش آید چو گاہے با من آویزد

خوشا تعظیم اجابت زہے تکریم اصحابت
که جبریلِ امیں ہم خار در پیراہن آویزد

خوش آں دم کز ہجوم شکوه حرفے زیر لب گویاں
تو برخیزی ز ناز و حسرتی در دامن آویزد

در میخانه زدم کعبه نشانم دادند
دُردی خواستم آب حیوانم دادند

تفرقه در قدح و باده و ساقی میرفت
از می هوش ربا رطل گرانم دادند

سیرگاه نظر گلشن معنی کردند
بال اندیشه برای طیرانم دادند

شیوهٔ ناز تو انباز نمیداشت روا
لاجرم از ستم دهر امانم دادند

نازم انداز بتان را که دل و صبر و شکیب
همه بردند عیان و به نهانم دادند

چون به پیری کنم ای شیخ ز رندی توبه
کارسازان قضا بخت جوانم دادند

راحتی هست بهر راح ولیکن ساقی
باده آن بود که اندر رمضانم دادند

دل افسرده کجا گرمی هنگامه کجا
جای در خاطر آتش نفسانم دادند

دولت اینست که از خویش مرا بگرفتند
نعمت اینست که از دوست نشانم دادند

شب که در بزم تو جز غیر کسی بار نداشت
آتش از شمع گرفتند و بجانم دادند

حسرتی از اثر نشهٔ توفیق مپرس
در میخانه ز دم کعبه نشانم دادند

جز من زمان قتل بقاتل دعا که کرد
گو مزد سهل بود ولیکن ادا که کرد

دامان و جیب ما همه چون آستین تست
از بوی طرهٔ تو سخن با صبا که کرد

این پیچ ها به زلف خم اندر خمت که داد
این عقده ها بکار من مبتلا که کرد

هر خصمی تو موجب صد گونه الفت است
غیر از تو جورهای محبت فزا که کرد

اینها کہ میکنی تو بمن من کنم باو
گردانئے کہ باتو مرا آشنا کہ کرد

گہ گرم شکوہ گہ بسپاس است تر زباں
باحسرتی جفا کہ نمود و وفا کہ کرد

چو گل بشگفد وقت صہبا بود
در میکدہ روز و شب وا بود

کنوں مطلب از رد منصور چیست
چہ پوشند رازے کہ افشا بود

ہماناازو راز پنہاں مجوی
بمیخانہ مردے کہ رسوا بود

بخواندم جواب خط خویش را
ہنوز ارچہ بربال عنقا بود

مرا نیز البتہ بیروں کنند
چو در خانہ ام یار تنہا بود

رسیدم بآں چشمۂ بے نشاں
کہ انجا نہ موج و نہ دریا بود

شکایت فزوں میکند دوستی
ولیکن بشرطیکہ بیجا بود

بخلوت سرائیکہ یوسف گم است
نشانے کجا از زلیخا بود

بروز قیامت قرارش مباد
ہر آں دل کہ ازوی شکیبا بود

نشانِ نمود ارتر دامنی
بسجادہ ام داغ صہبا بود

بمستی حقیقت سرائی مکن
تفاوت زمی تا بمینا بود

نباید نشستن ورای حسرتی

بزمے کہ رسم مدارا بود

وضع جہاں چہ سود کہ زیبا نہادہ اند
ہر گہ اساس بر سرِ دریا نہادہ اند

ذوقِ نعیم وصل ز آسودگاں مپرس
کایں چاشنی بکام تمنا نہادہ اند

باسادگانِ خویش وفاے تواں نمود
دل بر امید وعدۂ فردا نہادہ اند

زاں جمع بودہ ایم کہ خونابہ در کشند
وانگہ بہ پیش ساغرِ صہبا نہادہ اند

شوری شگرف در دلِ مضطر فگندہ اند
سرّے عجب بجانِ شکیبا نہادہ اند

بر طالبانِ وصل تو افسوس می خورند
آنانکہ دام در رہِ عنقا نہادہ اند

گر آگہی ز رازِ نہاں حسرتیؔ مگو
وضع جہاں چہ سود کہ زیبا نہادہ اند

از من چو کشی بکیں چہ خیزد
جز آہ دلی ازیں چہ خیزد

از زاری ہم نفس چہ حاصل
وز گریۂ ہمنشیں چہ خیزد

دل را نبود اگر دماغے
از طرۂ عنبریں چہ خیزد

تا می نہ نہی بچشم تر دست
از دامن و آستیں چہ خیزد

لطفے کہ کنی نہاں نماند
گر من نہ کنم یقیں چہ خیزد

گر جور کنی وگر ترحم
از من بجز آفریں چہ خیزد

جز تازگی نہال الفت
آنرا کہ بود ہوائے بیت
فقر است و صفای دل وگرنہ

از گریۂ آتشیں چہ خیزد
از نگہت یاسمیں چہ خیزد
از جامۂ رنگیں چہ خیزد

خورسند تو باش حسرتی ہست
گر شاد وگرہ غمیں چہ خیزد

در خرابات کسے نیست کہ رسوا نبود
وای آں آمدن آہ اناں برگشتن
نے [illegible] است بود آں شور محبت کہ دراں
ستر حق حرمت اصحاب نگہ می دارد
مرد آزادہ در آفاق کجا لیک بس است
ضبط تمکیں ہمہ زاو صاف خرد مند آنست
شرح ایں می نتواں کرد ولے در من و دوست
گفتمش عشق توام حوصلہ میفرساید

بلبلے نیست بگلزار کہ شیدا نبود
کاضطرابم بدرت آرد و در وا نبود
رنجش بے سبب و شکوہ بیجا نبود
خرقۂ نیست کہ آلودۂ صہبا نبود
اینقدر نیز کہ دلدادۂ دنیا نبود
عاشقی پیشہ ہماں بہ کہ شکیبا نبود
اتصالیست کہ در موجہ و دریا نبود
گفت عشق است چہ حوصلہ فرسا نبود

حسرتی میرود امروز بشوقے کہ مپرس
آہ گر یار بخلوت کدہ تنہا نبود

بادہ با مردم اوباسفس گوارا نبود
گرچہ دانی کہ تکبر روشِ ما نبود

دلبراں ببین کہ بایں شیوۂ شہر آشوبی
می رُبایند دلے راکہ شکیبا نبود

منتظر باش و مکن شکوہ واز دیر مرنج
وعدۂ وصل سزاوار تقاضا نبود

بگذر از ذلت و توقیر تماشا صفت است
میروم جاے دراں بزم بود یا نبود

بادہ زاں سیر نخوردم کہ مبادا از من
بچکد آنچہ بذوقِ تو گوارا نبود

من بدبین گرد واو بنمایش مائل
آہ ازاں دم کہ مراتاب تماشا نبود

حسرتی نازش ہنداست بشیرین سخنی
این چنین طوطی خوش لہجہ بہر جا نبود

درخرابات رو دہر کہ بجاں مے آید
بوے جاں از نفسِ پیرِ مغاں مے آید

ساقیا دیر بیار اوے لعل بیار
خبرے ہست کہ عیدِ رمضاں مے آید

بوکہ فیض نظرش راحتِ جانم باشد
عندلیبے زچمن بال فشاں مے آید

خوبی شیوۂ عذر از من دیوانہ مپرس
سخن راست بہر طبع گراں مے آید

نذر میخانہ نمودم خرد و منتظرم
تاچہ اندر عوض از مغبچگاں مے آید

بامنش عشق مگر نگذرد از معشوق
من عیاں میروم و یار نہاں مے آید

درشباب آنچہ نکردیم بہ پیری کردیم
دربہار آنچہ نیامد بہ خزاں مے آید

خستگان از لبِ لعل تو شفا می یابند — از چنیں خیز مرا بوے زیاں می آید

رعشہ در تن فتد آنساں کہ ز بیم دُور افتم — چوں در آغوش من آں سرو رواں می آید

درمیان من و او نیست حجابے الّا — رنجشے ہست کہ گاہے بمیاں می آید

حسرتؔ عاقبت اظہار محبّت کردم
آنچہ در دل بود آرے بزباں می آید

مزن طعنہ کایں نقش مشکل نشیند — کہ بر تربت کشتہ قاتل نشیند

نہ خود را کہ از رہ برد عالمے را — حکیمے کہ در فکر باطل نشیند

ہمہ عمر خود را بحسرت فروشد — دراں دم کہ کس از تو غافل نشیند

کنم یاد آہے کہ از سینہ خیزد — دہم داد تیرے کہ در دل نشیند

تو بر دام خود تکیہ داری وگرنہ — ندیدم کہ صیّاد غافل نشیند

ز پیش تو فرزانہ دیوانہ خیزد — بہ بزم تو دیوانہ عاقل نشیند

نہ جوئی جز ابرے کہ گوہر فشاند — نہ پوئی براہے کہ سائل نشیند

چو رامم کنی فارغ از من بناشی — کہ آساں رمد آنکہ مشکل نشیند

فزوں از دو دم خستہ در خوں نہ غلطد — بگوئید کاسودہ قاتل نشیند

کنوں حسرتؔ چوں تمام است کارش

زخلوت برآید بمحفل نشیند

کیست آں کس کہ بانگار لبے باز کند
لبِ جاں بخش تو گر دعوی اعجاز کند

تا چہ بر حسنِ خودش ہست غرورش یارب
جور با شیفتۂ خویش در آغاز کند

پہلوئے غیر بزمش نکنم جائے کہ نیست
چشم آنم کہ نگارہ غلط انداز کند

دیدہ در آئینہ چیزے کہ ندید است گہے
حیرتے نیست گر آئینہ بر و ناز کند

حسرتی بادۂ ما نشۂ عرفی دارد
میرسد دہلی اگر نازش شیراز کند

خود را ہمہ شرمندۂ احسانِ تو یابند
کز باعثِ تست آنچہ شہیدانِ تو یابند

حسنِ تو بلائیست کہ ہر دل کہ شود گم
در پیچ و خم زلف پریشانِ تو یابند

دامن نفشانی بسرِ عالم و روزے
ایں دستِ ادب پیشہ بدامانِ تو یابند

آں بادۂ صافی کہ وفا نامِ خوشِ اوست
خوش آنکہ بہ پیمانۂ پیمانِ تو یابند

گر چاشنی فقر نداری ہمہ خونست
آں نعمتِ الوان کہ سرِ خوان تو یابند

سحرے دگرانیست کہ گلبوی فتاد است
آں شعلہ کہ در چاکِ گریبان تو یابند

بر بسترِ نازِ تو چہ رفت است کہ امروز
بوے دگر از سنبل و ریحان تو یابند

بیصرفہ مکن قتل کہ آسودہ دلاں نیز
در روزِ جزا اجر شہیدان تو یابند

منشور عجب حسرتی از خسرو ما یافت
خوبان عمل فتنه ز دیوان تو یابند

بخانقاه مگر پیر میفروش آمد
که شیخ با همه افسردگی بجوش آمد

چنان زدم بصنم خانه نعرهٔ تکبیر
که بت پرست ز خود رفت و بت بهوش آمد

نهال زهد و ورع گل فشاند و بار آورد
که بار آمد و با برگ نای و نوش آمد

زبان بکام به از گفتگوی لایعنی
مرا نه خوش سخنان همچنین بگوش آمد

هزار عیب اگر در منست باکی نیست
که عفو و لطف خداوند عیب پوش آمد

بیا بیار مے وصلے کجا اے ساقی
طیور صبح گہے را دم خروش آمد

نهان مدار دلا نکته‌های شور افزا
که دلبر نمکینم سخن نیوش آمد

بشب ز نرگس فتّان او چه مستی زاد
که صبح گاه بدریوزه می فروش آمد

تذرو نغمه و بلبل و نوا سنجی
چه جای شکوه است اگر حسرتی خموش آمد

نوای من بهر کس خوشش نیفتد
دل آسوده در آتش نیفتد

بهر گامی ز پا افتاده هست
نهادش تا کجا سرکش نیفتد

برافتد شاه یا درویش لغزد
سبوئی باده بیغش نیفتد

ز شمع روی تو آنگه هراسم
که خود از سر بن آتشش بیفتند

ز مژگانش بدلها رخنه افتاد
الهی رخنه در کارش بیفتد

تو چند خسرو را خوش نداری
چگویم تا ترا ناخوشش بیفتد

تا راه از دلی بدلی بر نه بسته اند
مکتوب ما به بال کبوتر نه بسته اند

دانم که غیر میرود امشب بخانه اش
گر نیم شب نزول شده و در نه بسته اند

افگنده است تیرگی دل غشاوه ها
ورنه نقاب بر رخ کافر نه بسته اند

از کوی او بنیر وعده پی نکرده اند
از بام او نمی پرم و پر نه بسته اند

اندر وفای وعده نه تکرار در خورست
پیمان هم الست مکرر نه بسته اند

با شاهدان بیهوشی نوش شاد باش
دروازه ثواب مقدر نه بسته اند

از گوهرین پرند فلک خوش نماترست
انجم ترا اگرچه بمعجز نه بسته اند

از روی همچو ماه بر انداز پرده را
هرگز نقاب بر مه انور نه بسته اند

از بیم او نرفت اگر نامه هیچ باک
پاسه نسیم به بال کبوتر نه بسته اند

بشنو حدیث شیخی و با خسرو بیا
بر آب خضر سد سکندر نه بسته اند

گفتم که بهجر تو دل آرام ندارد
گفتا که خوش آنکس که دلارام ندارد

گفتا طمع من زکیست سرزده گفتم
نه ازروز که عارف طمع خام ندارد

گفتم که برد بهره ز تو گفت که گستاخ
گفتم که دلم حوصلهٔ کام ندارد

صد ذوق گرفتیم ازاں نوبر خوبی
هرچند که لذّت ثمر خام ندارد

فریاد ز نقوی که بنزدش نتواں رفت
آه از روشِ او که سر بام ندارد

هرچند که آشوب دل و آفتِ جانی
بی وصل تو جان و دلم آرام ندارد

بر غیر دلم سوخت که محو است بعشرت
مسکیں خبر از گردشِ ایّام ندارد

از حسرتی زار پرسید نشانش
کاو ساحتِ دل دگر و نام ندارد

عاشق سوخته از بزم تو مشکل برود
شمع در محفل و پروانه ز محفل برود

یارِ اصحاب فنا باش که در صحبتِ شاں
کینه از سینه گریزد حسد از دل برود

جاے رحم است بر آں بسملِ مسکیں که هنوز
نیم جانے به تنش باشد و قاتل برود

آه ازاں حسن که در جلوه گهش بر سرِ جمع
زاهد معتزل و راهب غافل برود

غیر را دوش ازاں بزم بخواری راندم
یار چوں گفت که بیگانه ز محفل برود

اینهمه جلوهٔ ناز است تماشائے باش
عشق بازیست نه بازیست که مهمل برود

حسرتی رفت ز کویت بنوعیکه مپرس
دور نبود که هم امشب دو سه منزل برود

ما دل شکستگانیم بر ما ظفر نباشد
با خویش دشمنانیم ما را خطر نباشد

نے شور ہاؤ ہوئے نے دشنہ و گلوئے
در بزم وعظ از عشق درسے مگر نباشد

عالم بباد خود کن وانگه ابا در ده
گم کن چناں بخویشم کز من اثر نباشد

بیتابی که دارم آساں نموده کارم
من نامه می برم خود گر نامه بر نباشد

تنها همیں نه بینم کز دوست میگریزم
با دشمن است ما را هم از من بتر نباشد

هر رند در خرابات پیر مغاں نگردد
هر قطره ز ابر نیساں هرگز گهر نباشد

دیوانهٔ کز ایشاں اخبار دهر پرسی
شوریدگان او را از خود خبر نباشد

زیں پیش در کنارش افشردمی واکنوں
اندر سرا گر ببینم تا بهر نظر نباشد

از حسرتی شنیدم در بزم نکته سنجاں
خوشتر ز طرز غالب طرز دگر نباشد

فتنه را از قد رعنای تو امداد رسد
چرخ را از نگهت نسخهٔ بیداد رسد

طبع چالاک ترا می لب پر خشم آورد
آه ازاں لحظه که آتش بکف باد رسد

صنم دیر که آراستهٔ برهمن است
نیست ممکن که بآں حسن خداداد رسد

شادم از خصمی اغیار کہ از شیریں است
آنچہ از جانبِ پرویز بفرہاد رسد

عمرہا شد کہ بیادِ قفسے می نالم
خبرِ من برسانید کہ صیّاد رسد

بسنانِ تو ہوسناک فرستند پیغام
بکمندِ تو سلام از دلِ آزاد رسد

میرود غیر دراں کوی برونِ چو ارم
چہ تماشاست اگر مرگ بشدّاد رسد

شوخئ شیوہ زچشم تو زبانم آموخت
گرچہ شاگرد کم افتد کہ باستاد رسد

حسرتی سیر زجاں گشتہ خبر باید داشت
کہ مبادا بدرِ آں ستم ایجاد رسد

نخلِ ولا بآبِ وفا تازہ تر شود
برگ آورد شگوفہ دہد بارور شود

اے بیخبر زگردشِ ایّام نالہ چیست
ہم روزِ غم سر آید و ہم شب سحر شود

گلبرگ گشتہ آئنہ از عکسِ روے او
بلبل فداے بچۂ آئینہ گر شود

از رشکِ غیر میرم و بر لب نیاورم
ترسم امیدوار بتو بیشتر شود

ہاں حسرتی زبادۂ عرفاں قدح بگیر
تا مستی از دماغ طبیعت بدر شود

سفر سقر بود الّا کہ در وطن باشد
خوشست خلوت و خوشتر در انجمن باشد

وفا خوش است مگر با رقیب خوش نبود
جفا بد است اگر از براے من باشد

خبر ز راز خرابات زاہد از اینست — ز سرّ بتکده آگاه برہمن باشد

ز سنبل و گل و نسرین و نرگسش کم پرس — دراں حدیقه که عنقا صفیر زن باشد

بیار عام که گنجایش سخن نبود — نگه ز ہر دو طرف نائب سخن باشد

ز داوری بگذشتم تو باش از دشمن — اگر نگین سلیمان ز اہرمن باشد

محبت صنم و دعوی مسلمانی — نه بت پرست بود آنکه بت شکن باشد

ہزار مرتبه در بزم بودنش خوشتر — که خود بخلوت درویش در انجمن باشد

بزم یار بود حسرتی ترانه سرا
چو بلبلے که نوا سنج در چمن باشد

گر بمستی آں بہاراں جلوہ گل یاد آورد — داغ می گل گردد و بلبل بفریاد آورد

با عدو نیکو وفای ورز عشق آں بد بلاست — ہمچو شیریں بیوفائی سوے فرہاد آورد

میفروشد رایگاں در کوچه پیر مغاں — ہر متاعے راکه دل از کوے زہّاد آورد

ہم بشہر خود نتواں زیست تا جاں در تن است — از جہاں آباد کس چوں عزم نوشاد آورد

میروی بر تربت اغیار دایم بہر چیست — تا دل من نالہای محشر ایجاد آورد

حسرتی این تازہ گل باید نثار دوستی — ق — بو که مارا از نسیم کوے خود یاد آورد

غالب آں رنگیں نوا بلبل که ذوق نغمه اش

عندلیبانِ گلستاں را بفریاد آورد

دمِ رفتن قدش را فتنہ ہا در آستیں باشد
قیامت کو کہ بنمایم قیامت اینچنیں باشد

زہے چشمِ فسوں سازش زہے نیرنگیِ کارش
زرنگینش بوی مہر آید بمہرش رنگ کیں باشد

بحاکم ناسپردہ سوی دشمن آمدے آرے
مروت اینچنیں باید محبّت اینچنیں باشد

تواے دل بر فریبِ نگ و بوبستہ نمیدانی
کہ افعی نیز در زیرِ نہالِ یاسمیں باشد

بوصل اندر بینی شیوہ ہاے شوخ میوزرد
زمانے خشمگیں باشد زمانے شرمگیں باشد

دماغِ او صدائے دل شکستن برنمی تابد
ہمایوں طالع است آں کس کہ یارش نازنیں باشد

باآں صید افگنی افتادہ است کارم حسرتی کورا
خدنگے در کماں باشد نگاہے در کمیں باشد

وقتِ سحر ز میکدہ بادِ صبا رسید
از کاسۂ کرام شمیمے بما رسید

کارم ز دست دوست من از کار رفت حیف
ہرگرہ کہ دست من بکشادِ تبار رسید

بے بہرہ کس نماند ز فیضِ عطای دوست
گل یافت رنگ و بوی و بہ بلبل نوا رسید

مشکل فتاد کار و ندانم کجا برد
بوئی ز زلفِ یار بدستِ صبا رسید

انداز داد شیوۂ عدل از فلک مجو
کز وی شنیدۂ کہ بگیتی چہا رسید

جم را نہفت در تہِ سوراخ مور و مار
افعی بپاسبانیِ خلوتِ خدا رسید

زاہد ہوائے بادہ ز دل چوں بروں رود
ولتنگیت دلیل شگفتن بود کہ گل
حوراں در انتظار و کواکب بجذبت اند
روزِ وصال ناز بمعشوقہ میکنم

ساقی رسید و ابر رسید و ہوا رسید
وقتیکہ غنچہ گشت بہ نشو و نما رسید
یک لمعہ از فروغ تجلی بما رسید
آرے چنیں کند چو بدولت گدا رسید

جز حسرتی بپایۂ او کس نمیرسد
در حیرتم کہ کار نظیری کجا رسید

از نام تو بمردۂ صد سالہ جاں رسد
ہرگز ز ہیچ دشنہ و خنجر نیافتم
یک ہفتہ گر بجد درِ پیرِ مغاں زنی
قسمت نگر کہ گوشۂ چشمے ندیدہ ایم
گر ابر دُرفشاں شود و بادِ مشک بار
گم کردہ ایم راہ بدشتے کہ اندر اں
بلبل ترانہ سنج ازیں مطلع ار شود
نرخِ نگاہِ یار اگر تا بجاں رسد
ما را رہا مساز کہ بسیار کم فتد

در ذکر تو بہار بفصلِ خزاں رسد
ذوقے کہ وصل از نفسِ خونچکاں رسد
آواز فتح باب ز ہفت آسماں رسد
ناں برق شعلہ زن کہ بہ آشیاں رسد
در سرنوشت آنچہ نوشتہ است آں رسد
رہزن بجادہ از اثرِ کارواں رسد
پیش از بہار گل بسوی بوستاں رسد
حورِ بہشت جاں بکف از آسماں رسد
مرغ از قفس برآید و در آشیاں رسد

آسودہ خاطری و تجلی طلب کنی
ایں برق کے بجز دلِ ناشاد ماں رسد

چندیں میاز مای کہ ترسم در اضطراب
ناگہ شکایتے ز توام بر زباں رسد

بگذر ازیں وصیت بے سود حسرتی
فکر او کند کہ باز دریں خاکداں رسد

شہید جلوۂ ناز تو جاں شکار انند
اسیر حلقۂ دام تو رم شعار انند

چہ بودۂ تو کہ آزادگاں بہ بندِ تو اند
تو کیستی کہ گدائے تو شہریار انند

خراب حوصلۂ آں ترا بہ نوشانم
کہ ہم ببادہ کشیدند و ہوشیار انند

بیا کہ عاشق و معشوق سبزہ و بار انند
وگرنہ راست نہ بجی گل و بہار انند

در مغاں چو زدم ناکشودہ در گفتند
برو برو کہ دریں جا گناہ گار انند

تواں شناخت ز ہم صحبتاں شمائل شخص
معاشراں تو رنداں و بادہ خوار انند

مقرباں بشفاعت ولے ز ہیبت او
رود ز نطق روانی چو ذکر یار انند

کجاست چوں تو یکے ای تو از بدائع کون
بروزگار چمن طلعتاں ہزار انند

بجوش و نامۂ خود را اسپید کن زاہد
ترا ازاں چہ کہ رنداں سیاہ کار انند

من و بتے کہ محبان با وفا باہم
نقاب تا نکشودہ است دوستدار انند

جفاست حسرتی از شعر لب فروبستن

دراں دیار کہ انصاف پیشہ یارانند

بوئے ز طرۂ تو اگر با صبا رود — از قیس وحشت و ز فلاطوں ذکا رود

خاکم بسر کہ عاشق کار آزمودہ ام — دانم کہ با رقیب بخلوت چہا رود

مفلس شدیم در طلب دولت وصال — حیف است بر زرے کہ پئے کیمیا رود

آں ذرہ ام کہ لمعۂ او تا بخور رسد — آں قطرہ ام کہ موجۂ او تا سما رود

در لرزہ ام ز لاف وفا تا چہا کند — شوخے کہ با ندیم براہ جفا رود

تنگم گرفت ہجر بہ پیش تو آمدم — ہر کس دم تعب بدر آشنا رود

منصور را بدار کشیدند بے گناہ — با اہل حق ہمیشہ ہمیں ماجرا رود

پابستۂ ہوا ہمہ ذرہ بکوے دوست — بر آب گر خرامد و گر بر ہوا رود

رندیم و بذلہ سنج و می آشام و کامجوی — معشوقہ از طرب کدہ ما کجا رود

آمد بہار و سوے چمن رفت حسرتی
اردی بباغ بلبل دستاں سرا رود

عاش للہ کہ بتاں مہر و وفا نیز کنند — شادم ار بعد جفا عذر جفا نیز کنند

ساز عشاق مکن فاش ہمانا ایں قوم — گفتگوے مدد باد صبا نیز کنند

مردماں را چو بہ بینم بسخن پیوستہ — روم آنجا کہ مگر ذکر شما نیز کنند

زمرۂ مصلحت نیز برندے گروند ‌ ‌ ‌ پیشۂ زہد گروہے بریا نیز کنند

شیوۂ شکوہ نگوییم کہ صوابست امّا ‌ ‌ ‌ ایں خطائیست کہ ارباب وفا نیز کنند

آنکہ بدمستی رنداں خرابات از وست ‌ ‌ ‌ دور بنود اگرش ساقی ما نیز کنند

نہ ہمیں ضبطِ نفس شیوہ عشاق بود ‌ ‌ ‌ عذر از بیہمی اہل ہوا نیز کنند

زمرۂ محرم اسرار و لیکن مدہوش ‌ ‌ ‌ لاجرم در دم اظہار خطا نیز کنند

گوش بر حرف بدآموز منہ تا نیکاں ‌ ‌ ‌ ہم ثنائے تو نمایند و دعا نیز کنند

گم مکن راہ اگر از رہِ ندرت جمعے ‌ ‌ ‌ سیر ایں بادیہ بے راہنما نیز کنند

مستی آنست کہ بیجام و سبو دست دہد ‌ ‌ ‌ وجد آنست کہ بے ساز و نوا نیز کنند

تو مپندار کہ ایں کم نگہی عشوہ گری است
حسرتی سادہ رخاں شرم و حیا نیز کنند

در اول دیدہ آنکہ زشت مہوشاں دید ‌ ‌ ‌ چوں دید با مغان نظر خوشتر از آں دید

عار است ز خودبینی و داغم کہ از ہمیں روی ‌ ‌ ‌ در آئینۂ روی بتاں ہم نتواں دید

شورافگنی و خوش لبی دار بر آئی ‌ ‌ ‌ گر دست ترا ہم دہد آں دانش و آں دید

در صومعہ گر پیر شوی نیز نہ بینی ‌ ‌ ‌ دل آنچہ در اول نظرِ پیر مغاں دید

شرمندہ ام کہ بجا داشت ارادت ‌ ‌ ‌ ہر چند کہ در میکدہ ام رقص کناں دید

ساقی مے از خویش رُبا در قدحم ریخت	در مجلس بیگانہ چو اسرار فشاں دید

آرام طلب بود سوے کعبہ سفر کرد
چوں **حسرتی** آشوب اوضاع جہاں دید

ژالہ افشانست ابر و گل دمید
بر سر شاخ است بلبل در نشید

لالہ در داماں صحرا جلوہ کرد
سبزہ بر اطراف جدول شد پدید

از طرب طاؤس در رامشگری
صرفہ خود کبک در رفتار دید

در چنیں ایام عشرت التیام
کش یکے از پیشکارانست عید

اِشتہی سلمیٰ بمزمار و راح
ہمنشیں برخیز و پیدا کن نبید

اے بسا آسودگانِ تازہ رو
چوں نیفتد پردہ دریائی شہید

شاہد آنزاداں کہ لا عین رأت
نغمہ آنزا خواں کہ گوشے کم شنید

ہاں بجز صہبا ولیکن بے قدح
ہاں بزن ساغر ولیکن بے نبید

بر در گنجینۂ اسرار عشق
گر یکے قفل است صد باشد کلید

حیف از بختت کہ نتوانی کشاد
آہ از دستت کہ نتوانی کشید

شاہد ہذا انی اندیشہ ام
دے بلحن خفی بگوشم زد نشید

باغ من موجود خُذ ما تشتہی
خانہ ام از تست اِفعل ما ترید

نازنیں دستش سر بنا زدوش پردۂ ارباب خلوت میدرید

حسرتی وقت اجابت بود دوش
بادہ میخوردیم و باراں میچکید

حرف الراء المہملہ

از مہتابش از گل و آبش حساب گیر
خورشید گل شناس و گلش آفتاب گیر

عرض کرشمہ شوکت نازت نمیرود
درجام ماہ از خم گردوں شراب گیر

ہر گل بجلوۂ دگر آمد دریں چمن
از گل شمیم خواہ و زخورشید تاب گیر

مے با رقیب خوردہ دلم سوختی کہ گفت
از دشمناں شراب و زیاراں کباب گیر

رویش بس است شمع شب و آفتاب روز
گو ماہتاب خسف شو و آفتاب گیر

دلتنگ دید چوں زغمم گفت میفروش
امشب یکے پیالہ بقصدِ ثواب گیر

آں طرّہ برکشا و زگل عطرِ مشک خواہ
آں رخ بجلوہ آر و زنسریں گلاب گیر

پیمانِ ما و شرم تو ہردو شکستہ بہ
ما را شراب دہ ز رخ خود نقاب گیر

آں مہ تر نے کند از شعر حسرتی
گو زہرہ را کہ در کف سیمیں رباب گیر

مشاطهٔ سحر از رخ خود مقنعه برگیرد — مہر آتش آں پنج بگو مہر قمر گیرد

ہنگام صبوحی است بیا ساغر میکش — اے زاہد شب خیز یکے فیض سحر گیرد

تا بادہ بگیتی است کہ نوشد می جنّت — رحمے بظلوماں کن و از تاک اثر گیرد

از غیر بکن شکوہ چہ بیم و چہ خجالت — آں عارض افروختہ افروختہ تر گیرد

گر روے جہانسوز تو زینگونہ بتاب است — بر بحر گذارے کن و از آب شرر گیرد

بیصرفہ تر از دعوی تقوی است ز رنداں — ای غیر تو و عشق برو لاف دگر گیرد

اے حسرتیؔ امشب کہ بدست آمدہ آں شوخ
ہاں سخت در آغوش بکش تنگ ببر گیرد

بزم وصلست بیا بادہ و طنبور بیار — سر برافراختہ از غم دل مسرور بیار

شمع بے شعلہ ز آتش زدم گرم افروز — بدر دغرّہ از اں عارض پر نور بیار

بزم عیش است نہ ہنگامۂ ارباب خرد — دل ہشیار بر خاطر مخمور بیار

بذلۂ چند ندیمانہ بگستاخی گو — نکتۂ چند حکیمانہ بدستور بیار

حسرتیؔ گر روش خواجہ نظیری داری
معنے دور طلب کن سخن دور بیار

ہر روز غم ز روز دگر جانگداز تر — ہر شام میشود شب ہجراں دراز تر

از دامن بلندِ تو هر دست کوته است
یارب نهال قامت تو سرفراز تر

دیگر چنیں بپاکی دامن مناز و بیں
از اشکِ مدعی همه دامانِ ناز تر

زانگه که من اسیر تو اے فتنہ گر شدم
دستت شده بغارت دلها درازتر

گلزار گرچه پر ز هزار است حسرتی
از من یکے نکرده ترنم بساز تر

کسیکه رو بخرابات کرده خوار مگیر
عیار ظرف حریفان بشادخوار مگیر

مگر که عقل تو معیار کار گیتی هست
بهر چه خوش نکنی خرده زینهار مگیر

ز هر دو نشّه گذشتن نشان می نوشی است
کسیکه نیستش ایں نشّه میگسار مگیر

بیا ببزم خراباتیانه هوے کشش
برو کهن روشِ ناله هائے زار مگیر

هوائِ وی بخود آرد ز خود برد بیهوش
بهوش و بیخبری جز سراغ یار مگیر

بیک دو جرعه که سرخوش شدی فریب مخور
اساس میکده هستی است پائدار مگیر

عزیز مصر وفایم قسم بعزّت حسن
ازینکه عشق مرا کرد خوار خوار مگیر

بداں مباش که بر هم زنی جهانے را
صبا شمامه اناں بوے مشکبار مگیر

بوصل نیز هماں اضطراب داشت که داشت
بجز ایں دلِ دیوانهٔ قرار مگیر

هر آں عشیقه که با وی بود رقیب مخواه
هر آں شراب که دارد ز پے خمار مگیر

زسهو بود امید وفاے وعدہ مرنج | گمان نبود کہ جرم است انتظار بگیر

بخود ببال کہ انداز آشنا داری
توحسرتی روش طوطی وہزار بگیر

حرف الزاء المعجمہ

بیا بجاں طرب و در قدح شراب انداز | زدیدہ شرم برافگن زرخ نقاب انداز
ندیدہ است کسے حور اندریں عالم | بیا بجلوہ و عالم در اضطراب انداز
زعود و گل چہ دہی خوابگاہ را تزئین | زبادہ یکدو ساغر بہ تخت خواب انداز
حدیث شبنم و خورشید تا کجا روزی | زروی مہر نگہ برمن خراب انداز
تو ای کہ سوی نجف میروی زراہ کرم | بگیر خاکم و در پای بوتراب انداز
نخست ساغر مارا بسم نوازش کن | دگر بجام رقیباں شراب ناب انداز
جزای آنکہ شب ہجر خون دل خوردم | بیا بساغر مہتاب آفتاب انداز
بیا و طاعت مقبول را ہمیں ما بہ | خلل بکار دعاہاے مستجاب انداز

گرت ہواست کہ چوں حسرتی نو سنجی

بزیر شاخ گلے در قدح شراب انداز

پیرم چو آسمان و سر مه لقا ہنوز / قامت دوتا شد و غم زلف دوتا ہنوز

با من ز قتل غیر حکایت چه میکنی / منت پذیر نیستم اے بیوفا ہنوز

از وہم من بر آمدم و زاہد از صلاح / ساقی تو ہم بگو که تو بودی کجا ہنوز

رنجیدهٔ ز طعنۂ بیجاے بوالہوس / نشنیدهٔ ز من گله ہاے بجا ہنوز

ایں داوری بعرصۂ محشر گذاشتم / من آشنای مرگ و تو ناآشنا ہنوز

عمرم ہمه بصحبت صافی دلاں گذشت / آئینه ام دریغ ہماں نے صفا ہنوز

مستی نشاط ہستی و شاہد بہار عمر / برمن بر دگمان جنوں پارسا ہنوز

از کار من گره نکشاد و خوشم که غیر / بند قباے یار نکرده است وا ہنوز

صد بار آزموده آں پر فریب را
حیف است حسرتی تو وا امیدہا ہنوز

پرده بکشا عاشق و معشوق را یکرنگ ساز / جلوه فرما بلبل و پروانه ہم آہنگ ساز

بالباس گل لباس خویش را ہمرنگ ساز / بارهٔ بیگہ قبائے ناز خود را تنگ ساز

زیرکاں جز عیش نپذیرند و انگه در بہا / برادائے بام دل نه بانواے چنگ ساز

در محبت یاس و محرومی نباشد دم مزن / صلح در پیش است چندے با ادائے جنگ ساز

تا کجا یکرنگ بینی در نظر باشد ترا
بعد ازیں با جلوہ ہای چشم پُر نیرنگ ساز

من اگر بدنام عشقم غیر بدنام ہوس
گر برسوائی نمیسازی بنام و ننگ ساز

حسرتی را شیوہ صحراست و نظیری اہل شہر
روی بنا عاقل و دیوانہ را یکرنگ ساز

ز صبح پیشتر ای مرغ صبح خوان برخیز
بہار گل بچمن نیست جاودان برخیز

ز جلوہ ات منزلزل بنای بتکدہ شد
تبش ز طاق برافتاد ہان و ہان برخیز

نشستہ تو بہ غیر و نشستہ با بکلیں
بجان تو کہ بجان اندوستان برخیز

ترا کہ گفت کہ عمری بمن بسر بردی بار
چو در استنبارہ بہ بینی بامتحان برخیز

دوای درد دو عالم بکنج میکدہ ہاست
بیا دغمزدہ بنشین و شادمان برخیز

چو عشق پیشہ شدت از نعیم رو برتاب
بیوریا بنشین ور تپر نیان برخیز

چو یاد دوست کنی غیر را فراموش کن
چو نام عشق بری از سر نشان برخیز

دل گرفتہ طلبگار عالم دگر است
ز تنگنائی جہاں آستین فشان برخیز

صدای نغمہ بکاشانہ عدو است بلند
بمرگ من تو ہم ای آہ ناتوان برخیز

ازین حدیث نظیریست حسرتی در وجد
چو وجد روی دہد از سر جہان برخیز

حرف السین المهمله

اینست رای من که بر و خویش را شناس
تا درمیان چه روی دهد ای خدا شناس

وقت دعا ز دیده گر اشکی فرو چکد
خوشدل شو و نشان قبولِ دعا شناس

از بذل قدر و قیمت مرد است در جهان
نخل گل و ثمر مفشان از گیا شناس

تدبیر و رای واجب و شمشیر و تیر شرط
لیکن وقوع فتح و شکست از خدا شناس

الحاجیات صوری و اینجاست معنوی
میخانه رشکِ چشمهٔ آبِ بقا شناس

مالید یار چشم و بسویم ندیم دید
برخاستم ز بزم که بودم ادا شناس

در شور عندلیب نیابند بوی گل
آهنگ حسرتی زدم عطرسا شناس

ستمی بکس نخورده و مرهون نکرده کس
در شهر کس نمانده که ممنون نکرده کس

ورزد صلای جلوه و خلقی برشک سوخت
دستِ کرم گشاده و ممنون نکرده کس

نازنم باهلِ عشق که بر قیس غیرت است
رشکی بملک و جاه فریدون نکرده کس

خونم چکد ز دیده و برقم جهد ز لب
سویم بالتفات نظر چون نکرده کس

صدگونه اعتراض بگفتار بو علی است
تعریف بر طریقهٔ مجنون نکرده کس

گر غیر و رشکِ غیر برون کردہ باش — از دل خیالِ بزم تو بیروں نکردہ کس

ایدل ز جورِ یار شکایت چہ میکنی — کس را بزور والہ و مفتوں نکردہ کس

زیں غم کہ ساغرے گلرنگ نشکند — باوی حکایتِ دلِ پُرخوں نکردہ کس

ای حسرتی مپرس زغالب کہ از غزل
آں کار میکند کہ بافسوں نکردہ کس

جور دشمن کشیدہ ام کہ مپرس — مہر از دوست دیدہ ام کہ مپرس

وصفِ کوثر ز اہلِ تقوی جوی — من شرابے کشیدہ ام کہ مپرس

خانہ خالی و یار ہم بستر — زاں نمط آرمیدہ ام کہ مپرس

بادِ مست دوش آمد و گفت — گرد کوئے وزیدہ ام کہ مپرس

حرم اندر طواف آں بینی — بحریمے رسیدہ ام کہ مپرس

آسمانہا ز میں ہمی سازند — آستانے گزیدہ ام کہ مپرس

کہ بدستش مرا فروخت کہ گفت — من غلامے خریدہ ام کہ مپرس

دیدہ شد دفترِ نفوس و عقول — نکتہ چند چیدہ ام کہ مپرس

حسرتی دوش با نوائے رباب
غزلِ تو شنیدہ ام کہ مپرس

ای یار ناز شیوه ز روداد ما بپرس
وی شاهِ مه جلوه ز حالِ گدا بپرس

بر نے شکایت ہوسِ مدعی مشنو
لختے حکایتِ دلِ بے مدعا بپرس

محمل کجا و ناقہ کجا و درا کجا
ای بے خبر نخست ز بانگ درا بپرس

آرے ندیدہ تو مرا ہیچگہ ولے
از محرماں حکایتِ چاکِ قبا بپرس

شاید کہ برخوری بطبیبِ مسیح دم
از بہر کسب درد ز ہر دردوا بپرس

از خستگان زار اگر یاد آوری
از من کہ سخت خستہ و زارم جدا بپرس

قاصد کجا و مجلس انس تو از کجا
بہرِ خدا حکایت من از صبا بپرس

ای عمر باختہ بہوائے بتاں ہنوز
سہل است چارہ چارہ ز مرد خدا بپرس

روداد او بپرس کہ میگفت حسرتی
ای یار ناز شیوہ ز روداد ما بپرس

حرف الشین المعجمہ

قاصد بوصلم مژدہ داد از یاس محزون کردمش
آراست ایوان ہمنشیں از خانہ بیرون کردمش

دوشینہ بلبل در چمن خوش نالہای نزار داشت
امروز من نالیدم و از رشک مجنون کردمش

دشمن ببزم او نشد کامشب قمر در عقرب است
فرصت غنیمت دیدم و برخود ہمایون کردمش

هرکس ز دانش حرف زد به از فلاطون گفتمش
هرکس سخن از شوق گفت از قیس افزون کردمش

شب با ندیم حسرتی خوش بود وضع صحبتم
از بذله خوش نمود دم نمود از ناله محزون کردمش

وعظ در مسجد آدینه همی گفتم دوش
از وحامے عجب از مردم اندر زن نیوش

مجلس اینگونه بآئین که نیابی مثلش
سینه ها ولوله انگیز و زبانها خاموش

چین بر ابرو نه و هم بزم عبید و احرار
عقده در دل نه و درویش و توانگر همدوش

گفتمے گاه یکے را که ز رندی بگذر
گفتمے گه دگرے را که بتقوی میکوش

گه کسے را بنصیحت که بجز نانِ حلال
گه یکے را بملامت که مَی ناب منوش

حرف من در سرِ اصحاب بتاثیر قرین
پند من در دل یاران باجابت همدوش

نفسم داشت بافسونِ بتاں راه بدل
سخنم را اثرِ قولِ مغنّی در گوش

آں دم گرم که بے زمزمه صوفی در وجد
زاهد و باهمه افسرده دلی جوش و خروش

الغرض گرمی هنگامه ز حدا فزوں بود
که گذشت از نظرم مُغبچهٔ باده فروش

بر لبم کرد گره حرف ثنائے غلماں
از ستایش گریِ حور زباں شد خاموش

بیکے غمزهٔ چالاک مرا بُرد از من
بیکے جلوهٔ زیبائش نه دیں ماند و نه هوش

تاب آں تاب رُخ و طاقت آں جلوه نماند
بیخود افتادم و از اهل ورع خاست خروش

پای بر سینه زد و برد عنانم از دست — رو بسوی میکده کردیم من و او همدوش

آں یکے گفت کہ ایں زہد ریائی بودہ است — واں دگر گفت کجا شد ہمہ پند و ہمہ جوش

زاہدیاں بود یکے خاص نظر کردۂ من — خواندمش سوی خود و گفتمش اے صاحب ہوش

ایں ہمہ جوش ز سہو است تسامح فرما — سلفے یاد کن از سابق و بگذار خروش

طعنہ زن از پئے من خلقی و من در پئے او — تا رسیدیم بمیخانہ و گشتم مدہوش

ساغرے ز آتشِ سیّال بمن پیرِ مغاں — داد و آں مغبچہ آنے ز لبِ چشمۂ نوش

گفت کایں عشرتِ میخانہ کہ می بینی داشت — خانقاہِ تو بگو تا چہ دلت راست سروش

بادۂ ہوش فزا در سر و گل پیشِ نظر — نغمہ در گوش و بتِ حور لقا در آغوش

ناگہ از لغزشِ مستی بتِ پندار شکست — تا گرفت آمدم از نشّۂ طامات بہوش

حسرتی حال دریں زاویہ جو بیند نہ قال — نیست مسجد کہ درِ وعظ کشائی خاموش

مست است ہمہ بزم تو زاہد بگراں باش — در دل نشکیبد بہ نہانی نگراں باش

خواہی کہ دمے چند بآرام برآری — خونیں جگر و خستہ دل و سوختہ جاں باش

عالی منشاں کم سبک ارجلے در آیند — کم ظرف مشو منتظرِ رطل گراں باش

در پیش سفر ہست ترا نیز خبر ہست — در دیر اقامت کن و از بیخبراں باش

آں بہ کہ بنا شی وگر ایں از تو نیاید
جامی ہر شب درکش و جامے بسحرگاہ
از رہ چو روی جانب انصاف نگہدار
چوں طاقتِ نظارۂ حسنش یکسے نیست

زنہار کہ از دعوی ہستی بکراں باش
آسودہ دل از کشمکشِ ہر دو جہاں باش
در بادہ کشی از مژہ خونابہ فشاں باش
رشکم نبود گو ہمہ عالم نگراں باش

شوریدہ دلاں را نفسش موج نسیم است
گو حسرتی شیفتہ آشفتہ بیاں باش

حرف الصاد المہملہ

اگر عشق است بیباکانہ میرقص
بسے بر دانش خود وجد کردی
بمسجد رقص شایاں نیست صوفی
سمندر نیستی تمکیں میاور
بہنگام ترنّم وجد می کن
بمستی نیز خود داری ضرور است

بشوقِ کعبہ در بتخانہ میرقص
یکے بیہودہ ای فرزانہ میرقص
بیا در گلشن و میخانہ میرقص
بزمِ دوست چوں پروانہ میرقص
بگاہِ رقص با جانانہ میرقص
بمحفل نیست گر بیگانہ میرقص

نہ باہر لب برنگ بادہ میجوش
نہ در ہر بزم چوں پیمانہ میرقص

بعشق حسرتی چوں ذکر رانند
تو از شادی بر ایں افسانہ میرقص

حرف الضاد المعجمہ

عارفانہ زمی لذت کار است غرض
نہ ز شاہد ہوس بوس و کنار است غرض

او ز بدنامی خود راند چو بیتابم دید
من بایں شاد کہ تعلیم وقار است غرض

ز فرستادن ابر و ز عطا کردن گل
کثرت خرمی بادہ گسار است غرض

ساقیا از مئ دوشینہ گرانست سرم
یکدو ساغر زپے رفع خمار است غرض

متحد عشق و ہوس راست مبادی ہیہات
کس چہ داند کہ چہ از بوس و کنار است غرض

نہ ہمیں شمع کہ باید گل و ساقی و شراب
چند خورشید برائی شب تار است غرض

حسرتی راز نہاں تا نشناسی شد فاش
چیز دیگر ز تماشائے نگار است غرض

حرف الطّاء المهمله

مژدهٔ زخم سنانِ تو غلط بود غلط
آرمیدن بزمانِ تو غلط بود غلط

ذلے طواف حرم خاطر اصحاب شهود
راه بردن به نشانِ تو غلط بود غلط

جز بدردی کشِ مدهوش که خوش باد سرش
سخن از سِرِّ نهان تو غلط بود غلط

چشم افشاندن مشک از تو خطا بود خطا
زخم خوردن ز سنانِ تو غلط بود غلط

غیر کز دادنِ جاں در رهِ الفت میگفت
اینهمه لاف بجانِ تو غلط بود غلط

در شبِ وصل که خاموشیت از حد بگذشت
نام من در دِ زبانِ تو غلط بود غلط

اینچنیں سحر که همدوش باعجاز افتد
حسرتی جز بزمان تو غلط بود غلط

حرف الظّاء المعجمه

بیا که بی‌تو چمن را ز نوبهار چه حظ
نسیم را ز نفس‌های مشکبار چه حظ

بگل چه سود ازیں خنده هاے شور افزا
بعندلیب ازیں نالهاے زار چه حظ

چه نفع لاله ز رخسار شاهدانهٔ او
بسنبل از شکن زلفِ تابدار چه حظ

بصدر بزم نشاندی ولے منہ منت — کہ غیر نیز شریک است ز اعتبار چہ خط

اگر بدوست بود وصل در سفر چہ ضرر — دگر ز یار بود فصل در دیار چہ خط

چو حنظلے نبود نیشکر چہ لطف دہد — اگر ستیزہ نباشد ز لطف یار چہ خط

رقیب شکوہ گذار از خلاف وعدۂ تست — چو اشتیاق نباشد ز انتظار چہ خط

ترا کہ دل گرو یا سمیں رخے نبود — ز شیوۂ چمن و جلوۂ بہار چہ خط

نوای خاد کجا صورت عندلیب کجا
بہ پیش حسرتی از نالۂ ہزار چہ خط

مخور مخور کہ دمِ خشم از شراب چہ خط — گہِ تموز ز انوار آفتاب چہ خط

گناہگار ز الطاف بہرہ بردارد — ترا کہ بادہ نمینوشی از سحاب چہ خط

تو چوں بروی صبا چینِ طرہ بکشائی — ز نکہتِ سمن و بوئی مشکناب چہ خط

زمان جلوۂ خورشید از چراغ چہ سود — دمِ ترنم ناہید از رباب چہ خط

مرا کہ بیخود و مستم ز احتیاط چہ سود — ترا کہ شوق ندانی ز اضطراب چہ خط

لطافتِ شبِ مہ دیدنی است در شب وصل — گر آفتاب نباشد ز ماہتاب چہ خط

کتاب مونس جانست حسرتی اما
اگر ز شعر تو خالی است از کتاب چہ خط

حرف العین المهملة

کو ماؤ کو مغنیه و کو دگر سماع
بر هر چه هست دست فشاند ندیم در سماع

این کار دوست بود که تا او ز بزم رفت
شد باده بے تصرف و شد بے اثر سماع

صوتِ حزین مناسبِ طبعِ حزین بود
در بزمگاهِ غیر چه حظ تو در سماع

در هر دلے لطیفت او جلوه سازِ حسن
در هر سرے بفطرتِ او کارگر سماع

گر امر از تو هست سمعاً و طاعتاً
ورنه دلم نه شیفته بر می نه بر سماع

دوشین که بود نغمه سرا در حریمِ غیر
چوں نیش میخلید مرا در جگر سماع

نالم بذوق روی دل افروز حسرتی
البته دلکش هست بوقت سحر سماع

حرف الغین المعجمه

دلے دارم بجز از یار فارغ
هم از ناصح هم از اغیار فارغ

چناں مدهوش تو مردم که ساقی
ببزم لسنت از ایثار فارغ

سر تمکیں تو گردم که داری
دل از اقرار و از انکار فارغ

دو نیم شد سر و صد شکر گردید | ز دستِ من در و دیوار فارغ
بیادت زاہد از اوراد غافل | بذکرت صوفی از اذکار فارغ
ہراسیم از گل شبلی است ورنہ | چو منصورم ز بیم دار فارغ
ببزمِ عم دید و گشت از رحم صد شکر | شدم از مُردنِ دشوار فارغ
مگر در انتظارِ تست مسکیں | نخسپد مرد شب بیدار فارغ

بزہد حسرتی صد شبہ دارم
کہ یک دم نیست ز استغفار فارغ

حرف الفاء

بروز بزم کہ حرفِ مرا نۂ تو حریف | شرابِ تند کجا و کجا دماغ ضعیف
بمصر دل بچناں شو کتے کہ کم دارد | بروم قیصر خاقان بچین ہمکہ شریف
حدیث عشق پریشان زبان من الکن | نہادِ حسن لطیف و مزاج دوست ظریف
بایں تلوثِ جسم و باآں تقدسِ جاں | چگونہ عہد وفاق است در کثیف و لطیف
برای شاہد و می پارۂ بمن مے بخش | ندیم از تو دگر حاصلِ ربیع و خریف
بچشم آنکہ نگاہش باصلِ کار افتد | یکیست کسوت پشمین و خسروی تشریف

خبر رسان بریا پیشه زهد ورزکه نیست
شمار هیچ زدان در جریده تکلیف

کلام ما همه شوق و نوای ما همه ذوق
اگر کند نکند بلبلے چنیں تصنیف

میانه راه روی کن چو وزن میخواهی
که هم ثقیل ثقیل است و هم خفیف خفیف

ترانه ساز کن از نظم حسرتی مطرب
که هست زیور صوت حسن کلام لطیف

حرف القاف

خوشا من و عجب آن وقت حبذا توفیق
که بار شوق کشایم به باب بیت عتیق

طریق پر خطر و کاروان روان گردید
امید بدرقه کارم فگنده در تعویق

حیات خضر یقینم بنود تا آن دم
که بخت راهبری کرد سوی اهل طریق

دهند خضر و جم ارشاد در راه کے گیرم
مرا که باده بمینا و آب در ابریق

دمے گناه نباشد نگه به نقش مجاز
که در سراچه فکرت نمانده جز تحقیق

بگلشنے که ز شعرم ترانه بر بندند
بگوش گل بود آواز عندلیب نهیق

بجز شناختن مهم ناقص و کامل
دگر چه سود بود حسرتی ز شعر دقیق

حرف الکاف العربی

جہلات ہست ز شوخی ہوسناک چہ باک
آتش عشق تو در جان دو عالم افتاد
عاشقان تو بجا نند خریدار ترا
زاہدا آفت جاں در دو جہاں ہشیار یست

ماہتابی و کتاں در برت از چاک چہ باک
شعلہ چوں سر کشد از خس و خاشاک چہ باک
وعدۂ وصل تو در جا خطرناک چہ باک
بادہ گرمے نتواں خورد ز تریاک چہ باک

حسرتی مائل تو گشتہ غریبش داری
از دل سادہ چہ بیم از نظر پاک چہ باک

حرف الکاف الفارسے

نہ ہمیں از تو ساحراں دل تنگ
دل و جانم ہلاک شیوۂ او
بر تر از من کہ بودے از بودے
میرود از حبیب ما بر ما

کہ پری توبہ کردہ از نیرنگ
کہ شنیدہ است آشتی در جنگ
کارگیتی بدانش و فرہنگ
آنچہ بر شیشہ میرود از سنگ

سامع آشفته خاطر است چه دور — گر معنی غلط کند آهنگ

جان گرفتار آنگونه گون — دل طلبگار عیش رنگارنگ

میوهٔ کابل و گل کشمیر — شاهد خلّخ و شراب فرنگ

دولت بیزوال عشق طلب — نه خراج بهار و حاصل بنگ

خیمه زن بر کنارهٔ وی درکش — برشگال است جوش دارنگ

اندران کو فتاده بر سر هم — تاج و دیهیم و افسر و اورنگ

کار طالع بود دگر ورنه

حسرتی ساده یار پرنیرنگ

حرف اللام

آورد باد رائحه جان فزاے گل — برخیز تا شراب ببوسیم پاے گل

بشتاب و بر چمن چو بمن منتے بنه — اے آرزوی لاله د آمد عاے گل

مارا بگل چکار که در چشم عندلیب — هم جلوهٔ خس است همه ماسواے گل

آره من و تبسّم تو خنده میزند — بر نالهاے بلبل و بر خنده هاے گل

خود گشتہ چوں محرکِ او سوئے گلستاں
ای حسرتی بگردن گل خونبہائے گل

مہرت نرود از ستم و خوں رود از دل — پیداست کہ مہر چو توئے چوں رود از دل
با غیر خوری بادہ و چوں جام و صراحی — ہم خوں رود از چشم و ہم خوں رود از دل
ہر جور تحمل کنم الا ستم رشک — مہرت کہ نرفتہ ز دل اکنوں رود از دل
گفتی کہ جز از ما دل خود از ہمہ پرداز — چیزے کہ نباشد بدلم چوں رود از دل

زاں حسرتیت کم سخن آمد کہ فکر
شوق تو کند بیخود و مضموں رود از دل

بغیر حزم حرامست اتخاذ دلیل — کہ غول پیشہ کثیر اند و خضر شیوہ قلیل
بپائے دوست دم جلوہ جاں بر افشاندم — عجب کہ شہرۂ شہرم بایں نثار قلیل
خطا نرفتہ یکے نیز تا بکے تقدیر — جفا گذشتہ ز اندازہ تا کجا تاویل
بنور نجم یقیں راز غیب بکشاید — بس است قصہ رازی برائے ترک دلیل
گذار مردم دنیا مگر نیفتادہ است — بر آں مقام کہ باشد یکے عزیز و ذلیل
بتان خویشتن آرا بعہدہ جلوہ تو — بخون خالص دل شستہ اند چشم کحیل
بکوئے پیر مغاں درد مند چوں نرود — کہ بہ تو نظر او دہد شفائے علیل

بچیرتم ز شبِ وصل کاں چہ بو العجبی است
حضور ار طلبی می خور و ز شحنہ مترس
نگاہ صاحب باغ و تبسم سشیریں

بچشم ماست تقصیر و بچشم دوست طویل
اَمَا عَلِمْتَ عَلَی الْمُحْسِنِیْنَ لَیْسَ سَبِیْل
علامت است کہ خرما ہمی فتد ز نخیل

جلا کنی بچنیں ذکر حسرتی دل را
دل تو رہن وساوس لب تو در تہلیل

حرف المیم

نگہ از نالۂ بلبل برخ گل کردم
دوش با غیر ہمی رفت مراد بدو رسید
گل خورشید بخورشید وجودے دارد
اقتضائے اثر عاشق صادق نیکوست
گہ زمی حرف زدم گاہ ز ساقی گفتم
پیر میخانہ شبے داشت بکف نسخہ کوں

روی گل دیدم و صد خندہ بہ بلبل کردم
مصلحت دیدم و من نیز تغافل کردم
ہستیم ہست اناں جلوہ تخیل کردم
بگلستاں شدم و نالہ چو بلبل کردم
مطلب از فہم ہبول بود تنزل کردم
فہم رمزے زنگاہش بہ تامل کردم

حسرتی ذوق گماں کرد و بہ پیشم آورد

من خود از ختم نگه بر قدح مل کردم

گهی در صحن مسجد گاه در میخانه ها افتم / سر شوریده دارم هر جای ز پا افتم

ادا دان محبت را ستم نوعی ز الطاف است / چو آید یک جفا از وی بفکر صد وفا افتم

ز بیتابی شوق و از برای عذر گستاخی / گهی تنگ آرمش در بر گهی در دست و پا افتم

شمیم لیکن از خود پا برون ننهاده ام گاهی / شود قدرم عیان گر در کف باد صبا افتم

یقین دارم که آیین مسلمانی بیاموزد / اگر چندی بدست شوخ کافر ماجرا افتم

چو عشقم می برد از ره بجای میرسد راهم / چو عقلم می نماید راه در راه خطا افتم

برین جادو بیانی حیرت مردم عجب نبود / که من خود می ندانستم چنین معجز نوا افتم

دل شوریده من افگند روزی مرا جایی
اگر در پای اوای **حسرتی** افتم بجا افتم

حذر ز انجمن عشرتش ازین دارم / نگاه شوخ و رازی در آستین دارم

رخ نقاب کشا خود گشاده میگردد / هزار عقده مشکل که بر جبین دارم

چو عندلیب نهادم سرشته اندر رو / که هم ز همدم طرب ناله حزین دارم

تو کرده وعده فراموش و من ز ساده دلی / بر وعده وعده بیاران و یاد کین دارم

جنونه دو قبولش بهل رسد نه بچشم / عهدت نگه بفلک روی بر زمین دارم

صفِ نعال گزینم بایں ہمہ اکرام
دلِ مآل نگر چشمِ دوربیں اقوام

زغنچہ پرس کہ بستن پئے کشاد بود
دلم شگفتہ نسازی چہ داغ بیں دارم

جواب طعنۂ حرمان و طنزِ ناکامی
ہمیں بس است کہ معشوقہ نازنیں دارم

سزد طیورِ چمن را اگر بیاموزی
کہ حسرتی سخنِ شورش آفریں دارم

عبث ز دوری مقصود شکوہ مندستیم
دمِ گسستنِ از خود بدوست پیوستیم

نوائے گرم بکش مطربا کہ در وجدیم
شرابِ تند بدہ ساقیا کہ بدمستیم

عدو مزاحم و احباب پند گو بودند
ز ہمکنان ببریدیم با تو پیوستیم

تو در امید بلندی و بیم پستی باش
زما مپرس کہ ما نے بلند و نے پستیم

مآل توبہ شکستیم حسرتی ہیہات
چرا ز گفتۂ دلدار باز نشکستیم

صبح مستانہ نوائے چو ز اسرار زنم
در و دیوار بروے در و دیوار زنم

فرصت از گریۂ مستی اگرم دست دہد
خندہ بر سرزنشِ مردمِ ہشیار زنم

بینم اصرار چو از وی ہمہ وسواس شوم
جام صد بار برم تا لب و یکبار نزنم

خوردہ ام بادہ بخلوت کدہ با شحنۂ شہر
وقت آنست کہ می بر سرِ بازار زنم

در شبِ قدر گرم دست دہد دولتِ وصل | نذر کردم کہ زنم بادہ و بسیار زنم

تا کجا بر سرِ خویش و برخ غیر زدن | دست در دامنِ آں شوخِ ستمگار زنم

بط و پیمانہ شکستم سرِ خم بکشائید | تا کجا بادہ و پیمانہ بمقدار زنم

سعی من از رہ گفتار بجائے نرسید | کاشکے گام طلب در رہ کردار زنم

حسرتی شعر و غزل می نشناسم آرے
نمکم ہست گہے بر دلِ افگار زنم

براں سرم کہ ز ہر نیک و بد کنارہ کنم | خورم شراب و رخِ نیکواں نظارہ کنم

برائے حیلہ بہم نامِ فصلِ گل ورنہ | بہ دے ز بادۂ گلرنگ کے کنارہ کنم

بُتِ ہوائے مرا شیخ صومعہ نشکست | بیا کہ خدمتِ رندِ شراب خوارہ کنم

بچنگ و بربط و نے می خوری و رقص کنی | اگر سرائر مکتومہ آشکارہ کنم

رسیدہ کارِ فغانِ شبم بآں غایت | کہ رخنہ ہا بدلِ غیر و سنگ خارہ کنم

فتد بخاک و شود خاک و گل ازاں روید | نگہ زروئے تو گر جانبِ ستارہ کنم

جلای آئنہ خود کنم مگر باشد | کہ عکس پردگیانِ فلک نظارہ کنم

بتیر بادہ نبود است چارۂ غم ہیچ | شراب اگر بگذارم دگر چہ چارہ کنم

اخیر مصرع ایں بیت حسرتی برخواند

بعزمِ توبه سحر گفتم استخاره کنم

مجنوں توام جلوهٔ لیلا نشناسم
مست نگہم نشئهٔ صہبا نشناسم

دانم که ز هر چرخ مئے ناب ولیکن
آں روز که من سر که ز صہبا نشناسم

جز کین و محبت بنود وجه تعارف
جز دشمن و دلدار کسے را نشناسم

مقصود نشاط است بهر رنگ که باشد
آبِ خضر از بادهٔ حمرا نشناسم

برو فق مراد است مرا گردشِ ایّام
من اندهِ روز و غمِ شب ہا نشناسم

از یار غوم هست حکایت بجد یثم
من چوں دگراں لیلی و سلمی نشناسم

ہاں جلوه که با وعده کجا شوق شکیبد
امروز نمیدانم و فردا نشناسم

ای حسرتی افسوس که دیوانه بر آید
آنکس که منش عاقل و فرزانه شناسم

شبے که زمزمهٔ دلخراشش میکردم
نخست سنگدلاں را تلاشش میکردم

شکایتے ز رقیب و حکایتے ز حبیب
نکردم و بگمانند کاشش میکردم

سماع و ولوله رسوائے خلق کرد ایکاش
بکنج میکده پنہاں معاشش میکردم

شنید بلبل و بیتاب گشت و بسمل شد
سحر خروش سراپا خراشش میکردم

کنوں اگر بر دو سر ملب نیارم سر
گذشت آنچه ببازیچه فاشش میکردم

اگر گماں اثرِ در دلِ تو داشتمی
هزار نالهٔ غار را اثر آتش میکردم

نکرد صحبتِ من حسرتی قبول ارنه
بکنجِ صومعه اش بود و باش میکردم

بسکه با بی التفاتے خوی کمتر داشتم
دست تا بر داشت از من دل ازو بر داشتم

نے سجودم را قبول و نے سلامم را جواب
رائگاں رفت اینکه عمرے جا برآں در داشتم

مژدهٔ وصلے که او خود داد و دانستم دروغ
طرفگی بیں کز صبا امروز باور داشتم

عاقبت پرہیز رندے گشت و تقوی عاشقے
در کمینِ غمزه اش آں چشمِ فسوں گر داشتم

زاہد از شوخی نبود ایں پیشکش رنجی مبر
در بساطِ خود ہمیں صہبا و ساغر داشتم

در وفا آمد تغیر و در وفاق آمد خلاف
دیں گماں خود از سرشتِ چرخ و اختر داشتم

نے بہجم راز گفت و نے صبا غمّاز شد
از نگاهِ من ترا دید آنچه در سر داشتم

ظلمتِ شب بر قرار و صبح ناپیدا ہنوز
حسرتی بیجا سر از خوابِ عدم برداشتم

گفتند که جاناں نه خوش و جاں خوشتر ازینهم
حرفیست خوش ای خوش نفساں خوشتر ازینهم

صد پرده برافتاد ز حرفے که بلب رفت
داریم سرائر بجاناں خوشتر ازینهم

گفتم سخنے چند و شنیدی که چها شد
گویم لب سروار و سناں خوشتر ازینهم

دربزم با آئین خوشی جلوه نما شد / درجلوه درآید به نهان خوشتر ازینهم

نیکوست تنعم مگر اسراست بپرسی / بودم به در دیر مغان خوشتر ازینهم

بیکاری عشقم درِ فردوس کشاده است / پیش تو بود کار جهان خوشتر ازینهم

اسقاط اضافت چو نشانت نگذارد / پس باز نمایم نشان خوشتر ازینهم

از اشک جگر گون تو گل غرقه بخون است / ای دیدهٔ خونابه فشان خوشتر ازینهم

دیوار و در از لطف نوای تو برقص است / ای مطرب خوش زمزمه هان خوشتر ازینهم

احیائے دل مردہ نماید نفس تو
هان حسرتی سحر بیان خوشتر ازینهم

گه نسیم گلشن و گه دود آتش خانه ایم / گه رسول بلبل و گه قاصد پروانه ایم

عشق بازی های ماشد پرده دار راز دوست / پرده چون برخاست روشن شد که خود جانانه ایم

جلوه های گونه گون می بین که شاهد خود نما است / شیوه های مختلف بنگر که ما دیوانه ایم

در مقام راز داری بیزبان چون سوسنیم / در طریق موشگافی صد زبان چون شانه ایم

بخت آن شاهد که کار عشق ما با وی فتد / از نژاد بلبل و از دودهٔ پروانه ایم

زینتی از بودنست و از نبودن عیب نیست / در حریم دوست چون نقش و نگار خانه ایم

بذله سنجی از حریفان رفت تا دریافتند / معتقد شهر و شمار امروز در میخانه ایم

شوق صد منصور را در جلوہ گاہِ یار برد
ما ہماں در بند فال سبحۂ صد دانہ ایم

حسرتی عشق مجازی را حقیقی کردہ ایم
با ہوا نا آشنا و از ہوس بیگانہ ایم

حرف النّون

ہر کہ یکساعت حریفِ راز من خواہد شدن
زندۂ جاوید بے دار و رسن خواہد شدن

گر تلافی در نظر دارد بیار رنجش کہ باز
لطف خواہد رفت چوں رنجش کہن خواہد شدن

با بتاں رسم نیایش کار اہلِ عقل نیست
حلّ ایں مشکل مگر از برہمن خواہد شدن

طرّۂ عنبر فشاں را ہیچ و خم بگشادہ
عزّتِ بادِ بہاری در چمن خواہد شدن

دستگاہِ فضل را ہر جا قبولے دیگر است
شیخ در میخانہ میرِ انجمن خواہد شدن

اتّصالِ دوست آساں نیست پیش از انفصال
انفصالِ تن ز جان و جان ز تن خواہد شدن

ہاں و ہاں صیّاد بے پروا ز من غافل مباش
شعلۂ دل در قفس آتش فگن خواہد شدن

آئینہ در پیش و می در دست و با من در خطاب
کامتحانت امشب ای تزویر فن خواہد شدن

چارہ کمتر جو کہ چوں ہنگام درماں در رسد
سرمہ خاصیت شمیمِ پیرہن خواہد شدن

از سخن امیدِ معنی حسرتی بے نسبتی است

حسنِ مطلق کی مقیّد در سخن خواہد شدن

شہرتِ ایں قصّہ در بزمِ انجمن خواہد شدن	دیر آمد دوست گستاخی ز من خواہد شدن
شرمساری گر ہمیں است از رخِ رخشانِ او	چشمۂ خورشید بحرِ موج زن خواہد شدن
بزمگاہِ خاص دیواں از ہجومِ عام شد	رفتہ رفتہ خلوتِ او انجمن خواہد شدن
نرگسِ فتّاں سپہری عشوہ ہا خواہد فروخت	غمزۂ سحر آفریں ہاروت فن خواہد شدن
نکہت و آں طرّۂ بازار چمن خواہد شکست	مستی و آں لب رواجِ می کہن خواہد شدن
ما بتے داریم در پہلو کہ نام او دل است	اجریا بدہر کہ مار او دلشکن خواہد شدن
بعد مُردن گر ہوائے سیر افتد در سرم	قالبِ جانم شمیمِ یاسمن خواہد شدن
برہمن ہم گر ریا ورزد کجا خواہد فتاد	شیخ از زہدِ ریائی برہمن خواہد شدن

حسرتی دل شاہدِ عدل است یا محزون مباش
بیت عشرت باز ایں بیت الحزن خواہد شدن

چہ خوش است با تو بزمے بہ نہفتہ ساز کردن	درِ خانہ بند کردن سرِ شیشہ باز کردن
ز بپایت سر نہادن لبِ بہر کشیدن	ز نیاز مندیِ تو بزمانہ ناز کردن
تو و رقص و می پرستی من و وجد و جوشِ مستی	تو و نغمہ ہائے دلکش من و نالہ ساز کردن
تو چناں نظر فریبی کہ تواں شد از پری خوا	نتواں تو و پری را ز ہم امتیاز کردن

سرِ من فدای نازت ز عدو دگر چه خواهی	تو و عشوه ساز کردن من و دل نیاز کردن

دلِ زاهدان مرنجان بنهفته حسرتی خور
تو اگر نمیتوانی ز می احتراز کردن

نه چو عشق سازگارم بمزاج دردمندان	نه چو حسن اعتبارم بنگاه خودپسندان
مکن از شراب منعم که نه از هجوم مستی است	که گرفته ام ز شوخی لب نازکت بدندان
چه مناسبت بگل از رخِ آتشیں عذاران	چه مشابهت به لاله ز کفِ نگار بندان
بفلک کله شکستن بچه فخر حاجتے نه	چو منِ برهنه سر را بکلاه سربلندان
بگدایم نه بینی که ستم ببار و دبر	تنِ پرنیان قبایان سر گوهرین پرندان
نه چو آئنه کمالم نه چو حسنِ شان جمالم	بکدام حیله افتم به پسندِ خودپسندان
برخ چو آفتابت نگهِ قمر عذاران	بکمندِ عنبرینت سرِ عنبرین کمندان
شبِ وصلِ غیر رفتم پیِ اکتسابِ نفرت	چو هجوم عیش دیدم شده شوقِ من دوچندان

ز چه حسرتی بنالم ز جفاے طالعِ بد
بمذاقِ یار تلخم چو فغانِ دردمندان

مرا بخشید دگاهے جز بدی نیکی ندید از من	نمیدانم کدامین جرم ایزد برگزید از من
گه سجاده گستردن عبادت بود خوش [illegible]	غزالے رام شد شب که دایم میرمید از من

حدیثِ من پسندش بود لیکن حسن بی‌پروا
ندارد گوش بر جرمم مگر چیزی شنید از من

نه پیرایهٔ صورت مرا سرمایهٔ لذّت
نخواهد رفت دائم الفت شعر و نشید از من

ندارم شکوه لیکن از ادراک وجه مهر و کین خواهم
نه از دشمن وفا سر زد نه جرمم آمد پدید از من

بحرف ناسزا سنگ بجاهِ خاکساری بین
که این دور تحمّل چرخ را بهتر ندید از من

مرا کشتی و خوشنودم نکو کردی بجا کردی
درون سینهٔ اغیار خاری می‌خلید از من

غلط کردم که دانستم بناکس دوست چون گردد
حدیثِ عشقِ دشمن حیف در گوشش رسید از من

سخن بی‌ربط گوئی حسرتی لیکن نمی‌گیرم
همین روداد من هم بود چون یار رم برید از من

گر آئینه خواهی بچمن زار گذر کن
در خواهش باغ است در آئینه نظر کن

بر بند گلِ وصل بدامانِ محبّت
یک نالهٔ شب درکش و صد خنده سحر کن

در صحبتِ اصحابِ صفا باش و بجد باش
وز جمع پراکنده با برام حذر کن

تا تاب نگاه هست رخِ خویش نه بینی
آئینه بینداز و در آئینه نظر کن

کام دو جهان منت تو در اول گام است
ای حسرتی از هند سوی کعبه سفر کن

گر چنین مشکل پسندیها ست عنوان زیستن
خستهٔ غم بودن و آسوده عنوان زیستن

شعلۂ خوی جانگداز و لمعۂ رو تاب سوز
ہاں نہ پنداری کہ در وصلست آساں زیستن

خضر با موسیٰ عمراں چوں حسب مصفا شد شناخت
قدر تنہا در تماشا گاه امکاں زیستن

عہد برنائی سر آمد وقت رسوائی گذشت
حالیا ما و بکنج دیر پنہاں زیستن

کی تلف کردی زلیخا عمر در ایوانِ قصر
میتوانستے چو یوسف بزنداں زیستن

دل ربائی ہاے آں ترسا صنم جاں می برد
خوش ندارم لیک با قسیس و رہباں زیستن

آشنایان شیوۂ بیگانگی خوش کرده اند
پاکداماں بودن و آلوده داماں زیستن

خلعتِ صبا حبدلاں گر شمع و گل دارد مگیر
ہر کرا دل جمع می زیبد پریشاں زیستن

کم کن ایں کم التفاتی ورنہ رفتم از درت
پیش ازیں نبود کہ در ہجر تو نتواں زیستن

یاد دارم حسرتیؔ داں آشنا انداز او
ورنہ ہمہ خلقِ جہاں بیگانہ عنواں زیستن

خورم آں خیل پریزاد و خوشا آں رم شاں
نہ پری مونس شاں و نہ صبا ہمدم شاں

طرز مستانہ سزا می بہ تدرو آموزند
گیرد آہو بہ رم آہوی وحشی رم شاں

بہ زمیں بارقہ ہا از وجنات آناں
بر سموات اثر طرّہ نسریں دم شاں

بوے صد باغ بجیب دل خلقے بہ بغل
حبذا زلف دلاویز خم اندر خم شاں

کمتر از تربت خیار آدمیاں را شمرند
آہ از خاطر بیباک و دلِ بیغم شاں

کارم اے وائے بآں چارہ گراں افتادہ است — کہ بود سودۂ الماس گزیں مرہم شاں

بچہ امید باین طائفہ کس بنشیند — ہمکناں محرم شان وہمہ نا محرم شاں

بہ تکلف نتواں گشت زجاں سوختگاں — ہے دم پہ شرر و ہے مژہ پر نم شاں

بگذر از الفت ایں قوم کہ شب می نالید

حسرتی آنکہ شب و روز بود ہمدم شاں

حرف الواو

اینست کہ دل می برد از کف ستم او — اینست کہ جاں مید ہد اعجاز دم او

آیم بر اغیار زیاراں چو گریزم — آموختم ایں شیوہ ز انداز رم او

یکجان و چنیں جور چہ سازیم کہ ہیچ خواست — جان دو جہاں نیم نگاہ ستم او

ہر کس نظر انداخت بمن زار بگرید — از پائے فتادم چو نشان قدم او

اے غیر بدہ دیکہ نصیب تو مبادا — می میرم ازیں غم کہ نمیری بغم او

از باد صبا پرس چہ پرسی ز من و غیر — جاں پروری طرۂ پر پیچ و خم او

گویم کہ ندارم سر اغیار بجا نست — دانم کہ دروغ است چو حرف قسم او

شد مرہم زخم دل ریشم چو نہادم — بر سینہ سپنتم نامۂ مشکیں رقم او

اے جذبۂ دل بشرم کہ بہرِ دگر انست | از خانہ بروں آمدنِ دمبدم او

امید زراہم بنردِ غیر نباشم
من حسرتیم یاس پرستِ کرمِ او

در عنفوانِ عمر خیالِ مآل کو | در ہم رود خیالِ مآلِ خیال کو

نظارۂ رخت کنم آں طاقتم کجاست | قطع نظر کنم نہ تواں ہم مجال کو

ساقی پیالہ برکف و مطرب نوا بلب | حالے کزو سزد فلک آشفتہ حال کو

من مضطرب کہ بادہ مبادا رود ز دست | ساقی بجستجوی کہ جامِ سفال کو

دربارِ عام فرصتِ اظہارِ غم کجا | در بزمِ خاص رخصتِ شرحِ ملال کو

پیوند روح با تو و منعم کنی ز خویش | فرماں کجا و حوصلۂ امتثال کو

کم ہمتیم غمزۂ جرأت فزا کجاست | نومید گشتہ ایم نویدِ وصال کو

گفتم اگر نظیرِ نظیری ترا مرنج
اے حسرتی کسے بجہاں ہمثال کو

گل توبہ ز رخ افگند از توبہ پشیماں شو | با حور بجنّت آ - مے نوش و مسلماں شو

ہم باغ بزیبائی ہم راغ برعنائی | گاہے بخیاباں رو گاہے بہ بیاباں شو

چوں گل بچمن بگذر پیمانۂ مے برکف | چوں بلبلِ دستاں زن مستانہ غزلخواں شو

از رنج چو پرہیزی پرہیز کن از زاہد
ور ذوق طرب داری ہمکاسۂ مستان شو

بے شاہد و مے یکدم حیف است اگر باشی
گو خانہ تبہ گردد در میکدہ مہمان شو

تا غصہ نیابد جا اے شور ہجوم آور
تا موبہ نسازد رہ اے عیش فراواں شو

تا چند بجاں باشم از دلبری دشمن
اے دلبرِ عاشق کش آرام دہِ جاں شو

در روز و شب ہجراں فرقے نتواں کردن
اے ماہ نمایاں شو اے مہرِ درخشاں شو

از وہم عدو تا کے بیدار بود چشمم
امشب بحریم او اے دل تو نگہباں شو

آہنگ حجازم شد ویں پردہ بسازم شد
مطرب ز نوا بس کن حمّال حدے خواں شد

اے حسرتی آتش زن در دفترِ بے معنی
پیمانہ بخاک افگن رو بر سرِ پیماں شو

تا چند ز بیہوشی با چنگ و غزل جوشی
مے خواری و مے نوشی مستِ مئے عرفاں شو

خون دل شراب کرد عشوۂ چشم مست تو
داغ دہد بشاخ گل دستۂ گل بدست تو

خاطرِ ما شکستہ دل رقیب بستہ
داغ کند دل فلک رشکِ شکست و بست تو

گرد برآورد بسے از دلِ اہلِ تمکنت
شوخی گرم رقص تو تیزیِ چست جستِ تو

خوں چکدم ز دیدہ ہا تا نگرستہ ام بباغ
ساغرِ مے بدست او دست عدو بدست تو

آں بغرور مہوشاں ایں بتواضع کریم

لطف فزاست حسرتی شعر بلند و پست تو

اے چشمۂ حیات لبِ جاں نوازِ تو
عمرِ خضر حکایتِ زلفِ درازِ تو

برکش نقاب و طرّہ برافشاں وے بنوش
بردار گر کسے نہ نگویم راز تو

بوے چمن کہ ناز براں می کند صبا
گردیست بر نشاندۂ دامانِ نازِ تو

دارم امیدِ وصل باایں طالعِ زبوں
یارب چہ دیدم از نگہِ عشوہ سازِ تو

رنجور از آنچہ منع کنی پیش خواہدش
میلم زیادہ شد بتو از احترازِ تو

گنجائی دو صد خم مے در دو جام چیست
اے من حریفِ نرگسِ جادو طرازِ تو

مطرب نماند تاب دگر دم بہ سے ندم
آتش ہمی چکد ز نواہائے سازِ تو

بستیم خوش بروے وساوس درِ حواس
نیکوتر است غفلتِ ما از نمازِ تو

داغم ز رشک شعبدہ ات حسرتی کہ یا
چوں شمع میگریست ز سوز و گداز تو

حرف الہاء

تا آہ از درون پر آتش برآمدہ
ہمسایہ ام ز بیم مشوش برآمدہ

اندازِ خشم شوکتِ حسنت نگاہ داشت
آتش بپاسبانیِ آتش برآمدہ

جز وصف چشم مست تو ہیچ از لبم نریخت / دائم ازیں سبو می بے غش بر آمده

گل را قصور نیست قصورِ دماغ تست / دیوانہ نیستی کہ چہ پوشش بر آمده

آں شکوه ناشنو بعد و عذر سنج حیف / نازک مزاج او چہ جفاکش بر آمده

رو از جفا منال جفا نیک بر دہد / کے خسروی ز پشت سیاوش بر آمده

شادابی و شکوه گلستاں بہم زدند / خور بر سپہر و یا برابرش بر آمده

ہر شعر دردناک کہ آمد ز دل بروں / تیریست کز درونہ ترکش بر آمده

یکبار ساده ہمچو تو بعد از زمانہا / از پرده پرند منقّش بر آمده

کو شعر و کو سخن کہ نظیری کہ حسرتی / صحبت بہ پیر میکده ام خوش بر آمده

شب ہاے مہ کہ او بتماشا بر آمده / شپّر بگوشہ رفتہ و حربا بہ آمده

آں کوے قبلہ گشتہ و برخاست اختلاف / شیخ از حرم ز بتکده ترسا بر آمده

ہرگز نگفتہ ایں نرسیدم کہ شب چرا / پنہاں ز در درآمد و پیدا بر آمده

عالم خراب آں لبِ میگوں چناں شده است / گر گل گلاب جستم و صہبا بر آمده

کاؤس گو برستم و دستاں کہ پیش رو / ترکِ نگاه یار بہ یغما بر آمده

از لعل آتشین تو یاقوت خاستہ / از طرّهٔ تو عنبر سارا بر آمده

نازم بہ بخت خویش کہ ہنگام تشنگی
گوہر بجائے آب ز دریا بر آمدہ

از بہر کسب فیض ازاں کوئی خلد رشک
باد از چمن شمیم ز گلہا بر آمدہ

از پیش من رود بشتابی کہ فی المثل
یوسف ز ہفت کاخ زلیخا بر آمدہ

بر حرف نغز و شیوہ شیرین حسرتی
شورے ز طوطیان شکر خا بر آمدہ

آں مہوش سحر ز شبستاں بر آمدہ
یا مہر در شمائل انساں بر آمدہ

باجاں بروں بر آمد و ایں ہم گماں نبود
صد حیف ناوکت ز دل آساں بر آمدہ

ہر گوشہ در خرابہ دہلی است یوسفے
در مصر کے چو یوسف کنعاں بر آمدہ

آوردہ عیز اگر دو سہ اشکے چہ میکنی
چشم و مژہ بہم زدہ عماں بر آمدہ

از بس درازی شب ہجراں شنیدہ ایم
دانیم ماہ و مہر درخشاں بر آمدہ

چوں دید خضر نوش لب لعل یار گفت
ایں چشمہ بہ ز چشمۂ حیواں بر آمدہ

سویم نیامدہ است عدو در حریم او
پیش کہ رفتہ باز کہ پنہاں بر آمدہ

شبنم خراب و رنگ رخ گل شکستہ کرد
پیش از طلوع خور بگلستاں بر آمدہ

دے حسرتی شمر دالف و الف را یکے
امروز نکتہ سنج و سخنداں بر آمدہ

حسن ہر چیز ز ہر جاے بغارت بردہ … از ملک سود ز درویش خسارت بردہ

نہ غرض شہرت خود بود و نہ رسوائی کس … طبع شوخش دل خلقی بشرارت بردہ

نقض پیمان و زمی کام گرفتن خوش بود … خوشترک اینکہ گدا ار ز بکفارت بردہ

نفخہ موے تو بازار سمن افسردہ … لمعہ روے تو از ورد نضارت بردہ

مے نشینم بسر کوے تو در شمس خوشم … گرمئ مہر تو از مہر حرارت بردہ

خلوت آراستہ لیلی بہ ندیمی خواندہ … بزم پیراستہ شیریں بوزارت بردہ

حسرتی چوں غزل خواجہ نظیری خواندہ
از من اندیشہ معنی و عبارت بردہ

شب در آمد ز درم سرخوش و خواب آلودہ … سینہ بکشودہ و دامن بشراب آلودہ

بوسہ بنامی و لب بیگزی اے شیریں لب … شہد لطف است مگر زہر عتاب آلودہ

آہ از دشمن و گستاخ نگاہش کامشب … نگہ شوخ تو بیگشت حجاب آلودہ

شکوہ باہستی و کردیم سپاس از شادی … آمد از بزم حریفاں چو شراب آلودہ

یاد ناورد دگر از من و حیرانی من … دید چوں دیدہ اغیار بآب آلودہ

شب بر و بیخودی از دیدن روئے تو رفت
حسرتی بود چو لعلت مے ناب آلودہ

پردہ ہرجا ز رخ انداختۂ یعنے چہ
چہ خطر داشت رہ راست کہ برگزیدی
پیش ازیں خاطرت از نام جفاعی لرزید
روز با خویش بصد مہر مرا داشتۂ
بنود لطف چو بیگانہ بود در صحبت
گفتمت کز سر عشق تو ز پا افتادم
مسند شاہ کجا و خس و خار کجا
عشق در محو نشانست و تو اندر رہ عشق
جلوۂ شاہد ہستی است در آئینہ کون

خلوت و بزم یکے ساختۂ یعنے چہ
راست گو بودی و کج باختۂ یعنے چہ
این زماں تیغ بقتل آختۂ یعنے چہ
نیم شب بر سر من تاختۂ یعنے چہ
غیر در بزم طلب ساختۂ یعنے چہ
گوش بر حرف نینداختۂ یعنے چہ
خاطر از خطرہ نپرداختۂ یعنے چہ
علم اندار برافراختۂ یعنے چہ
تو بجز آینہ نشناختۂ یعنے چہ

بابت عشوہ گری ہفت بری عیاری
خسرو نقد رواں باختۂ یعنے چہ

خوش آن زماں کہ بہ یزدے جذبہ د لخواہ
بآب زمزم او لو شہاں ز دل شوئیم
سحر ز خواب چو خیزم بموے او خیزم
فلک نمی شنود نالہ مرا ہر چند

روم بطوف حریم رسول و بیت اللہ
چنانکہ شستہ شود گرد ہا ز تن بمیاہ
بشام چون بنشینم نشینمش بہ نگاہ
بگوش کعبہ رسانم صدائے واشوقاہ

بپا طواف حریم رسول نتوان کرد
بدیده گردش گردم چنیں است مدنگاه

زحادثات فلک بس ملول و تنگ دلم
بخانهٔ تو گریزم که هست جاے پناه

چو خون جانوران حلال نیست روا
مرا چگونه کند از ستم زبون و تباه

بعمر خود نپذیرفته ایم معبودے
بجز خدا و بریں مدعا خدا است گواه

امید هست که هم حسرتی ز لب دم مرگ
بر آید اشهد ان لا اله الا الله

چو برق تازه برش مه شوخ او نشسته
ز رهش غبار مانده ز پیش صبا نشسته

ز خدنگ غمزه جانم شده ریش ریش هم
خبرش رساں که تیر تو به مدعا نشسته

بر عشق کارسازی بر حسن رازداری
بر پیام راز نقشے عجب از صبا نشسته

همه ناز مایهٔ تو دل و آں بایں خرابی
که بصد کرشمه در روے صنم بها نشسته

چو روم نسیم باشم چو کنم رجوع ناں کو
نتواں نهاد گامے بهزار جا نشسته

که خبر دهد بخسرو که به پیش غیر شیریں
بد و صد کرشمه رفته بهزار ادا نشسته

سبب فلاکت من طلب سلامت من
که بگنجها شنیدم همه اژدها نشسته

خجلم ز رشک برمش که نکرد هیچ پروا
که فلاں چگونه امشب ز برم جدا نشسته

ز هجوم عاشقانش نتواں شناخت هرگز
ببر که بوده شام و بسحر کجا نشسته

در بارِ حسرتیؔ را ابجبال خویش جا دہ
چو بہ پیش قصرِ سلطاں نگری گدا نشستہ

از دیدنِ تو چشم بگلزار آمدہ
بلبل بپاسخِ تو بگفتار آمدہ

ہرگہ کہ عزم خانہ نمودی ز بوستاں
شمشاد از پئے تو برفتار آمدہ

زاہد ز محفلِ تو سیہ مست خاستہ
دیوانہ روبروئے تو ہشیار آمدہ

مشغولیش نداد بدل فرصتِ نظر
صد بار بار بر سرِ دیوانہ آمدہ

بیروں میا ز خانہ کہ ہرگز ندیدہ ام
بلبل براں گلے کہ ببازار آمدہ

چوں باد میخرامد و چوں سرو می چمد
سرمست بادہ از برِ اغیار آمدہ

آزاد گشتم از غمِ عالم بہ بندِ تو
آرے خوش ست مرغ بگلزار آمدہ

آوازۂ خرامش و چشمش جہاں گرفت
کاہو ز دشت و کبک ز کہسار آمدہ

نے شمع ہر چہ ہست بکاشانہ دیدہ ام
روزے کہ یار شمعِ شبِ تار آمدہ

ساقی سرِ سبو بکشا و دہانِ خم
ابرے سزائے خواہش میخوار آمدہ

آں فتنہ ہا کہ از پئے فردا ذخیرہ بود
امروز بہرِ چشمِ تو درکار آمدہ

وعظ آنچناں بگفت کہ از گریہ تر شدم
شب حسرتیؔ ز خانۂ خمار آمدہ

مهر آنچنان که هست نمودار آمده | آئینه منفعل ز رخ یار آمده

دیوانه ناشکیب نمودن شگفت نیست | آن چشم مست آفت هشیار آمده

دردانه اش هر آئینه سیری عجیب بود | تسبیح چون گسیخته زنّار آمده

بیند مرا ز دور و بکف گیرد آئینه | آن ساده رو ببین که چه پرکار آمده

خوی از رخت فتاد نمودار گشت گل | اشکم چکید لاله پدیدار آمده

مشت گلے بتحفه مرغان دام برد | فرخنده طائرے که بگلزار آمده

باز آمده است بر سر الطاف نے سبب | پنداشتم که از بر اغیار آمده

بینم جمال دوست میسر کرا شود | از ذرّه تا بمهر طلبگار آمده

یوسف رخاں ز هر طرفے گرد آمدند | در ساعتے که یار ببازار آمده

عزمش شنیده جانب گلشن که حسرتی
مستانه چوں نسیم برفتار آمده

دیدار خویش را چو بفردا نهاده | امروز از چه شوق بدلها نهاده

یک لمعه از تجلّی برق ظهور تست | نورے که در بدیهی اولے نهاده

بر چشم هاے تیره دلاں مهر کرده | روشن دلی بدیده بینا نهاده

خوشنود و ناخوش از همه دیروز گشته | جلدوے و انتقام بفردا نهاده

گر آرزوے تو بدلے کم بود مگیر
دانی ہزار گونہ تمنّا نہادہ

آخر خودش بشیوۂ ترکانہ بردہ
آں دل کہ بے طلب ببرما نہادہ

بخشندگی طریقۂ تو عفو خوے تو
شوقِ گناہ در تہِ دلہا نہادہ

آتش بجا نوادۂ فرعون میزنی
از شعلہ کہ در کفِ موسے نہادہ

در نرگسش کہ تشنۂ خون دو عالم است
ذوقِ ہزار ساغرِ صہبا نہادہ

ما از ہواے جلوۂ دیدار سوختیم
تا نے عجب بعرش معلّے نہادہ

مشکل بود رہائیِ جاں از کمند تو
سامان دلفریب مہیّا نہادہ

بندے بپا ز دزۂ خوشش خم فگندہ
دامے برہ ز زلف چلیپا نہادہ

ہرگز عزیز نیست ز تو جاں بجان تو
بیصرفہ رسم غارت و یغما نہادہ

لطفِ زبانیِ ز تو را ہم نمی برد
کایں دانۂ فریب بصد جا نہادہ

اے حسرتی ز فکرت وقّاد خود بنظم
رسمِ جدا از طرز احبّا نہادہ

حرف الیا

زیں ہوش کہ من دارم مدہوش شراب اولے
ویں خلوت ہمہ بینی بزم مے ناب اولے

ترسم کہ مرا شخصے از اہلِ صفا داند
بر دامنِ آلودہ داغے ز شراب اولے

حورانِ پری رو را خوبانِ نکو خوانند
در دیدہ حیا نیکو بر چہرہ نقاب اولے

گر رشک برد جانم در شوق برد تابم
آں زلف بخم بہتر آں طرّہ بتاب اولے

گر شہرہ نمی گردد دشمن نخورد حسرت
گر بادہ دہی ساقی با چنگ و رباب اولے

گل چہرہ کشا آمد بلبل بنوا آمد
ابرے بسبزا آمد ساقی مے ناب اولے

ہم سبحہ دہم ساغر بر دست گرانم شد
ہم شیخی و ہم رندی در عہدِ شباب اولے

در انجمن پیران باید بادب دم زد
گستاخی و بیباکی در عہدِ شباب اولے

از حسرتی شیدا چوں ہیچ نمی آید
ایں رند خراباتی سرمست و خراب اولے

تا کجا بر طمع وصل شکر خند کنی
عشق آمیختہ زہر ہوس چند کنی

تلخ گفتی و شنیدیم جواب از پے چیست
میتوانی کہ تلافی بشکر خند کنی

مدعی از سرِ آں ناوکِ مژگاں بگذر
سینہ آماجگہِ تیرِ بلا چند کنی

اے محبت ز تو خوش بو العجبی ہا آید
طفل را فتنۂ پیران خردمند کنی

بندہ را نیست بمیلانِ طبیعت کاری
کارہا بر نمطِ امرِ خداوند کنی

نتوانم کہ بافسونِ دل تو بکشایم
نتوانی کہ بافسانہ مرا بند کنی

آنچنانم ز تو آزرده که مشکل دیگر
سعی در کار نما و بجهان کار مدار
هر که از دوستیت دم زند اول او را
نتوانی که بری تلخی زهر از کامم

دل من شاد بصد وعده و سوگند کنی
دو جهان از تو اگر کار بآیین پند کنی
بد سگال پدر و دشمن فرزند کنی
ایکه در جام رقیبان شکر و قند کنی

حسرتی مرد اگر فایده ات چیست جز این
که دل غیر بآیین واقعه خورسند کنی

بر روی خوشت نقاب تا کے
جرات ز عنایتِ تو سر زد
ساقی بفشرده دروی
دلاله بحسن ناگزیر است
درهاے سپهر بر کشادند
بس منفعلم ز شکوهٔ گرم
مطرب برخ نواے بسمل
نے پرده حدیث عشق سر کن

از اهل نظر حجاب تا کے
با مدعیان عتاب تا کے
آمیختن شراب تا کے
از بادِ صبا حجاب تا کے
بر بستر ناز خواب تا کے
آمیختن گلاب تا کے
جلباب نے و رباب تا کے
از شعر و غزل نقاب تا کے

دیوان تو حسرتی بیاضی است

از منتخب انتخاب تا کے

این باد درین حباب تا کے — این آب درین سراب تا کے
در روح و جسد علاقه تا چند — در ظرف گل این شراب تا کے
این طائر عرش آشیانه — در مزبلهٔ خراب تا کے
این پرتو نور راز بے کیف — در سایهٔ آفتاب تا کے
مهر جم و خاتم سلیمان — پامال درین خلاب تا کے
آخر نه دلت اسیر شوخی است — اے صاعقهٔ اضطراب تا کے
زین شیرهٔ جاں که در لب تست — گردد بدهانم آب تا کے
در شیب که نوبهار عقل است — دیوانگی شباب تا کے

نزدیک رسید حسرتی مرگ
دوری زره صواب تا کے

آمد ابر و مید پیغام مے — موسم گل نیز ساقی جام مے
لاله چشمک میزند بلبل نوا — میرسد از هر طرف پیغام مے
پاس ناموس زمان نیک دار — توبه از هر چیز در ایام مے
محتسب هم گر بیاید منع نیست — میدهد ساقی صلاے عام مے

سرخوشت گویند تا پایان کار — خوش بود آغاز مے انجام مے

بوے مستی از لباس گل مخواه — دوختند این جامه بر اندام مے

نسبتے در مستی و دیوانگیست — زان دل شوریده ام رشندام مے

گر شراب کهنه وقف عیز هست — تا نه گردان جان من از نام مے

پاس عرض پارسائی می کنم — زان نیایم پیش تو هنگام مے

هم مه صوم است و هم فصل بهار — می کشایم روزه ها از جام مے

جمع ضدین از تو آید حسرتی
سبحه در دستے بدستے جام مے

با جذب شوق راه ستم گم نمی کنی — ناچار آمدی که ترحم نمی کنی

ما را امید مهر فزاید زمان زمان — چندانکه بر رقیب ترحم نمی کنی

تو خشمگین ز کین و من از راه سادگی — دانم ز روے ناز تکلّم نمی کنی

فریاد وقف تذکرهٔ عیش دشمن است — گوشے که بر فغان و تظلّم نمی کنی

شادم ز بسکه خوار شدم بیش از همه — اکنون نظر بخواری مردم نمی کنی

جان میدهی دلا بولای بتان و باز — جذبے کز و چکد [illegible] هم نمی کنی

دستت بذیل دامن دلدار میرسد — سررشتهٔ خیال اگر گم نمی کنی

غندیدنِ رقیب بحالِ زبونِ من / خوش آمدت اگرچہ تبسّم نمی کنی

می جام وصل نیست کہ از غیر کم دہد
اے حسرتی چرا طلب خم نمی کنی

از غمِ دلِ تپاں زستم ہاے کیستی / ایجاں بحسرتم کہ تمناے کیستی

ہر دم ببزمِ دلکشِ جاناں گذارِ تست / اے قاصدِ خیال زا عداے کیستی

ایجاں کہ سیر و مشک بیکے در دماغ تست / محو شمیم زلف سمن ساے کیستی

بالاے آسمان بریں ایں ہمہ صعود / اے اخترِ رقیب تو غوغاے کیستی

پنہاں نکردم از تو کہ بیمار کیستم / بارے تو ہم بگو کہ مسیحاے کیستی

فرداے حشر وعدہ امروزش اے رقیب / ہاں سادہ خوش بوعدہ فرداے کیستی

عمریست سرزِ غرفہ و منظر نمی کشی / طاقت گداز و حوصلہ فرساے کیستی

جاں میدہی و عقدہ برابرو نمیزنی / ایجاں ہلاک نازِ دل آراے کیستی

اے زلف دوست ایدلِ جانم اسیرِ تو / طوقِ گلو و سلسلۂ پاے کیستی

سرگشتہ و شکوہ زا ختر نمی کنی / اے آسماں نہاد شکیباے کیستی

عشق است و رشک شاق گمانہا بدیں
اے حسرتی کہ والہ و شیداے کیستی

از عرش بود رہ بسرائے کہ تو باشی
از جائے رود جا بجائے کہ تو باشی

عارض ننمودی و دل از دست ربودی
پنہان ز نظر جلوہ نمائے کہ تو باشی

دل می طلبی از من بیدل چہ بلائی
مفلس نشناسند گدائے کہ تو باشی

بیرون درم با تو بباغ ار بودم جائے
در خویش نگنجم بفضائے کہ تو باشی

گل را نبود رنگی و بوئے کہ تو داری
مہتاب نباشد بصفائے کہ تو باشی

بامن نہ نشینی و عدو را نہ گزینی
بہر کہ تو ہستی و برائے کہ تو باشی

گر بیخود و گر بے خبرم جائے سپاس است
از من چہ حساب است بجائے کہ تو باشی

در انجمنش دم نزنم ترنم نتوان زد
اے زہرہ بدین ساز و نوائے کہ تو باشی

ہاں حسرتی از راز نہانی خبرم دہ
فرزانہ دیوانہ نمائے کہ تو باشی

دل دادہ نہ درد دل زار چہ دانی
در دام نہ حال گرفتار چہ دانی

عاشق نشدی خواہش وصلے ننمودی
بر دل گذرد آنچہ ز انکار چہ دانی

نہ چشم عنایت نہ ز کس بیم جفایت
از لطف چہ آگاہی و آزار چہ دانی

یاری نگزیدی و رقیبے نشنیدی
رنجے کہ بر شکست تو اے یار چہ دانی

اے گل بدلت خار محبت نخلیدہ
ذوق گذر وادی پر خار چہ دانی

معشوقی و با خندہ لبت راسر و کار یست
تو مرتبۂ دیدۂ خونبار چہ دانی

در انجمن عشق ترا نیست گذارے
تو لذتِ آہ پسِ دیوار چہ دانی

با ماہ وشے نیست سر و کار دلت را
از مہری گردونِ جفا کار چہ دانی

دانم کہ زبیتابی شو قست و گرنہ
اے حسرتی این طرزِ دل افگار چہ دانی

ایکہ سوزِ دلِ بلبل بینی
شعلۂ رنگ رخِ گل بینی

گر بایں رخ بگلستاں آئی
داغ لالہ بدلِ گل بینی

شوخ تر آں مہ تابان یابی
برق را گر بتامل بینی

غیر بیتاب ز گستاخی ہاست
کار عشاق تحمل بینی

دیدم از نرگس مستانۂ تو
آنچہ تو از اثرِ مل بینی

صبح گل چیں بچمن می آید
مہر را آفت بلبل بینی

حسرتی سایۂ آں زلف شناس
خم و پیچے کہ بسنبل بینی

جاں از رقیب خواہی و اصرار میکنی
کاریست مشکل حیف کہ دشوار میکنی

کونین رونمائے جمالت نمی شود
با ما چہ دیدہ کہ خریدار میکنی

درطینتت زکینه فزودند عنصری
جرمِ تو نیست کاین همه آزار میکنی

در پیشِ من زلذت آمیزه نیست کم
شیرین ادائے که بانکار میکنی

ساقی بده که باده باندازه میدهی
مطرب بخواں که نغمه بهنجار میکنی

نقصاں کمال خواهد و در حیرتم مرا
صالح نکرده وزیاں کار میکنی

شوقِ رخِ تو طبع زهر چیز برگرفت
دیوانه می نمائی و هشیار میکنی

لے پرده تاب جلوه ندارد کسے ازاں
خود را بصد لباس نمودار میکنی

در هر لباس جلوهٔ دیگر همی نهی
دلها بطرزِ غیر طلبگار میکنی

مجنوں بدام طرّه لیلی در آوری
قمری به بندِ سرو گرفتار میکنی

از شمع شعله در دلِ پروانه میزنی
بلبل فدائے شیوهٔ گلزار میکنی

بے حیله حسرتی نتواں گفت خوش بود
گر عزم طرح صحبت اشعار میکنی

اگر نگه زسوے دشمناں بگردانی
بلائے آهِ من از آسماں بگردانی

کنی چو عزم تماشائے باغ گلچیں را
چمن طراز تر از باغباں بگردانی

چو بینمت دمِ اظهار دوستی با او
زمن نگاه وز دشمن زباں بگردانی

دو چار شیعه شوی گر بروز عاشورا
به نیم خنده دلش شادماں بگردانی

بجلوه کوکب هفت اختران سیه سازی
بعشوه اختر نه آسمان بگردانی

بریم خنده که بر گل کنی بجانب خویش
هزار را ز در بوستان بگردانی

ز عشوه هاے نهان تو با عدو شادم
بچند روز مرا نکته دان بگردانی

الا رفیق نصیحت شعار می خواهم
که خاطرم ز نشاطِ جهان بگردانی

بشرحِ حسن ثیابِ جمیل بینوے
طبیعت از قصب و پرنیان بگردانی

بذکر راوق مشکیں ختام کافوری
دلم ز بادهٔ آتش نشان بگردانی

جناں من ز ہواے بہشت رضواں
بوصف جلوهٔ حورِ جنان بگردانی

بذکر دلکشیٔ نغمهٔ طیور بهشت
دلم ز رود و سرود مغان بگردانی

بسوے حسرتی خود گذر تواں کردن
سحر کہاں چو ز گلشن عناں بگردانی

متفرقات

اہلِ دانش بہر کسب علم در کاشانہ ام
من گہے در کوے شاہد گاہ در میخانہ ام

صد سعادت رو نمود و صد بہاراں جلوہ کرد
مہر آمد در حمل یا یار در کاشانہ ام

عشرتِ پنہاں ببین و شوکت پیدا مسنج
شعلہ در جانست اگر شمع اگر پروانہ ام

تا ندانند نا امیدم حرف لطف آمیز را خوز دادی بار قیبان تو چرا داری خمار	گرچه در دل پیشناسم پیش او باور کنم حسرتی برخیز من هم بادہ در ساغر کنم
چہ پرسی حسرتی از گردش پنہان من شبہا	حدیث شور عشق خود شنیدن آرزو دارم
مباد گوئی مہر عدو کہ در دل تست	روم ز پیش تو ہنگام می کشیدن تو

مقطعات

اے فرض احترام تو از کعبہ سوے ہند	دانی کہ بازگشت چرا کردہ ایم ما
زان مشرق لوامع قدس از چہ روی باز	اندیشہ صرف تیرہ سرا کردہ ایم ما
بہر طواف کوئے تو ای مہر اوج فضل	رو جانب زمین ز سما کردہ ایم ما
ای حج و عمرہ راز تو دانیم رکن و شرط	زین راہ طے مرحلہ ہا کردہ ایم ما
ای آگہ از تفنن الفت چہ دور گر	از قبلہ رو بقبلہ نما کردہ ایم ما
شیخ الرئیس را بتو ہمسر نوشتہ ایم	پرسی اگر صواب خطا کردہ ایم ما
پور قباد را بتو ہم پایہ گفتہ ایم	انصاف میدہیم جفا کردہ ایم ما

آں مظہر شیون صفائی کہ اکتساب
از شیوۂ تو رسم وفا کردہ ایم ما

آئی کہ دل بشیوۂ شیریں ربودۂ
آئی کہ جاں بذوق فدا کردہ ایم ما

مرآت دل بہجر چو زنگ الم گرفت
از یاد عارض تو جلا کردہ ایم ما

جاں از فشار درد جدائی ستوہ شد
از وعدۂ وصال دوا کردہ ایم ما

زاں پارہ آتشی کہ دلش مجمر آمدہ
آتش غبار و آب ہوا کردہ ایم ما

بر ما مگیر نامہ اگر کم نوشتہ ایم
دانی کہ اعتماد صبا کردہ ایم ما

ور نامہ نانوشتن تو از تو پیش خود
صد گونہ عذر ہا بسزا کردہ ایم ما

ایں نامہ گرچہ بعد دو سالے نوشتہ ایم
آما ہزار ناز بجا کردہ ایم ما

ہم در طواف کوئے تو یاد کردہ ایم
ہم آرزوئے تو بمنا کردہ ایم ما

در کعبہ داستان مدیح تو خواندہ ایم
واندر مدینہ بر تو ثنا کردہ ایم ما

ہم بہر تو بمردہ تمنّا نمودہ ایم
ہم بر صفا دعا بصفا کردہ ایم ما

ہر جائے کاں محلِ اجابت شمردہ اند
حق وفا و مہر ادا کردہ ایم ما

در ختم نامہ عرض دعا گر نکردہ ایم
اے حسرتی عذر زیبا کردہ ایم ما

وانگہ دعا بموضع دیگر چہ حاجتست
چوں بارہا بکعبہ دعا کردہ ایم ما

اے باد بگلستان دہلی
بروئے فتد ار ترا گذرے

باآں گل تازہ گو کہ از داغ ... شد تختۂ سینہ لالہ زارے
بستی چو در چمن برویم ... سوے قفسم بیا تو بارے

رباعی

الطاف تو بر بندۂ عاصی چہ عجب ... لطف و کرمت نیست مسبّب بہ سبب
نامت بلب و تجلیّت در جاں باد ... آندم کہ کشم رخت ز دنیا یارب

دیگر

زینگونہ سیہ گلیم و روسیہم ... کابلیس کند عار زیاد گنہم

دیگر[1]

توبہ ز ملاہی و مناہی توبہ ... وز ہر چہ کہ از بندہ نخواہی توبہ
بپذیر و خط عفو بعصیانم کش ... کردم ز سر صدق الٰہی توبہ

دیگر

نے خوش آید مرا مقالات حکیم ... نے دل شگفد ز بذلہ و ہزل ندیم
شاید کہ بیا در دشمیم زلفے ... آشفتہ نشستہ ام بامید نسیم

دیگر

[1] اصل نسخہ میں اس رباعی کا صرف ایک ہی شعر تھا دیگر نسخہ سے نقل کر دیا گیا

رباعی

شب شیرهٔ روح از کلامش می ریخت
صهبا از لعل لاله فامش می ریخت
میگشت و نگشتن از ادا میبارید
میرفت و نرفتن از خرامش می ریخت

دیگر

گر پیر شدم چه غم نشابم بخشند
ور مخمورم شراب نابم بخشند
گر روز سیاه شد چو شب باکی نیست
در روز سیاه آفتابم بخشند

دیگر

از زلف سیه برو نقابے درکش
برقع برخ چو آفتابے درکش
وز ستر و عفاف گر نه تنگ آمده
بامن بچمن بیا شرابے درکش

دیگر

نه قطره زن طریق مشتاق باش
نے در گرو مغنی و ساقی باش
عمر ابد و وصال جاوید طلب
فانی از خود شو و بوے باقی باش

دیگر

اینجا نفسے غیر بشارت نبود
اینجا سخنے بجز اشارت نبود
فهم سخنم گر نکنی معذوری
اینجا همه معنے است عبارت نبود

رباعی

بلبل که ز عشق گل حزین میباشد
با ناله و فریاد قرین میباشد
تنها نه ز خود رود که از گلشن هم
گر بنمایم که گل چنین میباشد

دیگر

این قول قدیم از افادات حکیم
هر طبع سلیم می نماید تسلیم
از هر چه که ناخوش بجهاں ناخوشتر
بیگانه وشے ز آشنایانِ قدیم

دیگر

من تشنه و سیراب ز صهبائے خودم
من کعبهٔ خویشم و کلیسائے خودم
با غیر خودم هیچ سروکارے نیست
من عاشق و معشوق خود آرائے خودم

دیگر

هر صبح ترا بجستجو مے باشم
هر شام در آرزوئے تو مے باشم
گفتی که فلاں چگونه مے باشی تو
تو باش نکو که من نکو مے باشم

دیگر

چندے بحریم شهر یاراں رفتم
چندے بدر زهد شعاراں رفتم
دیدیم همه لهو و سهو و کبر و طامات
ناچار بکوئے می گساراں رفتم

رباعی

در دیر مغاں بُت خود آرائے ہست
خود بینی و خود سرائے و خود رائے ہست
اندر نظرش یکیست مستی و عفاف
توبہ شکنی و توبہ فرمائے ہست

دیگر

از خاکی و چوں خاک ہمی باید زیست
بے ناہمچو قبادے و جمے باید زیست
گفتی کہ چو مردہ زیستن دشوار است
دشوار اگر ہست ہمی باید زیست

دیگر

دے حسرتی خستہ ملاقی گردید
اسرار بسے چو رفت ساقی گردید
گفتم ز ہمہ گذشتی الا از می
گفتا ایں نیز اتفاقی گردید

دیگر

در شہر حکایت می آشامی تست
در پیر و جواں شہرت خود کامی تست
گفتم بتو آنچہ بود دیں خود دریاب
بدنامی تست یا نکونامی تست

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

در نعت

گر سر بہ آشتی و مدارا بر آورم — پرخاش از سکندر و دارا بر آورم

وحدت سپردہ منصب جولانگری مرا — گرفے زکار رواں تو و ما بر آورم

از قید نہ رواق نگارین بدر روم — یوسف ز ہفت کاخ زلیخا بر آورم

ہرگام غول و حوصلہ کوتاہ ورنہ دراز — مشکل ہرے بعالم بالا بر آورم

آں بادہ نوش پاک نہادم کہ شہد و شیر — ہنگام دار و گیر زمینا بر آورم

رندم ولے بگاہ جدل با فقیہ شہر
دودے ز دودمان لم و لا بر آورم

بس نکتہ ہائے نغز کنم نذر انجمن
در ساعتے کہ بادہ ز مینا بر آورم

از ذکر و شکر نفس اگر سستی آورد
فریاد یا معین اعنّا بر آورم

فرسودہ رسمہائے جہان ناخوش است
گوہر نہ کان و لعل نہ دریا بر آورم

از بہر کسب فرحی سایۂ ہما
بر خاستم کہ شہپر عنقا بر آورم

گو شیخ شہر رنجد و گر پیر میکدہ
من آں نیم کہ دم بمدارا بر آورم

از روئے شید و زرق و باند از رنگ و ریو
در دل ہر آنچہ نیست ز لب ہا بر آورم

در خانقہ ز شیشہ و پیمانہ بگذرم
در ذکر حق بمیکدہ حاشا بر آورم

طاعت سرشتہ گشتہ ز دل چون بدر رود
مستی بجاں سرشتہ نہ آنرا بر آورم

سجادہ گستری کہ خواہم نماز کرد
پیمانہ آوری کہ صہبا بر آورم

دیوانہ را قرار بیک طور نیست زاں
گہ لا و گہ الہ و گہ الّا بر آورم

اندر رہائے تلخ بشیرینی بیاں
در ذوق ناسلیم گوارا بر آورم

چوں جہل علم نیز نقاب جمال اوست
از ہر دو لوح سینہ معرّا بر آورم

از طرز عارفانہ نہ ہر طبع حظ برد
ابیات دل پسند احبّا بر آورم

دستان جاں نوازد و نواہائے دلکشا
بر شیوۂ طیور خوش آوا بر آورم

گر سر بوصفِ شاہد و صہبا بر آورم
افکار از طبیعتِ دانا بر آورم

مشتاقم آنچناں کہ بیک دم بہم شدن
صد گونہ حسرت از دلِ شیدا بر آورم

نازم بسحرِ عشق کہ از نارِ مشتعل
انفاسِ سرد صبحدم آسا بر آورم

از یک دو آہِ شعلہ فشانِ زبانہ خیز
آہن دلے ز طینتِ خارا بر آورم

گویا بوصفِ خندۂ پنہاں قصیدہ ایست
آں نالہ ہا کہ در دلِ شبہا بر آورم

خاکم بسر کہ با ہمہ غیرت ببزمِ دوست
خواہم کہ کارِ خویش ز اعدا بر آورم

ہرگز بہیچ شغل دلم وا نشد کجاست
کاریکہ از ہوائے دل آنرا بر آورم

نے روی دل بسوئے نجوم است کز نقاب
روئے مخدّرات خفایا بر آورم

اندیشہ ہائے سبعۂ سیارہ وا کنم
مرکوزِ ہفت گنبدِ خضرا بر آورم

وجہے تراشم از پے تمزیجِ امّہات
علّت برائے گردشِ آبا بر آورم

گویم ز حیز و طالع و مستولی و قراں
احکام و مضمرات و خبایا بر آورم

آگاہ از صناعتِ طب نیز نیستم
تا خویش را نظیرِ مسیحا بر آورم

نہ صوفیم کہ از اثرِ لذّتِ سماع
رقصے زنم جہاں بہ تماشا بر آورم

نہ مطربم کہ چرخ بچرخ آرم از نوا
ناہید را بزمزمہ از جا بر آورم

نہ عاشقم کہ از لفِ آہ شرارہ بار　　دود از دمار گلشن و صحرا برآورم

نہ عاشقم کہ غازہ بر خسارہ برکشم　　با پیچ و تاب زلف چلیپا برآورم

از سرمہ آب خنجرِ مژگاں فزوں کنم　　وانگاہ دست از پے یغما برآورم

نہ شاعرم کہ شورشِ ہزلے در افگنم　　شورِ طرب ز جمع اخلّا برآورم

گویم برائے اخذِ جواہر قصیدہ ہا　　مدح از پے گرفتن کالا برآورم

گویم سخن کہ بوسۂ شیریں ربایمے　　سنجم غزل کہ کام ز سلمیٰ برآورم

امّا برائے آنکہ دو بیتے گزیدہ　　اندر ثنائے داورِ دارا برآورم

بیگانہ نیستم ز طریقِ سخنورے　　گاہے بشعر دم ز تولّا برآورم

اوّل باب چشمۂ کوثر وضو کنم　　وانگہ نفس بنعتِ مزکّیٰ برآورم

آں کز چمن طرازیِ بستانِ مدحِ او　　ماوائے خود بجنّتِ ماوا برآورم

آں کز ترانہ سنجیِ گلزارِ نعت او　　اندیشہ چوں بہار مطرّا برآورم

سلطانِ دیں امامِ رسل شاہِ انبیا　　کز بندگیش پایۂ والا برآورم

شاہینِ قہر او چو شود بال و پر فشاں　　خواہد عدو کہ شہپرِ عنقا برآورم

خاکِ درش کہ سرمۂ اہلِ بصیر نیست　　گوید کہ کام دیدۂ اعمیٰ برآورم

ہر امر و نہی کز تو بگوشم فرا خورد　　از جان و دل ندائے اَطَعنا برآورم

حرفے گر از فروغ جمالِ تو سر کنم
گرد از نہاد صخرۂ صما برآورم

افسانۂ حقیقتِ مہرت چو سر دہم
عشقِ مجاز از دلِ برنا برآورم

گاہِ ثنائے غالیۂ خلقِ دلکشت
ز انگوزہ بوئے عنبرِ سارا برآورم

از یک حدیث لطف کہ با من کنی بخواب
مضمون صد ہزار تسلی برآورم

گر بخت بر درِ تو برد سجدہ ہائے شوق
نے از جبیں کہ از ہمہ اعضا برآورم

خواہم بر آستان رفیعت نہاد سے
تا سر ز ساقِ عرش معلےٰ برآورم

شاید فتد نگاہ بایوانِ جاہِ تو
خود را فراز بام ثریا برآورم

خطّ غلامے تو بدست عمل نگار
امروز شد سپردہ کہ فردا برآورم

از داغ بندگیت جبیں را گزیر نیست
خواہم کہ آفتاب ز سیما برآورم

دستم نگار بند عروس مدیح تست
بنود عجب اگر ید بیضا برآورم

طبعم ترانہ سنج ثنائے کمال تست
نشگفت گر نشید بدعوے برآورم

آں ساحرم کہ مدحتِ شیریں اگر کنم
از طبع قیس الفتِ لیلیٰ برآورم

گاہے برسم و عادت مرغانِ بوستاں
لختِ جگر سرشتہ نواہا برآورم

گاہے صفیر سنج بود کلکِ من بنظم
گاہے صریر خامہ بانشا برآورم

گہ عہد الیتام بالفاظ میز نم
گہ دم ز اتحاد بمعنے برآورم

از بیتِ عاشقانہ بشوقِ وصال خود — معشوقہ از طرب کدہ تنہا برآورم

از شعرِ عارفانہ ز اوباش و سوقیاں — صوت و نوائے نحن عرفنا برآورم

در ساعتے بمطلب الغاز و ارسم — در یک نفس ہزار معمّا برآورم

چند از گزاف بے مزہ شورے در افگنم — تا کے ز لاف بیہدہ غوغا برآورم

بر عرضِ حسن خاتمہ ختم سخن کنم — زاں پس کہ یک دو حرف تمنا برآورم

شاہا سپہر بارگہا بندہ پرورا — خواہم کہ نام کفر ز دنیا برآورم

آتش بکار و بار مغانِ عجم زنم — وز دیدۂ ہند موجۂ دریا برآورم

ہم غزوہ آورم ز پے انکسا نفس — ہم بہر کسر کفر سراپا برآورم

گو زادہ ام بہند و لے روز رستخیز — یارب کہ سر ز یثرب و بطحا برآورم

ولہ

رستم از ہجر و بمنزل گہ جاناں رفتم — جانب گل کدہ از دشت مغیلاں رفتم

ہاں وہاں روشنی چشم بگریید مرا — تشنہ بودم بسر چشمۂ حیواں رفتم

شاخے از طوبی و کاخے ز زبرجد دادند — طالع من کہ ازیں منزلِ ویراں رفتم

سرو آزاد کجا وادی پُر خار کجا — در نو آئین چمن تا نہ خیاباں رفتم

منم آں ذرّہ بیتاب کہ از یاری شوق — تا بخلوت گہِ خورشید درخشاں رفتم

منم آں قطرۂ ز عماں بروں آمدہ — کہ پس از سیر و سفر باز بعماں رفتم

منم آں سادہ کہ رنگینی دیوم نفریفت — منم آں شوخ کہ آگاہ ز غولاں رفتم

من کہ پیر خردم حسرت ناشاگردی داشت — سادہ انداز تر طفل دبستاں رفتم

چہ کساد است کہ کس قدر رو بہایم نشناخت — خاتم دست سلیمانم و ارزاں رفتم

بخریداری من پیرہ زنی نیز نخاست — گرچہ صد بار سوے مصر ز کنعاں رفتم

شادم از ضعف کہ بس پایۂ والا بخشید — بہ پر و بال ہوا ہمچو سلیماں رفتم

سدّ رہ بود مرا ایں چمن رنگ آمیز — لاجرم نکہت گل گشتم و پنہاں رفتم

تا کہ یادے نکند کس بہ بدی ہم از من — نیکوئی گشتم و از خاطر یاراں رفتم

• بزم آسودہ دلاں گرمی ہنگامہ نداشت — اشک حسرت شدم از چشم عزیزاں رفتم

آمدم دوش از آں دار و پشیماں گشتم — رفتم امروز ازیں دیر و پریشاں رفتم

صولت حسن تواں دید کہ با اینہمہ شوق — بدر خانۂ دلدار ہراساں رفتم

بیکسی بین کہ بعالم ہمہ خوردند افسوس — بزیارت چو سر خاک شہیداں رفتم

مرحبا شوق گرفتاری دام کاکل — کہ ببال و پر خود بر در زنداں رفتم

تا بکویش نرسم کسے دل من بکشاید — زیں چہ حاصل کہ بگلگشت گلستاں رفتم

منم آں پردہ کشائی غم پنہانی دل — کہ بہ پس کوچۂ اغیار غزلخواں رفتم

شعلۂ زندگیم بادِ نفس سرد نکرد
بہ ہوایت چو چراغ تہِ داماں رفتم

دیدۂ منتظرم آب و صفائی ہنجواست
یاد آئینہ رخے کردم و حیراں رفتم

در حریم دلِ خوبانِ جہاں جای من است
لیک وارستہ برنگِ مہ کنعاں رفتم

دم ہجر است غمیں گشتنِ تو مژدۂ وصل
چہ شگفت است گر از پیش تو شاداں رفتم

دلِ من شیفتۂ قدرشناسی گل است
بگلستاں نرود تا نہ گلستاں رفتم

در شبِ ہجر کہ جز سوختنم کار نبود
شمع گردیدم و تا صبح بپایاں رفتم

رشک سیداشت مرا بر حذر و دل ہیچواست
خمی گشتم و در محفل مستاں رفتم

طبع من نازک و ایں قوم جفاجو بدخو
مہر و الفت شدم و از دلِ خوباں رفتم

اعتباریست تفاوت ہمہ در اصل یک اللہ
در سرائے شہ و در منزلِ دہقاں رفتم

نہ غرض کسب ہنر بود و نہ ادراکِ علوم
بہر ہم بزمی طفلاں بدبستاں رفتم

بامیدیکہ رسد ناقہ و محمل از پے
سارباں وار بہر گام حدی خواں رفتم

قصۂ رفتنِ من چوں شب ہجر است دراز
قصہ کوتاہ بصد حسرت و حرماں رفتم

جستجوے دلِ گم گشتہ نمودم ہر جا
ہم درِ شہر زدم ہم بہ بیاباں رفتم

حیف زاں گم شدہ ہرگز اثرے رو ننمود
کعبہ ہم رفتم و ہم بر درِ رہباں رفتم

مرحبا زمزمۂ شعر کہ در ہر بزمے
نغمہ انگیز تر از مرغِ خوش الحاں رفتم

نور من شمع رہ خضر شد اندر ظلمات / گر شبے تا بسر چشمۂ حیواں رفتم

خود ندانی اثر فیض مزار شاہ است / کہ بہم پائی دل ناصیہ سایاں رفتم

یارب از لطف و کرم بدر و الاش رسان / گرچہ صد بار در اندیشہ بجولاں رفتم

آں بدریاے رسالت گہر یکدانہ / کہ ز فیضش نہ بدریوزہ عمّاں رفتم

آنکہ با این دل بت بندہ ز فیض لطفش / پایہ در پایہ و رہ بر رہ ایماں رفتم

آنکہ از جلوہ نمائی بہار خلقش / بے تکلف بسر روضۂ رضواں رفتم

خوش دمے بود کہ آہنگ ثنایت کردم / کہ بہنجار ز آغاز بپایاں رفتم

ساعتے خوب بمن لطف تو ارزانی داشت / بتفحّص نہ بر انجم کہ شناساں رفتم

روشنانرا نستودم ببزرگی و مہی / بسپاس و بشکایت نہ ز دوراں رفتم

قرعۂ عیش نہ از خوبی برجیس زدم / الم اندوز نہ از شومی کیواں رفتم

نے بآوازۂ ناہید شکستم توبہ / نے بہنگامۂ مہر از سر پیماں رفتم

نے ز غارت گری ترک فلک ترسیدم / نے بدریوزۂ نور از مہ تاباں رفتم

نے پئے آگہی راز دبیر گردوں / گہ سوے بابل و گہ جانب یوناں رفتم

نے درختے نشاندم نہ بطے آوردم / ہمچناں سادہ ز آلایش طغیاں رفتم

نے صد بستم نے ساز طلسمی کردم / در بگوئی کہ نہ بر طرز حکیماں رفتم

ما گروهیم که سردفتر ما امّی هست — اقتفائے اثرش کردم و زینساں رفتم

امّی هست چه امّی که بر اسرار علیم — علم از و یافتم از شعبده بازاں رفتم

الغرض سیر سخن است بوادی قصید — که باسلوب خرام مه تاباں رفتم

راست اینست که از حوصله ام بود فزوں — مگر از نسبت مدحت همه آساں رفتم

فیض بواسطه از مبدء فیاض است ایں — نے بشیراز شدم نے بصفاهاں رفتم

گر نه بر جادهٔ عرفی زده ام گام مگیر — که سراسیمه چو رم خوردهٔ غزالاں رفتم

بجز دم زمزمهٔ لغت ز لب میریزد — چه شگفت ار نه بآرایش عنواں رفتم

سرورا سوے خودم خواں که کشم آهنگی — کف خاک آمدم و چشمهٔ عرفاں رفتم

خسروا سوے خودم خواں که شوم نغمه سرا — گدیه جو آمدم و عزت خاقاں رفتم

داورا سوے خودم خواں که نوائے بکشم — بے نوا آمدم و باسروساماں رفتم

ملکا سوے خودم خواں که صفیرے بزنم — خس و خار آمدم و سنبل و ریحاں رفتم

حسرتی اخترم از هند برد گر بعرب
دائم از خاک بمنزل گه کیواں رفتم

و له

کارے بحسب خواهش دل در جهاں مخواه — تغییر رسم کهنهٔ هفت آسماں مخواه

بر شاخسار دهر ز نو بر اثر مجوے — در چشمه سار چرخ ز گوهر نشاں مخواه

خالیست از زبر جد مقصود نیل چرخ — بیهوده رنج خویش بهر دُر ز کاں مخواه

گر آفتاب شعله زند در نهاد تو — از مشتری ردا مطلب طیلساں مخواه

هر چند دود لازم نار آمد است لیک — هنگام احتیاج ز آتش دخاں مخواه

هر طبع را بشیوه نو آفریده اند — کامے ز هفت اختر و نه آسماں مخواه

دل بر نکاح قاضی و لولی چه بستهٔ — زین اجتماع غیر بلا در جهاں مخواه

بالنفس یک مصارعت رستمانه کن — خود را اسیر دیو درین هفتخواں مخواه

زحمت ببر که برنهد در مصافِ نفس — خفتاں ز بر برون کن و برگستواں مخواه

گوهر که در نهاد تو ماند ند آں بیار — تبجیل خویش از شرف دودماں مخواه

گر دل بتو دهند حبیباں ضماں مگیر — در سر طلب کنند حریفاں اماں مخواه

نار استی بطبع ستمگر نهاده اند — غیر از کجی ز طینت تیغ و کماں مخواه

نے پادشاه زر دهد و نے خدا بهشت — خود را هلاک خنجرِ ناز بتاں مخواه

معنی چو دست داد بصورت چه احتیاج — جام بلور بهر مے ارغواں مخواه

پروانه گر شوی بسرِ شعله جا مگیر — بلبل اگر شوی بچمن آشیاں مخواه

خوشتر ز صد هزار شهید ست بانگ شوق — آواے عندلیب شنو نغمه خواں مخواه

تا روزگار عمر بلذت بسر بری	از روزگار جز دل شورش نشاں مخواہ
ردّ و قبول چیست بالغام خسروی	از ژندہ و پلاس بسر پرنیاں مخواہ
انداز نیل شوکت ساسانیاں مجوے	ساماں کسب دولت سامانیاں مخواہ
چنگے بشعر زن سخن عارفانہ گوے	ہجو فلاں مجوی و ثناے فلاں مخواہ
چوں شاعری عطیۂ عشق است بہر شکر	غیر از غزل ز دل مطلب از زباں مخواہ
تا کے بہ بندلاف سخن گستری زدن	بیہودہ قیل و قال کہ ایں خواہ و آں مخواہ

اے حسرتی بعزم حریم رسول خیز
یاری از و طلب کن و از آسماں مخواہ

جانم فداے آنکہ چہ پاک آستانہ ایست	ما واے خویشتن بجز آں آستاں مخواہ

ولہ

اے در حسد بزم تو از زرہ در آفتاب	با آنکہ اشرفست ز ہر اختر آفتاب
روئیت تہ پرند نمایاں ہماں کہ ہست	پنہاں شود کشادہ چو برخ معجر آفتاب
باشد چو مہر جلوہ نماے گہے ببام	از صبح تا بشام نشینم در آفتاب
از موے عنبرین تو سرست یاسمن	وز روے آتشین تو در آذر آفتاب

آبے نمید ہد گلِ رنگِ شکستہ را
باشد چو بادہ گو ہمہ در ساغر آفتاب

از فتنہ سازِ خوی تو یک شیوہ آسمان
وز شعلہ زارِ روی تو یک اخگر آفتاب

گر روے شب فروغ پذیرد ز وعدہ است
ماند ز صبح دیدۂ عاشق بر آفتاب

دور از تو تیرہ روز تو ماند یکے بود
گر سر بزیر داغ دگرش بر سر آفتاب

آسایشِ درون کسے از تو مشکل است
اے در نژاد شعلہ و در گوہر آفتاب

از بہر زلفِ غالیہ سای تو ہر سحر
ریزد برنگ نور ہمہ عنبر آفتاب

سوزند گر سپند بمجمر برای تو
گردد ز شعلۂ رخت آں مجمر آفتاب

دشمن در آرزوی ہم آغوشی است و من
در حیرتم چگونہ کشد در بر آفتاب

ہاں فیض نور کیست کہ روشن بود جہاں
از عرصۂ زمانہ بر افتد گر آفتاب

رخشندہ ماہ برج رسالت کہ نورِ او
تابندہ در جہانست چو در محشر آفتاب

خورشید آسمان نبوت کز انکسار
ساید بر آستان بلندش سر آفتاب

صد طعنۂ حضیض ز اوج تو بر فلک
صد طنز تیرگی ز فروغت بر آفتاب

گر پرتوے دہند بدوران ز نور تو
گردد نجوم و ماہ و فلک یکسر آفتاب

از شید او تمامۂ گیہاں منور است
یک شعشعۂ فتاد ز رویت بر آفتاب

اے آنکہ از برای ہوا خواہت آسماں
بے ابر پرورد سمن و گل در آفتاب

گر مغرب و عشا نہ بدے در زمان تو — پنہاں نمی شدے ز نظر دیگر آفتاب

تا جرم مہ بہ تیشۂ حکمت دوپارہ شد — از بیم تیغ خشم تو شد مضطر آفتاب

اے آنکہ ہست قبلۂ عالم حریم تو — یکشام سجدہ اش نکند ار دگر آفتاب

دیگر ز داغ فرق پرستندگان تو — آرند ز آفتاب فروزاں تر آفتاب

از نسبت زمان تو نبود عجب اگر — ہر چرخ عرش گردد و ہر اختر آفتاب

یارب چہ صاحبی تو کہ بیجا است جا کند — دربان قصر جاہ تر ابر در آفتاب

در جنب ذکر تقوی عامان امتت — تقوائے مشتری نکند با ور آفتاب

گر لاف دلربائی عشاق تو زند — کی می پذیرد این سخن از نادر آفتاب

گفتم بآسماں کہ بسے در شگفتیم — طالع شود چساں ز سوے خاور آفتاب

یعنی حریم شہ شرف افزائے مغرب ست — باید از آں طرف بکند سر بر آفتاب

اول بخندہ رفت پس لب چنیں کشاد — کاے از فروغ رائے تو پرتو بر آفتاب

این مایہ لاف دانش و این مایہ سادگی — پرسی ز وجہ نور ضیا گستر آفتاب

زیں راز ہر یکے آمدہ دانا کہ روشنی — در ماہ نیست نیست محاذی گر آفتاب

پس عکس سوے شاہ نیفتد چو اندر اں — گردد چساں ظہور لوامع در آفتاب

نور از کجا رباید و تا نب از کجا برد — طالع شود اگر ز سوے دیگر آفتاب

از گردش زمانه منم تیره روزگار
بنگر بچشم مهر بروزِ سیاه من
در هر دو عالم از تو امید حمایت است
گویند روز حشر بفرقِ گناهگار
در سایهٔ ردائے عنایت مرا بگیر
شاها ز فرّ نعت تو نبود شگفت اگر
هر گل که در مدیح تو ریزد ز باغِ فکر
حاسد چو چشم بست ز انصاف دور نیست
اے حسرتی گزاف بهل وقت دعوتست
سرسبز باد نخلهٔ دینِ محمّدی
خورشید دیں بعرصهٔ گیتی محیط باد
شاداب روی ملّت و پژمرده روئے کفر

اے پیش نور رائے تو بیجوہر آفتاب
چشمک زند ستارهٔ من تا بر آفتاب
اے ماهتاب خادمت و چاکر آفتاب
طالع شود بتاب و تب دیگر آفتاب
تا گرد و ابر رحمت ازاں چادر آفتاب
ریزد چو لفظ از لب مدحت گر آفتاب
بر داردش سپهر و زند بر سر آفتاب
کس وا ندید دیدهٔ شپّر در آفتاب
آں آه گرم کش که شود مضطر آفتاب
تا سائر است بر فلک اخضر آفتاب
تا دائر است بر سر هر کشور آفتاب
تا می کند گذار ز نخجبک وتر آفتاب

وله

زیں بعد ما و درِ غم دل ناگریستن
گشت آشنائے نرگسِ شهلا گریستن

ازماست آبروی محبت که پیش ازیں — ہنگامہ نبود چنیں با گریستن

او بدگمان و مدعیان در کمین ما — بگذاشتیم شیوۂ ہرجا گریستن

واندلے که درد با و داده اند چیست — از خلق دور رفتن و تنہا گریستن

در ناله نیز ما نفس آہستہ می کشیم — تا در نصیب کیست بغوغا گریستن

سامان یک محیط مہیا دلے ہنوز — درخورد عشق نیست مہیا گریستن

عنبر فشان و عود بسوزان و مشک پاش — خواہم بیاد زلف سمن سا گریستن

با عشق بود لطف نشاط و الم کنوں — بیہوده خندہ کردن و بیجا گریستن

ہم یار مہربان شد و ہم پند گو خموش — فرخندہ شیوہ ایست ہمانا گریستن

اندر فراق کار من اینست والسلام — یا از حجاب آب شدن یا گریستن

با گریه تا بمنزلِ تمکیں عروج کو — اے ناشناس منزلتِ نا گریستن

در بزم عیش دوست تمنائے اشک و آه — باید بروزگار تمنا گریستن

یکبار بر زبونی دل گریه هم رواست — تاکے بیاد آں رخِ زیبا گریستن

خود در عذاب از پئے آرام دیگراں — مشکل چو شمع انجمن آرا گریستن

از دوست غمزہ دلکش و از درد خنده خوش — از عندلیب ناله و از ما گریستن

تلخی شنیده ایم ازاں لعل شکریں — کاندر مذاق ماست گوارا گریستن

نور آورد بسینه ز ظلمت برد ز دل
آغاز صبح و آخر شبها گریستن

کار سحاب از آن نه بچشم حواله شد
کز من بنیامدے بمدارا گریستن

هاں دل بضبط کوش نه بینی که یار را
رسوا نمودهٔ تو ز رسوا گریستن

مقبول یار هست حریف نشاط دوست
بیجا بخوں طپیدن و بیجا گریستن

از ابر غیر آب تمنا نبوده است
مطلوب نیست از مژه الّا گریستن

گاهے بحکم شوق و گهے از غرور قرب
ما و بگونه گونه ادا ها گریستن

بیباک گاه ناله کشیدن بزیر بام
گاهے بجلوه گاه بغوغا گریستن

یک سمت موج آب و دگر سمت موج خوں
خوش آیدم بساحل دریا گریستن

بگریستم ببزمش و گرم عتاب شد
در عشق رسم نیست هما نا گریستن

شورابه سرشک بمژگان غیر کو
با هر مذاق نیست گوارا گریستن

خندیدن و نشاط تو ز رخ شمرده
ما دیده ایم شیوهٔ شیوا گریستن

فرخ زمانه که دگر روزیم شود
بر آستانهٔ شه والا گریستن

آں سرور رسل که بدوران لطف او
پیوند دیده را نبود با گریستن

آں مایه خوشدلی بزمانش رواج یافت
شد ناله چیستان و معمّا گریستن

در دورش از ندامت مستی است گریه ها
رفت آنکه بد ز مستی صهبا گریستن

بر زہر خند خصم تو بنود شگفتیٔ — کایں خندہ بودہ است بمعنیٔ گریستن

اے خرّم آں زمانہ کہ بخشند دیدہ را — نیروے در مدینہ و بطحا گریستن

گاہے ز روے شادی و گاہے ز راہ شوق — در ہر دو جا کنیم دو بالا گریستن

امروز گریہ سر دہیم از دل چنانکہ باز — باقی نماند از پے فردا گریستن

ہاں حسرتی بصرفہ نوازاں نمی سزد — در بزم شاہ جز بجا گریستن

بر چین سرشک از مژہ و دم بسینہ کش — کاینجا نمی خرند بہ آوا گریستن

اینجا سرشک از مژہ بیروں نیامدہ — مقبول تر فتادہ ز دریا گریستن

تا در زمانہ ہست ز نیرنگی شیون — یکجا ے خندہ کردن و یکجا گریستن

باد انشاط قسمتِ احباب ہمچو گل — بادا چو ابر روزیِ اعدا گریستن

ولہ

نسیم صبح آمد سوے من از ساحتِ گلشن — پر از ریحان و گل جیب آستینش از لالہ و سوسن

چو دامان کریمان آستینش شاہداں میریخت — ز رہ ہر گام صد معدن گلِ ہر عیش صد خرمن

چو آں قاصد کہ آرد مژدۂ وصل از بر جاناں — شگفتہ دل کشادہ رو تبسّم ریز خندہ زن

دل من لحظہ لحظہ از دمش وقف شگفتن ہا — چناں کز جنبش بادِ بہاری غنچہ در گلشن

ز حیرت گفتمش کای جلوه گاه تو گلستان ها
چه پیش آمد ترا چون آمدی اندر سرای من

بگفت ای آنکه از آهنگ تو شمشاد در جنبش
ز الحانت چو قمری بلبلان را طوق در گردن

چرا از کلبهٔ احزان قدم ننهی سوی بستان
چرا از غم سراپا بر نداری جانب گلشن

پس آنگه در زمانی کز در و لعل و گل و نسرین
چمن آراست شکل لاله رخساران سرو گردن

ز باد نوبهاری دامنی بر آتش گل زد
که هم اندر چراغ لاله باران ریخته روغن

سلیمان بهار آراست بر دوش هوا تختش
گریزان شد خزان از بیم آن مانند اهریمن

گلستان ارم سنجی چو با صحرا درین موسم
بیابی راغ را اعلی به مینی باغ را ادون

نفس بشکفتن درخورد چشمک دیدهٔ نرگس
تکلف بر طرف رخسارهٔ گل لایق دیدن

گل خورشید تابنده چو خورشید درخشنده
فروزان یاسمین و نسترن همچون مه روشن

حدایق خوشنما چون کوچهٔ خوبان سوسن بو
شقایق دلربا مانند گلرویان نسرین تن

بیا در ساحت گلشن ز صهبا ساغر می کش
بیا طرف چمن در پای گل پیمانه در زن

بگفتم سود گفتا هست گفتم کو بگفت اینست
که چون خاطر شود خورسند بنمائی کمال فن

هم از نظارهٔ بستان نضارت چشم را آید
هم از صهبای ریحانی دماغ و دل شود روشن

شوی سیراب چون زین آب آتش رنگ بر خیزد
نهال افسردگی شوخی کند در جای او مسکن

بآیین کهن چون عندلیبان نغمها ریزی
گل افشانی ز نوا ز روفتهٔ اندیشه صد خرمن

بگفتم گر غرض اینست ہم با اینہمہ سردے
بحمد اللہ کہ بیت گرم گفتن میتوانم من

نہ با پرویز شیریں کرد آنچہ از تست با دشمن
نہ با فرہاد خسرو کرد بدکاں میکنی با من

نہ من غیرم معاذ اللہ کہ خواہم کام عشق از حسن
کشم دست از جفا ہر گز جفا از تو وفا از من

دراں بزم آینہ بودم کہ گیسو بر قفا داز رخ
دراں محفل قدح بودم کہ می آمد بروں از دن

بکانون عجب عود جفا را می زنی دایم
بقانون وفا ہم گاہ گاہے ضربتے میزن

بدست دشمن آفت دیاری از یزداں تماشا کن
کہ رستم میسنا گاہ چوں در چہ فتد بیژن

اثر در آہ گرم و اشک خونینی عیز ازیں نبود
کزاں سوزد گریباں و ازیں رنگیں شود دامن

بداں ماند کہ بر دشنام کس چشم دعا دارد
امید رحم از گردوں با آہ آسماں افگن

فلک را کینہ با ارباب الفت ہست میدانم
ولیکن او نمیداند کہ از مخلصانم من

ہمو نازاں نیر برج رسالت کز شعاع او
منور چرخ تاباں زہرہ رخشاں مہر و مہ روشن

نبودی این شبستاں را سحر تا روز محشر ہم
نگشتے مہر روے دلفروزت گر فروغ افگن

بر آید از پے جود تو لعل از کاں در از دریا
ہمی خیزد بشارت را ز راز معدن گل از گلشن

کند با دوستاں لطف تو کار ابر با بستاں
کند با دشمناں قہر تو کار برق با خرمن

جوان و پیر را امید الطاف رواں افزا
تو مغ ناتواں را بیم قہرت موجب مردن

کلیم از رہ غلط ساز و عجب نبود کہ می دارد
سواد کوئے تو نور ضیائے وادی ایمن

دریغ از دوست دارد دوست آں احساں کہ می بینم
ز توای بحر فیض اے معدن انعام ہا فو شمین

ترا بر لوح خاطر ثبت چوں در لوح محفوظ است
چه کارے کاں پدید آید چه آمر کانست در یکمن

ز اعجازت نباشد دور چوں مریم اگر گردد
بعیسی حاملہ زاں ساں جہاں فتنہ آبستن

ز حد بگذشت ای فخر بشر قدر بلند تو
بجا آرد ملک درگہت حجاب را دیدن

نشیند از ادب پیوستہ اسرافیل در برت
ہمیشہ در گرامی محفلت جبریل زانو زن

سخن کوتاہ کن اے حسرتی ہوی دعا پرکش
ندارد حد شمار وصف او پس اختصار احسن

بری از کسف باد امہر دین احمدی یارب
ہمیشہ تا کہ گاہی منکسف مہر است وگہ روشن

در منقبت مرتضوی

دوش کاں رشک ماہ کنعانی
ہمچو خور کرد پرتو افشانی

کلبه ام نے نے از زمین تا چرخ
گشت چوں نجم بخت نورانی

شب چو روز از چراغ مستغنی
شام چوں صبح در درخشانی

درد و اندوہ دمبدم بکمی
ہر نفس عیش در فراوانی

دل چو گل خندہ ریز گشت کہ گرد
نفسش کار باد بستانی

سر بہ بالینش نہادم و کردم | سجدۂ شکر لطف یزدانی
گہ لبش گاہ چشم بوسیدم | گاہ رخسار گاہ پیشانی
خواستم شرح سوز غم ناگہ | مژہ شد گرم شعلہ افشانی
چوں چنیں روئداد ہم دلدار | ریخت گوہر چو ابر نیسانی
وانکہ افشاند گل ز لعل و چہ لعل | غیرت لالہ ہائے نعمانی
کہ مکن قصۂ چناں آغاز | کہ بپایاں رساند نتوانی
نفسے چند کوش در عشرت | کہ شبِ وصل را تو میدانی
کہ بصد چرخ چرخ دولابی | کہ بصد سیر دو سدورانی
بہزاراں فغانِ نیم شبی | بدعاہائے صبح نورانی
بخت ہم ارمدکند شاید | چوں شبِ قدر گردد ارزانی
پس بفرمود ساز و برگ طرب | جمع کن تا رود پریشانی
مطربے بانوائے باربدی | شاعرے ہمزبان خاقانی
کو باہنگ دلنواز کند | ز سخنہائے آں غزل خوانی
تودہ تودہ گل و سمن کہ شود | صحن منزل فضائے بستانی
پس طلب کرد شیشہ ہائے شراب | کہ برد غم ز دل بآسانی

ساغرے داد زان نخست بمن | که دہد بوے لطف پنہانی
گفتمش کای تو اول بلقیس | گفتمش کای تو یوسف ثانی
مکن از راه مہربانی و لطف | صبح زہد مرا شبستانی
اے دلت خالی از غبار مکن | دامنم تر که پاک دامانی
تلخ گردید وزین نمط آورد | لب شیرین بہ شکر افشانی
ایکه ای زہد خویش میلانی | ہرچه باشی ولے نه صنعانی
داستانش شنیدنی است که ہست | عبرت افزاے اہل عرفانی
بگذر از عذر ناسزا نه سزاست | شام پیری بصبح ریعانی
باز گفت ایکه چون تو نیست کسے | بجہاں شہرہ در سخندانی
سخنے گویمت که این مشکل | میشود حل از ان بآسانی
ہم کشاید مرا گره از دل | ہم ترا عقده ہاز پیشانی
که ز مے نیز احتراز مکن | گر ز ما احتراز نتوانی
زود گیر از براے خاطر ما | ورع ار مالغست پنہانی
قدحے از شراب انگوری | ساغرے از مدام ریحانی
گشت چوں از عتاب صباعطریز | کاخ تقوے گرفت ویرانی

لاجرم چند جام مے خوردم — که بکامم همیشه ارزانی
گشت آئینهٔ دلم صافی — شد شبستانِ طبع نورانی
دلِ من زنده گشت در بر داشت — گوهی این آتش آب حیوانی
ذوق آن کرده شوق بادهٔ خلد — در فزونی و در فراوانی
که ازین هم بلذّت افزون تر — که هم آن باقی است واین فانی
لیک زاں می نمی نمییابی — غرّه کم شو که پاک دامانی
نے تو لائے ساقی کوثر — نے ولائے ولی یزدانی
بحرِ جود و کرم علی که کفش — دُر فشاند چو ابر نیسانی
لطف او جمع کرده دلها را — که پریشانست جز پریشانی
همتش جز بچوب نشمارد — آن عصارا که کرده ثعبانی
بخششِ خارج از حسابش را — گر تو خواهی بعقل گنجانی
ذرّه ها را اگر شمار کنی — یا نجومِ سپهر بر دانی
خسِ آن آستانِ گل داماں — خاک آن شده زیب پیشانی
پیشتر پایدش نزادانست — آنکه دارد سرِ خدادانی
هر که گلچین باغ مهر تو نیست — نکند سیرِ باغ رضوانی

آنکه اندر زمانهٔ تو شده / ملکی طبع انسی و جانی

دشمنت در فسانه ناچار است / که ز شیطان نرفت شیطانی

کار پیکان تیر مے آید / با عدویت ز لعل پیکانی

سر جرم بشکند هر آنکه کند / بدرِ عالیِ تو دربانی

هم بلفظِ تو معجزهٔ عیسی / هم بنطقِ تو آب حیوانی

فرطِ لطفِ تو میزبان کرده است / هر کرا خوانده بمهمانی

ایکه از مهر روے روشن تو / شد شبستانِ دهر نورانی

ظلمت از بهر غازهٔ خصمت / ماند باقی بعالمِ فانی

چرخ خیزد براے تعظیمش / هر کرا بر بساط بنشانی

چه غم از آفتاب حشر مرا / چوں بفرقم تو پرتو افشانی

داورا گرچه خسروی امروز / خوشنواتر بود ز خاقانی

چه کند فوق طاقت بشر است / ذات پاکِ ترا ثنا خوانی

بدعا میرود که مے یابد / از گدا جز دعا تو میدانی

چه دعاے که بهر آمین نطق / بجمادات گشته ارزانی

تا بود مدحِ ابر دُر پاشی / تا بود وصفِ برق رخشانی

ابر رحمت بدوستاں سازد
باصدف آنچہ آب نیسانی

برق با خرمن حسود کند
آنچہ تیغت بروز میدانی

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظے کہ خاکسار الطاف حسین حالی در زمان حیات مصنّف مغفور بریں دیوان بلاغت عنوان در سال ہزار و ہشتصد و دو مسیحی نوشتہ بود

رباعی

ہرچند ستایشِ سخن دینِ من است ✣ میگویم و راست گفتن آئینِ من است
در مدحِ سخن ساختگی نیست مرا ✣ تحسینِ سخن شناس تحسینِ من است

الا اے ہوشمند فرزانہ دریں روزگار کہ جنس بالادست سخن از متاع حسن نوخطان نارواتر و دم گیرائی اہل سخن چوں نفسِ سردِ واعظان بے اثر افتادہ است۔ زہے

گمان نبری کہ اندازہ قدر گفتار را نقصان فرا گرفتہ است وسرمایہ لفظ و معنی بزیان رفتہ۔ چشمہ حیوان اگر در ظلمات پنہان گردد خاصیت جان بخشی از و بیرون نرود۔ و ماہ کنعاں اگر در بازار مصر بہیچ نیرزد جوے از نصاب کامل حسنش کم نشود۔ کما قیل ؎

از قیمت یوسف نشود یکسر مو کم + ہرچند خریدار ببازار نباشد

اگر گوئی کہ سخن را کہ مکانتے بلند و قدرے ارجمند است خود بوجود نکتہ دراں سخن پیوند است۔ ورنہ لفظی است بےمعنے۔ و اسمے است بےمسمی۔ و سخنور چنانکہ معلوم است امروز از جہان معدوم است۔ پس اگر کبریت احمر را خاصیت اکسیر باشد گو باش۔ و اگر سایۂ ہما فرۂ اقبال با خود دارد گو بدار۔ ازاں کہ نہ موجود است چہ خیزد۔ و ازینکہ مقصود است چہ زاید۔ گویم را ے چنانکہ فرمودی ہنر از توابع وجود اہل ہنر است۔ و عرض از لواحق ذات جوہر۔ و چندانکہ ہنرمند کمیاب۔ ہنر کمیاب تر اما با ایں قصور نظر و نقص ادراک و ناتمامی دانش و نارسائی دریافت کہ مرآدمی راست چگونہ میتواں گفت کہ اہل کمال را اجز در نشیمن عنقا آشیاں۔ و از سخن جز اسم و از سخنور جز رسم در جہان نیست ؎

خاکساران جہاں را بحقارت منگر + تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

سہرت گردم اگر برق حوادث روزگار مرغان نوا سنج را آشیاں ہا پاک بسوزد تا عندلیبی
در چمن لغمہ سراست باغ را دشت نتواں خواند واگر طلوع سپیدہ سحری رونق بازار ستارگان
برہم شکند تا مہر درخشاں عالم افروز است جہاں را تاریک نتواں گفت۔ گرفتم ہنر را
گرمی بازار نہ چنداں است کہ کالای گراں بہائے معنی از ہر دکان میتواں خرید و گنج
شایگان سخن در ہر خرابہ میتواں یافت۔ اما صاحب نظراں دا آنکہ با اینہمہ نارواییہا
در کیسہ روزگار رخشندہ گوہر ہاست۔ از چشم کور سواداں مانند گنج در ویرانہ پنہاں
و بر سپہر کمال فروزندہ اختر ہاست از دیدہ شپر چشماں چوں مہر جہاں تاب سر در
نقاب کتمان علی الخصوص در یتیم معانی۔ مہر منیر فلک نکتہ دانی۔ قائمہ عرش تحقیق۔
باب مدینہ تدقیق بحر لجی علم و ایقان۔ کوکب دری افق عرفان۔ بہین ثمرہ نخل باغ
ارادت۔ گزیں نتیجہ پیوند مادہ و صورت۔ شناور دریائے حقیقت۔ رہرو صحرائے
طریقت۔ چار سوے مملکت معنی را اگیہاں خدیو۔ و شش جہت عالم حقیقت را
فرماں روا۔ نگارستان رنگین بیانی را چہرہ پرداز۔ و بہارستان شگفتہ طبعی را
چمن پیرا۔ رمز شناس سرائر عقل و نقل۔ نکتہ سنج غوامض درایہ و روایہ۔ مرحلہ
پیمائے طریق نظر و استدلال۔ قصب السبق ربائے عرصہ فکر و قیاس۔ شمسہ
پیش طاق بلند نظری و والا فطرتی۔ نواب خجستہ القاب محمد مصطفی خاں بہادر

متخلص بجبری سے

بلفظ لایعبر عن معان ✤ احاطتہا مکارم ذی الہام

اللّٰہم متّعنا دمتع الکلّ بدوام بقائہ و مدام اتقائہ - حوصلہ وسیعش ہمانیست کہ بلندی ہمت آسمان اوست - وقدر رفیعش آسمانیست کہ فروغ خندہ مہر درخشان اوست ضمیر منیرش نقد حقایق راگنج شائگاں - وچراغ فکرسش انجمن قدس راشمع شبستان - حلہ الفاظش سراپاے معنی راپیرایہ ناز - و حلیۂ عبارتش گوش وگردن مضمون رازیور امتیاز - افسون لطف گفتارسش در تسخیر آزادہ دلان چوں قیدوبند - وہجوں نطق شکر بارش درمذاق حنظل طبعان چوں شہد وقند - استعاراتش چوں اشارہ چشم خوبان دلربا - وعباراتش چوں چشمۂ آب حیواں جانفزا - اطنابش چوں طول شکوہ دوست داراں سامعہ نواز - وایجازسش دلاویز تر از نگاہ چشم نیم باز - فکرسش از دعاے سحری شب زندہ داران رساتر - وسخنش از نالۂ نیم شبی جگر خواران گیراتر نقرۂ شیرینش نگویم شیرۂ جان اما پارۂ شیریں تر ازاں - ومصرعہ رنگینش نگویم برگ گل امّا دل ازکف ربایندہ بلبل - رائحہ انفاسش از نکہت گل در دماغ بلبل بل از عطر پیرہن در مشام یعقوب سازگار تر - وشہد مقالش از جرعۂ زلال در مقام مستسقی بل از جرعۂ می در مذاق مخمور خوشگوار تر -

الحق گرمی طبع پر زور شرابیست کہ تمکین پسندان اگر ہمہ کوہ وقار باشند بیک جرعہ از آب خود را انگاہ نتوانند داشت - ورنہ خواجہ را کہ عندلیب شاخسار ملکوت - و طوطی شکرستان لاہوتست با غزل سرائی و بذلہ سنجی چہ کار و چگونہ روا باشد کسے را کہ در طریق علم و حکمت بہ اثر سقراط و فلاطون قدمے راہ رفتن موجب ننگ و عار باشد در کمینہ صناعتی امثال عرفی و نظیرے را مقلد عمل بودن - و زلالی و انوری را مقتدائے فن ساختن - گرفتم در زمان سلف نقد معنی را گنجینہ داران و عرصۂ فکر را شہسواران بودہ اند - و ہنگامہ گفتار را گرمی بازار - و ریاض سخن را رنگ اعتبار بیش از زمان صاحب دیوان بودہ است - امّا کسانیکہ در مصطبۂ ذوق رطل گران پیمودہ اند و از بادہ تمیز حظ وافر - بر بودہ نیک میدانند کہ با آنکہ قطرہ ہا در بحر - و سبزہ ہا در دشت و دستہ ہا در سبد و نغمہ ہا در ساز - و جرعہ ہا در ساغر - و بادہ ہا در سبو - و بذلہ ہا در گفتار و افسون ہا در عمل - و شعر ہا در دیوان - و مصرعہ ہا در غزل فراوان بود - ہر قطرۂ دُرِ ثمین - و ہر سبزہ گل و ریاحین - و ہر دستہ دستہ گل - و ہر نغمہ نغمہ بلبل - و ہر بذلہ نقل محفل - و ہر افسون جادوے بابل - و ہر شعر نثرہ و ہر مصرعہ نیشتر نباشد -

رباعی

زمزم نتوان شنید بہر چشمہ رواں + یوسف نتواں خرید از ہر دوکاں

ہر لب دمِ اعجاز ندارد چو مسیح ٭ ہر کس نبود چو حسرتی سحر بیاں

جادۂ کہ وے در سخن سنجی می پیماید پیشنیان نیز پیمودہ اند اماؔ پاشنہ ہا ریش وپا ہا آبلہ دار بودہ است۔ اگر قدمے رفتہ اند۔ وخواجہ ہمہ گلگشت کناں پیمودہ آہنگی کہ او دریں پردہ مے سراید دیگراں ہم سرودہ اند۔ اما نظر ہا از سیر و اندیشہ ہا از تگ فرد ماندہ است۔ اگر مصرعے سنجیدہ اند وخواجہ ہمہ بدیہہ می سنجد۔ آرے نغمۂ حقیقت در پردہ اشعار سرودن واسرار معنوی در کسوت تعبیر وبیان جلوہ گر نمودن نہ کار ہر حریف گفتار شوخ بیان است۔ وآنگاہ حال تا قال واثر تا عین تفاوت بسیار دارد۔ اینک دیوانے ترتیب دادہ ومجموعۂ فراہم آوردہ کہ سخن را اوج کمالے برتر ازاں وست دادن وسخنور را سرمایۂ قبولی خوشتر ازاں بہم رسیدن دشوار تر از آنست کہ نالۂ مرغان خوش آہنگ بموزونی عشاق ونہاوند تواند رسید۔ وزمزمہ مطربان جادو نوا چوں لحن داؤدی آہن را موم تواند کرد۔ بنا میزد خم کدۂ صہبائے ذوق است وپردۂ آہنگ شوق۔ نظر گاہ پاکان شاہد باز است۔ ونیرنگ حقیقت ومجاز۔ انیس خلوت گوشہ نشینان است وجلیس صحبت عشرت گزینان۔ تہیدستان خرد را سرمایہ ہوش است ودُردِ کشان جنون را بادۂ سر جوش۔ نسخۂ مفرّح روحانیست مجموعہ لطایف وجدانی۔ طالع سخن را رقم سرنوشتست وشاہد معنی را حسن خداداد۔

روزگار فراق را خجستہ سرگذشت است۔ و ایام وصال را فرخندہ روئداد۔ گلشن نظم را موسم بہار است ۔ و زمین شعر را آب جوئبار۔ تفسیدہ درونان را ماء فرات۔ و شاداب طبعان را شبرۂ نبات۔ بالاے گفتار را خلعت دیبا است۔ و تشریف قبول را قامت زیبا۔ آنانکہ خاطر نکتہ فہم و طبع اداشناس دارند بیابند۔ و سرتاسر این قدسی صحیفہ بدیدہ ہوش بنگرند۔ تا دارسند کہ مرا این نکتہ سنج معجز بیاں را در گذارش سخن خاصیتی است کہ دیگراں بران دست نیافتہ اند۔ و اگر راست پرسی کرامتی است کہ از خامۂ الہام طرازش بر روے کار آمدہ ۔ یعنی جمہور اہل فن چنانکہ وا فی اتفاق دارند برین معنی کہ شعر را چندانکہ از حد راستی دور تر برند بقبول ولہا نزدیک تر باشد۔ و ہر قدر از اوج صدق زیر تر اندانند پایہ حسنش بالاتر رود۔ و حق اینست کہ سخن بے مبالغہ و اغراق دلفریب نبود چنانکہ نظامی می فرماید ؎

در شعر مپیچ و در فنِ او + چوں اکذب اوست احسن او

با اینہمہ گفتار آبدارش بے آنکہ چاشنی تبلیغ و غلو داشتہ باشد دلاویز تر از عشوۂ شاہدان مہوش و ذوق انگیز تر از بادہ بے غش افتادہ است۔ انصاف بالاے طاعت است ایں مایہ گفتار کہ آسمان بر فراز است ۔ و زمین در نشیب۔ و ستاران در زیر ابر واند و دندان جملہ در دہان۔ از شنوندہ چہ دل ربایدؔ۔ و مستمع را چہ

ذوق بخشد۔ پس بے آنکہ نوعے از صنعت اندیشہ وایجا و طبیعت را دراں راہ دہی۔ چہ ساحری توانی کرد تا سامعہ یاران بنوازی۔ وشورا حسنت در انجمن اندازی۔ ہمانا کار کار بشر نیست۔ خواجہ سخن سرائی نمی کند معجز نمائی می کند۔ ہیہات در سپارش راہ مدح جادہ تنزل پیمودم۔ وممدوح را نہ باندازۂ قدر والا ش ستودم۔ بحث از فضائل ذات وجلائل صفات بود۔ وسخن در توابع وعوارض گفتہ آمد ولختے بدرازی کشید۔ ہرگاہ مشک وزعفران را روایح روح پرور در نہاد ست ومہروماہ را باورق نورگستر خدا داد۔ آں دوار زندہ جوہر را البیا ہی وزردی ستودن وایں دو رخشندہ گوہر را بگرمی وسردی آفرین نمودن چرا۔ ہمانا قدم رخش کہ بہنگام تاختن بیراہہ رود عیب عنان گیر است۔ وپردہ ساز کہ در مقام بلندی بپستی گراید از قصور مغنّی است۔ اکنوں کہ رہرو نظر را پاے رہ پیما بسنگ آمد۔ وعجز بیان حیلہ جستن وبہانہ انگیختن آغاز نہاد۔ زنہار گمان نبرند کہ مدائح سخن ومحامد سخنور بپایان رسیدہ باشد تا خامہ ستایش گراز خرامش واندیشۂ ثنا گستر از سگالش آرمیدہ باشد حاشا حاشا کہ اگر قصیدہ راوحی ورباعی را الہام وغزل را اعجاز دغزل را امعجز نما گفتہ باشم حرفے از اں طومار واندکے از اں بسیار بسزا گفتہ باشم۔ آہ چہ تواں کرد وہم تیز نارسا۔

وہم صید بلند پرواز۔ ہم شب کوتاہ وہم افسانہ دراز ؎

زباں زنکتہ فرو ماند و رازِ من باقیست ✤ بضاعتِ سخن آخر شد و سخن باقی است

اللہ بس۔ ماسوے ہوس

صحت نامہ دیوان فارسی نواب محمد مصطفےٰ خانصاحب المتخلص بہ حسرتی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
لوح	۱	الشَّعر	الشِعر	۱۰	۱۰	نباے	بنائے
〃	〃	الحکمۃ	لحکمۃ	۱۱	۸	رضا ربان	رضا زبان
〃	〃	لسِحرا	لسحر ا	۱۱	۹	رو	رو
۲	۳	آشنا	اشنائے	۱۲	۱۴	پیش	بیش
۳	۱۲	پیداے	بیدائے	۱۴	۱۵	زبان	زیان
۴	۱	گذشتیم[1]	گزشتیم	۱۸	۶	صبوپیست	صبوحیست
۵	۴	گریز	گزیر	۲۱	۳	نفس	قفس
۶	۵	وعذہ	وعدہ	〃	۸	ش	نشا
۷	۶	پاکِ	پاک	۲۲	۵	نگہت	نکہت
〃	〃	بسوخت	سوخت	〃	۱۰	ہرکپا	ہرکجا
〃	۸	گرد	کرد	۲۳	۳	خوامد	خواہد
〃	〃	خسرود	خسروِ	〃	۱۵	شناسارموز	شناسائے رموز
۹	۴	گریز	گزیر	۲۴	۲	باید	یابد
〃	۱۱	جو	چو	〃	۱۰	لغزِ	لغز

[1] اس لفظ کا املا ذ سے غلط ہے یہ غلطی تمام دیوان میں پہلے ایڈیشن سے ہوئی ہے صرف ایک جگہ تصحیح کی جاتی ہے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵	۲	کون	کوْنْ	۵۹	۱	نتکدہ	بتکدہ
"	۱۴	گریز	گزیر	۶۱	۱	یادہ	بادہ
۲۸	۵	اہ	ماہ	۶۵	۵	داماں	دامانِ
۳۳	۳	نارم	نازم	"	۸	اشتہی	اشتہت
۳۴	۳	جان می یابد	جانی یابد	۶۷	۱	خود	خور
۳۵	۴	شاہاں	شاہا	۶۷	۱۰	شعلہ زاتش	شعلۂ آتش
۴۰	۳	آں آی پردازہ	آن آئینہ پرداز	۶۷	۱۱	خاطر	خاطر
۴۱	۱۵	بنازیری	بنازبزی	۶۸	۱۲	خوارخواریگر	خوار-خواریگر
۴۴	۸	از	اد	۶۹	۴	لمجمہ	المعجمہ
۴۷	۱۵	خصمی	خصمئے	۷۱	۶	تنبش	بتش
۴۹	۱۰	دلی	دلے	۷۲	۳	بتود	بنود
۵۳	۱۰	حاکم	خاکم	۷۶	۴	ارپے	ازپے
۵۵	۱۱	بمعجز	بمُعجز	۷۶	۱۴	ارجاے	ازجائے
۵۶	۱	دلارام	دل آرام	۷۹	۱۳	اوشکن	ازشکن
"	۱۲	یاشد	باشد	۸۰	۵	بتود	نبود
۵۷	۱۳	نگہت	نکہت	۸۰	۶	صورت	صوت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۱	۵	سازِ	ساز	۹۸	۸	پیش	بیش
۸۱	۶	طاعتاً	طاعتہً	۹۸	۱۲	سرامی	خرامی
۸۲	۴	گشت	کُشت	۱۰۰	۶	حالے کز وسنر وفلک	حالے کز وشود فلک
۸۲	۱۰	خاقان	وخاقان	۱۰۰	۱۳	توبہ	پردہ
		جیندا	وجیندا	۱۰۱	۷	حدی خوان شد	حُدی خوان شو
۸۶	۹	حرامست	حرام است	۱۰۲	۶	پیش	بیش
〃	۱۱	تعذیر	تعزیر	۱۰۵	۳	رز	زر
〃	۱۴	بعہدہ	بعہدِ	۱۰۵	۱۰	مینا می	می نامی
۸۸	۱۱	رازی	زاری	۱۰۶	۱۳	لوشہا	لوتہا
۸۹	۱	اقوام	دارم	۱۰۷	۱	گردشِ	گِرد دَشت
۸۹	۲	چراغ میں	چرا غمیں	۱۰۸	۱	درپاز	دربار
۹۲	۱	گمان اثر	گمانِ اثر	〃	۱۳	ارپے	ازپے
۹۵	۹	ورز	ورزد	۱۱۴	۳	رشدِ رام	شدرام
۹۶	۸	بیارو	بیازو	۱۱۷	۵	انگا	انگار
〃	〃	ستم	شبنم	۱۲۰	۳	پرمسی	پرسی
۹۷	۱۱	پراکندہ	پراگندہ	۱۲۱	۶	نوسشہ	نوشتہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۱	۱۴	اسم	ایم	۱۵۱	۶	ہشتصدوود	ہشتصد شصت و د
۱۲۸	۱۱	تمریخ	تمزیج	۱۵۲	۱۰	مقصود	مفقود
۱۳۱	۸	انکسا.	انکسار	۱۵۴	۴	اوست	او
۱۳۱	۱۲	بگرییدد	بگوئید	؍؍	۱۰	ارنگاه	ازنگاه
۱۳۲	۷	نگهت	نکهت			کارتر	گارتنر
۱۳۴	۸	نجم کہ شناسان	نجم شناسان	۱۵۵	۹	-ربوده	ربوده-
۱۳۸	۲	سارن	سار	۱۵۶	۴	فرد	فرو
۱۳۹	۱۲	نورضیا	نور وضیا	۱۵۷	۶	حاصیتی	خاصیتی
۱۴۰	۱۰	سائز	سائر	؍؍	۱۱	تیچ	پیچ
؍؍	۱۱	داتر	دائر	۱۵۸	۷	بورق	بوارق
۱۴۴	۱۲	کوی	گوئ				
۱۴۵	۲	کردبد	کرده بُد				
۱۴۸	۶	ای	از				
۱۴۹	۱۳	استانِ گل	استان گِل				
۱۴۹	۱۲	یزدانی	دَورانی				
۱۵۰	۱۳	یابد	ناید				

رقعات فارسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ستایش بے نہایت خداے راست تبارک و تعالے کہ عبادتش موجب معرفت است و بمعرفت اندرش ہمہ نعمت دنیا و آخرت وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ چوں عبادت بے معرفت بکار نیاید پس معرفت چنانکہ در اول سبب خلقت شدہ در آخر موجب نجا نست کہ تعبیر ازان نجات نست

قطعہ

بندۂ ناشناس صاحب را + نزد صاحب وجو کرامت نیست
گر عبادت بغیر معرفت است + پیش صاحب دلاں عبادت نیست

ابر مطیر از دریاے رحمت ناپیدا انتہا یتش قطرہ و آفتاب تاباں از انوار جمال بے زوالش ذرہ ظلمت خوش را جمال ازوست و سیرت دلکش را

کمال از ومؤمن وکافر از نعمتش بہرہ ربا مطیع و عاصی از رحمتش بخش یاب متضرعان پذیر متکبّران گیر مناجاتیان را سر دبرگ طاعت بخشندہ خراباتیان را عذر تقصیر پذیرندہ دریا را گوہر آبرودہ صحرا را از گل رنگ وبودہ مہر آفرید و مہر را فرمود تا بسر گرمی مہر پرورش ناز پروردگان چمن وجگر گوشگان معدن نماید ماہ آورد و ماہ را گفت تا بہ شبنم لطف تربیت ثمر شجر وشگوفہ وگل فرماید باد را مروحہ وخاک را بستر ساخت آب را سرچشمہ حیات وآتش را خلیفہ شمس وقمر ساخت دانۂ را سرو بلند بالا کرد ودانۂ را نرگس شہلا قطعہ

اے آنکہ از تموج دریاے عاطفت + موج شمال را دم عنبر فشاں دہے
بخشی سپہر را خور وخور را دہی ضیا + بخش زمین زرنگ گل وضیمراں دہے
بنود شگفت از کرم نے دریغ تو + گر نشاں بری وز خویشم نشاں دہے

شیدائیانش آزادہ وآزادگانش دلدادہ گرسنگانش را نعیم بہشتی در کام وتشنہ کامانش را زلال کوثر درجام گدایان درگاہش بادشاہ وبادشاہانش گدایان درگاہ والہانش پرشور وخروش وعارفانش متحیّر وخاموش ہشیارانش را مراحے شکستہ وصہبا ریختہ وبیخودانش را خود سرانداز دار آویختہ۔

قطعہ

گفتم به عندلیب که آیا چه بوده است + در وصل زار نالی و در ہجر خامشی
گفتا که نکتہ ایست دریں خامشی مباد + کز ذوق نالہ رو دہد از گل فرامشی

نعت

درود بیحد بر تعیّن اول و تجلی امثل اشرف المرسلین خیر خلق اللہ فی السموات والارضین خاتم النبیّین شفیع المذنبیں رحمۃ للعالمین سید الاولین والآخرین سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ اجمعین کہ اطاعتش طاعت حضرت جل وعلا و اتباعش از محبت او تقدس و تعالیٰ **بیت**

ذات او از ہمہ افضل و افضل + ملتش ناسخ ادیان و ملل
دینش قویم و آئینش مستقیم سترعش سہل و نوی و خصمش نا اہل و عوٰی کا خیر الہدی ہدٰی او و ابدی السبل سبیل او **ابیات**

تنہا ہمیں نہ صورت زیبا از آن تست + زیبائی آئینست کہ نازل بشان تست
دُرِّ یتیم را چہ بہا روبروے او + ہر نکتۂ کہ از لب گوہر فشان تست
رفت آنکہ بود ذکر دم عیسوی کنوں + ہر جا حکایت از لب معجز بیان تست
خون گشتہ بہ دلی کہ نجوید رضاے تو + بر دار بہ سرے کہ نہ بر آستان تست

سبب جمع وترتیب

شعر

شنیدم حسرتی بلبل صفیری ✤ صفیرے چند در بستاں فرو ریخت

الا اے شگرفان عالم دانش حسرتی از آغاز آگہی شیفتہ و آشفتہ برخاست دلش

بچیزے آرام نگرفتی و طبعش بہیچ نساختی از نسیم رمیدی و از صبا شوریدی بدستی

شیوہ داشت امّا نہ از می آشفتگی پیشہ داشت امّا نہ از نے باندیمان کم آمیز و از

ناگزیراں درگریز با بیگانہ و یگانہ آشنا و بیگانہ شعر

یاد دارم حسرتی واں آشنا انداز او ✤ وز ہمہ خلق جہاں بیگانہ عنواں زیستن

شور عشق در سرشت و نمک محبت در طینت درد در دل و سوز در آب و گل لاجرم

از سخن دم زد اگرچہ کم زد طوطی آسا آمد سامعہ را زنگار زدود و آئینہ کردار مجلّا نمود تا باید

نشید برخاست مستمع را در چرخ آورد و بر چرخ برد نغمۂ او را ہزار زار در کمین

کبوتر دم افتاد و از بہر سبقت در طوق نالہ اش شارک و ساری را نزاع باہم افتاد

نفس عنبر فشاں داشت چوں عود قماری و صوت درد تواماں چوں سجع قماری

لوائے خوشش غزالۂ وحشی را از رم باز داشتی و صدائے درد آگینش سرو آزادہ را از

چم صفیرش عطرسا آمد و نفیرش روان آسا شیرهٔ جان از سخنش می چکید
و آب حیات از حرفش مے بارید قطعه

هر شب بلبلم رسد خروشے + شاید که شبے رسد بگوشے
گر نیم شبے ربایدم خواب + بیدار کند مرا سروشے

ترنمش صاحبدلاں برغبت شنیدند و دلشدگان بجاں خریدند انجمن ہا از ذکر
او پُر و او در خانهٔ خالی هم بزم دل مجالس از کلمات او روشن و او در کلبهٔ تاریک با
خود ہم سخن و ہم محفل دل شیدا او پردہ داری کارش جان ناشکیبا و از بیقراری
عارش۔ نظم

در عشق گذشته روزگارش + جز عشق نبوده ہیچ کارش
گاہے بادب گہے بہ بازی + مے کرد ہمیشہ عشق بازی

از گرمی بازار بیزار از ہنگامہ در آزار دل شکسته در بسته قطعه

مطرب دمی بہر من در بزم دمن + خانه را در بسته افغاں می کنم
حسرتی بیجا مرا جوئی که من + خویش را از خویش پنہاں می کنم

و ہر گاہ که بمقتضاے بشریت و تقاضاے بدنیت از خلوت به جلوت آمدی
مشارٌ الیه بالبنان گشتی شوراین است و اینت ایں آں چناں بہ خاستی

که تا لعیوق نرسیدی نه نشستی بالجمله بدین ستیز و آویز عهد جوانی بسر کرد و بدین
گریز و آمیز شب شباب سحر کرد عاقبت صبح شیب دمید و روزگار بهم رسید
آتش دل خاموش شد و شورش طبع فراموش رمیدن رم کرد و آرمیدن رو
آورد شوق نواسنجی رفت و ذوق سخن گوئی نماند اما پس از سنین و اعوام گاه گاه
نه آنکه بعد سال و ماه ناسور درونی تراوش نمودے و زخم کهن بتازگی ریزش
فرمودی ایزد تعالی و تقدس را بکدام زبان نیایش کنم که سخن را کرامت
فرمود و باز دل از سخن درهم کرد و سخن از دل ربود و هر دو بار گرانبار منت نهاد
چنانکه در هر نفس صد بار آن توفیق اوست که حالیا بکلی در آشوب خانهٔ گفتگو
بسته در آرامش کده سکوت آسوده نشسته هان ای فروهیده شعار این نکوهیده
اطوار چنانکه با نظم سری داشت با نثر نیز نظری داشت در وقتی از اوقات
مراسلات با صحاب و احباب و اخوان و خلان می نگاشت لیکن از عالی همتی یا تساهل
فطرتی سواد به بیاض نه برد اکنون که زمانهٔ التفات به نظم نمانده زمانه ترتیب
و تبییض نثر خواست لاجرم بدان پرداخت و سطری چند بر سر آن رقم ساخت
اے نظارگی بیناد تماشائی دانا انصاف از تو طمع دارم بخرام و بفرما که آیا قمری
نو آئین نوائے قلم همیں در یک مرغ زار و یک گلشن رامش نموده و کبک نادره

رفتار کلک ہمیں در یک صحرا و یک چمن خرامش فرمودہ خدا را بار دگر بنگر و بگو کہ آیا در ہر خیابان باغ و قطعۂ راغ جلوہ کنانش بداں روش ندیدۂ کہ توانی گفت کہ ہمیں نشیمن جائے اوست و ہمیں بقعہ برائے اوست حسرتی آہ از تو کہ با وجود گزشتن از سیاقت شعر و سخن و تحاشی از صناعت ایں فن سے تنے خشک خامہ ات شکر ریزی کردو ابر سیاہ آمہ ات گہر ریزی یعنی بشہار اندودی و عبارت سیر نمک نمودی حرف بہ گلاب شستی و لفظ بمشک پروردی راست در روغ نما گفتی و صدق کذب ما ناسخن سادہ رنگ آمیز آوردی و بیان واقع شور انگیز مدعی دم مزن و بر آب گینہ من سنگ کم مزن از گفتہ مستغفرم چنانکہ از کردہ تائب اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ **نظم**

در ہزار و دو صد و ہشتاد و سہ ✤ بستم آئیں ایں نگارین نامہ را

آئینہ طبعی بہار اندیشۂ ✤ بو کہ روزے بیند ایں ہنگامہ را

ریختم سیارہ از نوک قلم گلفشاں کردم صریر خامہ را **تبصرہ** دریں دیباچہ ہمہ اشعار راقم ست و در مکاتبات آتیہ مخلوط ہم از نامہ نگار ست وہم از سخن طرازان دیگر امتیاز را مصلحت افتاد کہ بر ابیات خود علامتی نگارش نہ پذیرد و شعار اشعار یاران نام شان باشد و بر حاشیہ رقم شود و بر تقدیر عدم علم از نام از قبیل الفاظ

لا ادری و لا اعلم حوالہ قلم شود و مکتوب اگر اطول است وگر اقصر نامہ نام بردہ شود و

وشمار نامہ ونام مکتوب الیہ در متن ثبت افتد واگر نام مکتوب الیہ از نخست در مسودات

نباشد صرف بر شمار نامہ اکتفا رود وایں مجموعہ لحن عراق نام یافت ورقم سنج

ایں نسخہ محمد الشہیر بمصطفےٰ ختم اللہ لہ بالحسنیٰ متخلص بہ شیفتہ در ریختہ وحسرتی در فارسی۔

نامۂ اوّل۔ بنام نامی جناب مولانا مفتی محمد صدر الدین خاں بہادر آزردہ تخلص

مخدوم عالیجناب سلامت حسرتی نیاز سرشت بہ نازِ نزولِ نوازشنامہ شریف

وشرف وصول رسالہ تازہ تصنیف چناں شوخ شیوہ افتاد کہ سپاس گزاری وثنا

نگاری آئین نہاد مگر از آشفتہ دماغی خود را بورزشِ التفات واز علیل نہادی

بصحت خطاب ارزندہ دید وندید کہ ابر نہ ہمیں در فضائے گلشن بارد و شورہ

زار بگزارد وصبا نہ ہمیں بمشکوئے شاہ مشک افشاں گذرد واز کلبۂ درویش

دامن کشاں گزرد نعم لیکن بندہ اگر از تنک ظرفی گستاخ است خواجہ را از والا

منشی حوصلہ فراخ است نظر بریں قطع نظر از پستی پایۂ خود وعلو درجۂ صاحب

نمودہ ہرچہ در دل است بزبان می آرد کہ بنا میزد ایں گزین رسالہ نتیجۂ قریحۂ

وقاد و ذہن مستقیم وایں نو آئین نسخہ ناسخہ نسخ فلاسفہ قدیم طرفہ زبانی وبیانی وشگرف

شانی ونشانی دارد بحری ست ولّی دری ست ودّری لفظ ہاروت فن معنی شاہد

بهکن عبارت رشیق اشارت دقیق جمل جمیل اجمال تفصیل فقرات فارق اسلوب
خارق انداز اعجاز ابهام اعلام فصل اصل وصل باب مستغنی از فصل گزارش استوار
نگارش بهنجار نقطه شهاب نکته آفتاب تراکیب خوش اسالیب غیرت رخشانی معانی
آبروی آتش یاقوت ریخته و آب وتاب گوهر برده رشک رنگینی مضامین لاله
در خون نشانیده و خون در رگ گل افسرده مبادی را تشریف مقاصد در بر
از حسن آغاز فرخی فرجام جلوه گر خیالات در رفعت سپهر اوج استعارات در
لطافت نسیم موج ربط ربط محبت قطع قطع خصومت ایجاز اشباع اشباع ایجاز
در ادراک بر رخ آشنا و بیگانه باز در بیان مطالب حکمیه صرف فصاحت اختراعیست
شگرف و در شرح مقاصد علمیه بذل براعت ایجادیست نادر به بیل و کلند دلائل
قاطعه ارکان مثل بنیاد نهادهٔ افلاطون از هم ریخت و مشعل افروزی حجج ساطعه
بطلان هیولی چنان روشن شد که صورت از هیولی گریخت و ثاقب ادلهٔ اثبات
جزو لایتجزی هیچ نمای را بسخافت پیرائی حکیم به براهین متنوعه مبرهن شد که
مصرع جوهر فرد بنوعی نه پذیرد تقسیم — والتسلیم مع التعظیم

نامهٔ دوم بنام مولانا مفتی صدرالدین خان بهادر آزرده شعر

ای از نفس خامهٔ مشکین رقم تو + نسرین کده در جیب و بغل باد صبا را

بورود والانامه ولاآمود بانثر نثره نثار و اشعار شعری شعار اندازهٔ اعتبار خویش بر
گرفتم و حد مرتبه نظم و نثر دانستم آن سینه را بیک ایمن نورانپاشت و این دل را
بیک سحر فروغ شید آگین ساخت آن بخود شوق نمود و این بهستی دانش افزود
بران سرم که پارهٔ از وصف همایون نظم و خجسته نثر رقم کنم که عرصهٔ سخن فراخ ست
و طبع من چالاک یک دو سه جولان شوخ را وقفست ولی ترسم که بکیش اغراق گویه
و دیگر بیش غلو خوانند وندانند که اگر مهر را مهر و ماه را ماه گفته شود چه غلو و کدام اغراق تواند بود
گل را رنگی و بوی هست و مُل را اثری و ذوقی اگر گل را برنگ و بوی و مُل را باثر
و ذوق ستایند چرا کسی در شگفت زار افتد لاجرم از طرز شاعرانه می گذرم که چنین
نیرنگی احتمالها با اوست و سخن ساده و بی رنگ می گزارم که در بارهٔ نامهٔ راستان
مدّ نخستین بنام او توشیح یافته ها و بها طرفه ارج و جاه در بارگاه مبدء فیاض
نصیب بخت بلند حضرتست که نه همین یکره که صد ره دیده ام تشریف شریف ایشان
دیگرست و تشریف دیگران عرفی و طالب را درین زمین نظمی ست و هم شمار نظمی
این دیگرست و آن دیگر **بیت**

کم افتد چنین نکته پرداز کم + که تا زند از و لفظ و معنی بهم

تا زنم بدم گیرا و نفس با اثر کا افسرده طبع مرا گرم گفتار ساخت تا این شورش انگیز

سخن از دیدہ بدل رفت دل چناں لعل در آتش گشت کہ تا دیدہ ہنگامہ گریستن بلند آوازہ نکرد دمژہ راہ ورسم ابر بہاری تازہ نکرد واز بیقراری نہ نشست واز بیتابی برنخاست بیخبران چشمک مزیند میدانم درمجلس اعجاز دم از افسوں باطل زدن نہ رواست اما چہ کنم چکیدۂ دل است وتراویدہ جگر نہفتنش نوعے از جفاست لاجرم عنان ادب رہا می کنم ولب بہ تکلم آشنا می کنم **مطلع قصیدہ۔**

زیں بعد ما و در غم دل ناگریستن ❊ گشت آشنائی نرگس شہلا گریستن

نامۂ سوم بنام نامی نجم الدولہ مرزا اسد اللہ خاں بہادر غالب تخلص خورشید پایہ صاحبا شبے اندیشہ جہاں پیما فراز فلک خرامید تا نظری بر خوب وزشت گیتی تواند افگند از ذرہ تا مہر واز خار تا گل ہمہ را سر بسر نگریست ونہ نگرستنی بحضور بلکہ بدیہی را درلباس نظرے جلوہ گر ساختہ نظارگی آمد ہر چند اگر بر عکس رفتی ہم بہ نیروی حدیث خداداد بیراہہ نشتافتی ونے جادہ خرام نیفتادی اما پاس زبان بندی کوتہ نگاہان وبجا آورد فرمان حزم بر اں داشت کہ بایں طریق چالش فرمود خاشاک خشک برنگ سبزہ خرم مطرح نظر شد وپشیز ناچیز گوہر یک دانہ منظور نظر جلوہ گر چوں آمیزۂ غسائیس بایں پایہ دریافتے کہ دیو دژم ہیکل بکرشمہ شاہد نازنین وآتشیزہ ملمعۂ شمع بود چہ پرسی از شرائف وجلائل کہ

ہر یکے ازاں در نگاہ غنج و دلال یوسفی داشت و ہر کدام بنظر فریبے و دل آرائی حورے بود از فردوس فرود آمدہ یا پری نقاب از رُخ برگرفتہ ولی ازینمیانہ متاعی کہ با دوستی ہم ارزش و کالائی کہ با محبت ہم بہا باشد مشہود نشد گوہرے بایں تابانی و اختری بایں رخشانی منظور نگشت خورشید پیش فرۂ نورش شب تیرہ شناس و از ماہ کمتر پرس محیط نے ساحل و رجنب جزر و مدّ طغیانش شبنم گیر و از دجلۂ بغداد کمتر گو گبر اگر پرتوی از فروغش دریابد بر شعلہ آذر گمان وود جحیم برد و بلبل اگر لمعۂ ازاں تجلی کسب کند آتش گل را ہم جلوہ انگشت شناسد چوں ازاں نافہ شمیمی شکیں نہ یافتست اگر ہمہ مجنونستی خود را در چشم لیلے نوفل شمار و چوں ازاں شکرستان ذوقی بکام تو نیست گو ہمہ پرویزستی شیریں را ازان حریف پندار فذلکۂ سخن چوں نگاہ بخود افگند دریافت کہ پیش ازانکہ روزنہ از شبستان آگہی کشادہ گردد مہبط ایں نور و مورد ایں تجلی بود بسجدہ افتاد و بسپاس رفت و ترانۂ شادمانی برکرد و زمزمۂ نشاط بلند آوازہ گردانید و افزونی ورزش ایں فرخ شیوہ از خداے درخواست و پیش آورد ضوابط و رسوم آں را ابجدّ ے تمام تر خواہندہ آمد روشنی پذیرفت کہ علاوہ علاقۂ معنوی مراسم صورے را در افزایش مدارج اتحاد دستگاہی دیگرست لاجرم بہ نگارش نامہ مبادرت نمودہ شگفت کہ مخدوم بریں زلّت نگیرد دل آزردہ طبع

حریص است کہ لختے گلہ از درد دوری سرد ہد و دلی خالی کند امابسی بے نسبت است چہ آنجا جز در رقم سنجی و ربہیم وامید دارد وایں مایہ جرات را نیز واز کجا خیز د شعر

حسرتی نونامہ آرائی دست پا سخ طلب ٭ زود بربال کبوتر بند مکتوب مرا

والسّلام

نامۂ چہارم بنام نواب عبد اللہ خاں بہادر قطعہ

باد آمدہ و طرفہ روح پرور آمد ٭ شاید کہ در آغوشش گلِ تر آمد

نے نے ز سر کوچۂ نواب است ایں ٭ کے باد چمن چنیں معطّر آمد

نامۂ دلکشا وصحیفۂ عم زدا چوں رایحۂ گل ونوائے بلبل طرب افزا ونشاط آما آمد نالۂ شور انگیزم شیریں تر از نغمۂ مرغانِ چمن گشت وفغان درد آمیزم نمکیں تر از خندۂ گل ہائے گلشن سینۂ پُرداغ لالہ زار شد ودم سرد غیرت نسیم بہار گرد سرم چوں خاک پائے خوش نگاہاں سرمۂ چشم اہلِ نظر گشت وہاہای من مانند نغمہ ہائے زہرہ اندازاں دلنواز وجاں پرور ہودج غم عماری دلکشائے لیلی شد و بیت

حزن حجابۂ یوسف نگار زلیخا آرزو چنا ہار نج حرماں از اندازۂ شرح افزوں است ودورۂ ہجراں از حد بیان بیرون فغاں از نوائر افغاں کہ کرۂ ارض کرۂ نارست و آہ از دود آہ کہ عرصۂ گیتی چوں گور منافق تیرہ وتار سیل سرشک زورق ہستی را در گرد طوفانی ساختن است ودم صرنالہ نہال وجود را در صدد از پا انداختن قصہ مختصر لب خامہ

من کہ بہ بہر بیان قادر است دریں راہ عاجز تری از و نیست ناچار طریق طول می گزارم و دعا بجائے نالہ بر زبان می آرم تا چرخ نیلے مہر بانہ سرشتان بکین است مہر گرم آن آفتاب سپہر برتری ذرّہ نواز باد و تا گرد ارش گرغم گداختگان را در کمین است صولت خشم آن شیر بیشۂ دلیری اعدا را جان گداز باد پایان ربیع نخستین سال ہزار و دوصد و چہل و چہار نگارش یافت - **نامۂ پنجم** بنام نواب عبد اللہ خاں بہادر والا گوہر اُدر بے بہاے بحر سخن سنجی و سخندانی زر کامل عیار خزینۂ معانی گنجینۂ فصاحت ذخیرۂ بلاغت یعنی صحیفۂ عنایت آمود رقیمۂ رافت اندود مانند سادہ رویان نوخط با داے جان فریب و کرشمۂ دلربا نزول اجلال فرمودہ با مسرت ہمدوش و با فرحت ہم آغوش گردانید زہے نامۂ کہ بیاد بیاضش سودۂ الماس خاصۂ کحل الجواہر گیرد و از سیاہی سوادش چشم اعمی نور پذیرد ہر حرفش گلی ست کہ نظارگیش عندلیب وار گرم ثنا خوانی ست و ہر لفظش گنجیست کہ مملو از جواہر زواہر مضامین و معانی ست عبارتش خوشنما تر از زہر نبات اشارتش گوارا تر از شیرۂ نبات نقش تدبیرے کہ در باب حفظ از شر اعادی بر صفحۂ صحیفہ دمیدہ بود بہ ارزش ارژنگ مانی جلوہ نمود مگر با پیش از تدبیر تقدیر کار کرد و اجزاے آں جمع پریشان از ہم ریخت و شیرازۂ جمعیت آں قوم گسیخت المنۃ للہ کہ ظفر بمطلوب رونمود و فتح الباب مقصود ظہور فرمود چوں زمان شکر زماں نزول رحمت ست

همان به که دعائے اجابت تاثیر بر زبان آید تا تیر بر نشان آید تا کار فلک است
یکے را منصور و دیگرے را مقهور کردن آفتاب بخت آں کوکب درخشنده برج
جلالت کالشمس فی رابعة النهار جلوه آرا و نجم طالع خصم چوں ماه آخر باه تیرگی افزا
باد ماه جمادی بود از سال هزار و دو صد و چهل و چهار که بقلم آمد **نامۂ ششم رباعی**

ای نرگس تو کرشمه ساز آمده است + طرز نگهت فسوں طراز آمده است
گوشے بحدیث نه که همچوں مژه ات + افسانۂ حسرتے دراز آمده است

ناوک غم که چوں تیر غمزۂ دلنشین است در ته جگر نشسته نفسے بے تپش نمی گذارد و
نائرۂ اندوه که برنگ شعلۂ عذار آتشین است در مغز جان افتاده دمے بے تلوسه نمی
دارد شکستگی دل زبدان درستی که زلف پرشکن است پیچ و تاب نخوت و بیقراری طبع
نه بدان عظمت که فطرت شوخ ترا عزت از جانب و حلقۂ چشم از سرشک خونین شهد
مانا و سینه از تف آتشیں کورۂ حدّاد آسا شربت شیریں خیال وصال تدارک تلخی
زهر فراق نماید و زلال عذب هوائے دیدار چارۂ تشنه کامی شوق نفرماید زمزمۂ
درد آلود زیاده بریں سیر آهنگ کشیدن بر خاطر نازک گراں شمردم و رشحۂ
سحاب لطف در دل پر داغ گلهائے سپاس دماند بجیب و کنار نامه افشاندم
آری خواجه در انعام مجبور است و بنده در شکر ناچار گل در شگفتن مجبول است

وبلبل در نغمہ بے اختیار اگر خورشید جہاں فروز پردہ از رخ نکشد علاج حرباچیست
واگر شمع شب آرا انجمن گرمی مہر جلوہ گر نشود دلسوز پروانہ کیست **قطعہ**

مرحبا اے چمن طراز امید
کہ گلِ مدعا فرستادی
نفحۂ از حدیقۂ احساں
بمشامِ دلا فرستادی
نائی ناہید و لغمۂ داؤد
براہلِ عزا فرستادی
سازو برگ ہزار عیش و طرب
بدلِ بینوا فرستادی
بہر جاندادہ کرشمۂ خویش
غمزہ دلربا فرستادی
از پئے تیرہ روز خود شب غم
شمع نور و ضیا فرستادی
بدماغم ز زلف عطر فشاں
نکہتِ جانفزا فرستادی
بعلاجِ شکستگیٔ خمار
بادۂ غم زدا فرستادی
بطلبگار دولتِ وصلت
نسخۂ کیمیا فرستادی
اے ز بلقیس بہ بسوے گدا
ہدہدی از سبا فرستادی
خستۂ درد دوری خود را
لطف کردی دوا فرستادی
صندلِ خاک کوچہ خود را
بجبینِ وفا فرستادی
از رہِ جود تحفۂ شاہی
بہر چوں من گدا فرستادی
بنوازندگان ساز غمت
نغمۂ مرحبا فرستادی
دوستاں را نواختی لبسلام
خستگاں را دعا فرستادی
اینکہ سامان صد ہزار ستم
ارمغاں چرخ سا فرستادی
ہیچ مے آیدت بخاطر تو
حسرتی را کجا فرستادی

نامۂ ہفتم بنام حکیم محمد مومن خاں صاحب نفس امارہ کہ ہر نفس عشوہ دیگر در کار ایں

شیفتۂ خیالات درہم و فریفتۂ نیرنگ ہائے وساوس نژندی کند نہ آغاز سخنش را
غایتے در پیش است و نہ بدایتش را نہایتے آزلچس لب مقصود جام یزداں فراموشی
پیمودن است و داروے بیہشی در کام کردن بنگر کہ ایں زماں بہ بہادر نکتہ داں
نامہ نوشتن فرمود سادہ دل من کہ بہ نیرنگ او نرسیدم و خامہ و آمہ طلبیدم و ندیدم
کہ ہر لمعہ کہ در نورانی ضمیرش آفتاب فروش است ساحت خاطر تیرۂ مرا اشرق زار کردہ او
کہ بر من در ہر باب بیشی و بیشی دارد از کجا کہ بایں دید و دانش بخواہد بود و گرفتم کہ
خود بینی از اخوان روزگار مستعار گیرم و برادر از خود بہتر را بایں مایہ و پایہ نہ پذیرم
خدائے را بگو کہ کدام سر مکتوم و خوار اعلان است و کدام راز پنہاں سزاوار اظہار آوخ
کہ مرا دل آگاہ دادند و بانایں اہرمنی خیالات را در دل راہ دادند آلہی از دست
ایں دیو ہمہ رنگ دریور ہائی دہ و از ہمہ بیگانہ کن و بخود آشنائی دہ۔

نامۂ ہشتم نثر مرجز۔ نامۂ عنبریں شمامۂ یار۔ راحت روح ہمچو راح رو دلح۔ شورش
انگیز ہمچو جام غبوق۔ لذت افزا چو لعل شکر خا۔ نمکیں تر ز خندۂ دلبر دلربا نزز عشوۂ
شاہد۔ قاصدی تیز تگ نسیم صفت۔ در زمان خوش آمد و آورد۔ خاطر من
شگفتہ شد گلگل مست گشتم ز شادمانیہا۔ بہرہ بردم ز کامرانیہا۔ غزل تازہ خواستہ
است از من۔ من کجا و کجا غزل خوانی۔ حسرتی را اگر ہماں داند۔ می ندانر کہ حالم

اکنوں چیست - نام شعرم ہمی گزد جان را - ذکر بیتم کند ز خویش بردن - گرچہ فرمان

برت ہمانم من - لیکنم دل نمی برد فرمان - چہ کند مضطر و پریشانست - دیدہ باشی

رم غزال ز دام - ہمچناں سر نہ جیب می ورزد - گر بہ بخشی ز تو شگفتی نیست - ور بگیری

بگیر حکم تراست - نامۂ نہم بنام نامی مولانا مفتی صدر الدین خاں بہادر آزردہ در

تعزیت فرزند شان کہ بعد روزی چند از ولادت درگذشت ہاں آرزوے

خون گشتہ لختی بجال دیدۂ غنودہ پرداز کہ بہار ایں باغ را متر صد دیدنست وای

نالہ بہم سرشتہ نفسی با دل مایوس ساز کہ نغمۂ ایں عشرت کدہ را آرزومند شنیدن

گوے ہنوز ناوک ایں نواے جان خراش دلدوز نشدہ کہ گل نو رسیدہ بہارستان

امید پیش از انکہ چشم تماشا رنگین کند تاراج خزاں رفت و ثمر نورس روضۂ

مرادانان پیشتر کہ کام جان شیریں سازد از شاخ بر افتاد شعر

عہد گل فرصت بر ہم زدنِ چشم نداد * سخت رحمست بچشمیکہ تماشا طلبست

قطع نظر از خوں چکانی ایں دشنۂ زہر آب دادہ برق نالۂ جناب مولانا چہ بلا جانسوز

است دم گرم را شرارۂ جہنم می کند و نم اشک را بحر عظیم زخم جگر را بدشنہ میسر باشد

و نمک براں می پاشد دل بیقرار را تپش مرغ بسمل تعلیم سازاست و جان

بیتاب را ہر دم فزوں تر از دم دیگر طاقت گداز شعر

آں خدنگی کہ جگر دوخت مرا ٭ حالیا در پئے جاں افتادہ است

رسم قدیم است کہ در حال شدائد اضطرار بحکایت تلخ اصطبار مذاق جان را مرارت آلودمی کنند امّا از عہدہ چیزے کہ خود نتواند برآمد تکلیف دادن مشک را ارمغان ناسور فرستادن است میدانم کہ باچنیں از خود رفتگیہا بیاد آمدن مضامین بشارت آیین شکیبائی محال است و دریں و فور اضطراب بدل گذشتن عبارات عتاب آمیز جزع خیال یارب مگر الہام غیبی مضمون اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا بدل اندازد و آمید نعم البدل زمزمۂ تلافی مافات بلند آوازہ رساند وچہ دور است کہ بناے ایں شورش کدہ وابستہ بہ تلوّن است عیش را باغم ربط دیرین است ونوش را با نیش التیام کہن خداوندا تاکہ ساقی دہر صاف طرب و دُرد درد و بکاسہ جہانیان ریزد شراب بیغش خرمی جاوید وقف جام تمنّاے خدام مخدوم عالی مقام باد در جمادی دوئیم سنہ ہزار و دوصد و چہل و شش ۱۲۴۶ نوشتہ شد۔ **نامۂ دہم بنام نواب عبداللہ خاں بہادر** آرزومند نوازا آرزوے حسرتی ناشکیبا ہمہ آنست کہ ہمہ دم در حضرت خدام کرام بسر برد و آنرا گرامی وسیلۂ برومندی آبرو و سترگ ذریعۂ تنومندی آرزو شمرد امّا چوں تقدیر چنیں رفتہ باشد چہ کند کہ نیروے تبدیل اختر و تغیّر سرنوشت ندادہ اند و ازیں جاست کہ درگذارش اشتیاق باوجود دلے اثرہا

بیجا باست ولجتی کہ از درازنفسی کوتہ نظراں حجاب آمود بود و بالتفات مخاطب مستغنی
عن الخطاب وارست اعمی اہداے مجرب لسخہ مرہم زخم دوری آزمودہ حرز تپ
ناصبوری خرم گل بہارستان شگفتہ بیلے نے بیعش بادۂ مضطبہ سخندانی اختر برج بلاغت
گوہر درج فصاحت کہ عبارت از گرامی صحیفۂ جان نواز است و استعارت از عظامی
رقیمہ دل از غم پرداز زبان فرومایگان مشیت معارض بر بست شوق منفعل را حیلہ
ہنگامہ آرائی بدست وجذب نے اثر را بہانۂ عذر آفرینی وست ہم داد تعالی اللہ
نامہ کہ ہم چشم را لذت دیدار وہم گوش را ذوق گفتار بخشید ہمہ خیرتم کہ از شکر گذاری
عبارت گویم یا بشکر باز آوری پردازم یا از درد ہجر حرفی سرکنم یا بشکایت ناکردہ
ملاقات عانم آں دیار شدن زبان درازی سانم **بیت**

یک دل وخیل آرزو دل بچہ مدعا نہم + تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

تاخیرے کہ در ارسال عجز نامہ رفتہ معاذ اللہ کہ از تغافل باشد وتقصیرے کہ در ابلاغ
نیاز عرضہ روداده حاشا کہ از تساہل باشد بلکہ اثر آں بود کہ در زمانیکہ خاک دہلی
بمین گرامی مقدم افسر سرمہ صفائی داشت تمنا نامہ از و الانظر گذشت کہ مشتاق
ہمہ تن چشم را از دیدار محروم نباید گذاشت وینکو صورت است کہ جہانگیر آباد در قرب
طریق حرکت است اگر ازیں رہگذر بگذرند و طریق ثانی بگذار ند جا دارد نوشتن

پاسخ ونگذشتن ازیں راہ آشکار نمود کہ از صراط مستقیم محبت گذشتند وبمعنی بیراہہ رفتند اگرچہ بصورت براہ راست رفتہ باشند شکایت ہا در دل انبوہ وبرلب گرہ انفعال بلاست **بیت**

خجالت می برم از نامہ ہائے بے جواب خود + کہ بار خاطر آں رخنۂ دیوارے گردد

طرفہ کاریست شکوہ آں زمان برزبان آمد کہ وقت سپاس بود محبت را کارہاست محبت از ہر دو جانب درمزید باد حصار ختامہ وکان اتمامہ حادی عشر رمضان سنۃ ثمان واربعین بعد مائتین والف من ہجرۃ خیر الورا ے علیہ التحیۃ والثنا ۔ ۱۲۴۸

نامۂ یازدہم ایضاً بنام نواب عبد اللہ خاں بہادر فلک پایہ داور اگرفتم کہ حرمانم از بزم وصال خواستۂ آسمانست باخدام ستیزہ نشاید آورد اما بنامہ نشا دلنفرمودن را تاویل چیست وبہ پیام یاد ننمودن را توجیہ کدام واگر ابہیم بچہرخ واجم حوالہ رد انعتبار مذہب جبر است وہرگاہ شید آہرمنی نفس از نورستان اعتدال کہ طریق اشاعرہ است بہ تیرہ جائے ضلال بر وتخصیص عشر نکدہ جبریان راچہ سبب قدسیان را نیز بارگاہ فراخ است پس پیشین گلہ را فکر جواب مے باید کرد وانی لکم ذلک مخدوم را کار مشکل افتاد وفکرت پسندیدہ پسند دلنشین پاسخ نشان نداد لاجرم از حجاب آں طبع نازک شرم داشتم وازپردہ داری پردۂ سخن درگرفتم ماہی

بسرآمده باشد که رنجور صحت دم و پر رنجور اثر درگذر بود نالہ دسو تاثیر دعاے سعد بن ابی وقاص آورد جلاب پزشک ہم اثر آب خضر برآمد مرض نقاب بر روئے درزم فرو ہشت صحت نقنعہ از رخ فرخ برکشاد فرجام ناتوانی ہم برخاست نیروی نشست و خاست ارزانی شد اید و ن کہ آرامشکدہ آسودگی بتصرف داشت بحکم وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ حکایت رفع زحمت ذیل صحت کہ رحمتی ست سترگ ونعمتی ست بزرگ ضرورت افتاد زبان بگذارش آں برکشاد امید کہ زلال عافیت بہرہ وگیتی در آبشخور بہرہ باد

نامہ دوازدہم بنام احترام الدولہ حکیم احسن اللہ خاں صاحب در تعزیت والد بزرگوار شان سبحان اللہ بناے ایں گلستان چہ نااستوار نہادہ اند کہ بجنبش نسیمی شاخ از درخت وگل از شاخ فرو ریزد و نہ ہمیں برگ بر د شجر و ثمر در ریختن وافتادنست کہ خود ایں بساط بر روے آب فرو گستردہ چوں حباب از روے دریا درگرد برچیدہ شدن پس اگر گلی بتاراج خزاں رود چرا شگفت نماید لیکن طرفہ رنگ آمیزی نقش ونگار ایں فریبندہ ایوان است وکوتہ نظری تابنیش دست گماں کہ چوں نقشی سترہ شود تہی بودن جاے آں نقش زشست در نظر آید و پے برند کہ نقاش را در زدودن نقشی چہ سرست وباعبا نرا در برکندن نہالے چہ راز اما ایں روش عوام بے جادہ خرام است نہ طریق خواص

با اختصاص و مخاطب مرا لفضیلت قدسی وی به پیش آمد سانحہ ناگزیر وفات
غفراں مآب کی ہیرا ہہ رود فلاطون را بمرگ پدر نوحہ زن نیافتہ اند و ارسطو را بماتم
پسا در جامہ دریدہ سخن دراز کردن دریں مدعا نازیباست کہ از قبیل دانش آموزی
لقمان بخاطر نگذرد لاجرم بیش ازیں ننوشت و نامہ نوشت **نامۂ سیزدہم**

ایضاً بنام احترام الدولہ حکیم احسن اللہ خاں صاحب کہ با وجود نا معقول داشتن عذر
نارسیدن در بزم شادی گلہ مند بودن خود بقلم آوردہ بود ند در رفع اشکال وارد
کردہ شان تحریر یافت با ستارہ در ستیز بودم و با فلک در جنگ کہ از چنیں فرخندہ
بزمم ناکام داشت اکنوں گلہ سپاس آلود است و شکوہ شکر اندود کہ از لطف
وصال محروم نگذاشت مکرّما انتساب جرم بمن وانداں در گذشتن کہ برزبان
خامہ لطف شمامہ رفتہ اگر نہ ایں شعر در نظر بودے شعر

تا منفعل ز رنجش بیجانہ بینمش ❊ می آرم اعتراف گناہ نبودہ را

گناہ ناکردہ بخشیدن ثابت می نمودم اکنوں کہ شب را روز و شام را صبح و خار را
گل د سرکہ را مُل تسلیم نمودم چہ حاجت کہ پرسم خورشید را با شب چہ کار و سحر را
با تیرگی چہ علاقہ نزاکت گل را با درشتی خار چہ پیوند و ذوق مُل را با بیزگی خل چہ ربط
لیکن احتیاط کار فرماست کہ شرح ماجرا اولست انحاد تاریخ ترسیل و ورود و اتحاد

نامہ کہ محال بخیال آمدہ منشا رشبہ گشتہ خیالیست او ہن ہن نسج العنکبوت پنہان مباد کہ در ماہ گذشتہ خلاف افتا وجمہور براں بودند کہ ہلال ذیقعدہ بروز بست و نہم شوال جلوہ گر گشت وبعضی روز سی ام را اسلخ می دانستند و مقبول اہل جہانگیر آباد قول اول بود واکثر ارباب شاہجہان آباد را بتقریب ملاحظہ تواریخ مراسلات شان با خود موافق یافتہ ایں بود کہ بست وپنجم ذیقعدہ بر عنوان مکتوب مکتوب گشت نمی دانستم کہ ملازمان بقول مرجوح گرویدہ اند پس بحسب حساب مختار خدام بست وپنجم بست وچہارم خواہد بود دریں حال رقیمہ مرقومہ بست وپنجم از جہانگیر آباد بہ بست وپنجم بدہلی رسیدن از مستبعدات نیست فضلاً عن المحالات کما وقع والسّلام مکتوبہ سوم ذی الحجہ سال ہزار و دو بست وچہل و نہ ۱۲۴۹ **نامہ چہاردہم**[۱۴]

بنام جناب مولانا صدر الدین خان بہادر آزردہ خواجہ بندہ نواز سلامت باچنیں شوقیکہ من دارم ندانم سدّ راہ کیست وبا ایں بیطاقتی تاب شکن حیرانم کہ باعث ضبط چیست مگر تغافل خدّام از فوز ایں نعمت محروم پسندیدہ کہ تا مقناطیس بخود نکشد آہن را بشرف پابوس سر بفلک کشیدن محالست و تا شمع چشمک نزند پروانہ را ہوس گرد سر گردیدن در تہ بال اکنوں کہ لختی بوے التفاتی می شنوم مژدہ ایست کہ زود رنگ انجمن رشک چمن می بینم **فرد**

چوں بوئے گل بباغ برد عندلیب را ✣ لطفش ببزم دلکش او حسرتے کشد

بعد عمری جاں نواز نامہ نواخت و پس از دیر باز سامی صحیفہ در نظر خویشم گرامی ساخت ہر چند شکر و شکایت سزاوار است امّا خامشم کہ اجتماع ضدین بیرون از حیزّ اختیار است درباب فتحباب جانب حریم نواب حمید الدولہ بہادر کہ فرمان رفتہ است درونداد ون فتوری در بستان سرا بر زبان آمدہ ابواب تعجب کشود کہ ملازمان چرا با جابت سوال در لطف بر روے شان وا نمودندو رنج انتظار فرمان این فرمان پذیر بمو کلان آں بروند منکہ بفرمان شما رخنہ در کاخ رویئن و سوراخ در سدّ اسکندر کنم تا بایں دیوار گل چہ می کردم قصر اگر قصر بہشت است و باغ اگر باغ جنت از دوستاں دریغ داشتن روا نیست کہ رخنہ در بنیان مہر و وفا بیفکند کہ اصلاح آں سہل است و درستی این مشکل و دشوار را بر آسان پذیرفتن شرط خردمندی نیست تا مقتضاے محبت و وداد چہ باشد والسلام بالوف الغرام در ماہ حج سال ہزار و دویست و چہل و نہ بساعت اول آخر ایام تشریق بقلم آمد **نامۂ پانزدہم** سبحان اللہ مشتری گوہر جوی در فروشندہ خزف ریزہ در دکّان پیش آوردن پے آزرمی در د برتافتن نافرمانی بخشش پذیرا افتاد کہ دویمین نامقبول تر بود **مصرع** گر قبول افتد زہے عزو شرف -

غزل

مزن طعنه کاین نقش مشکل نشیند
که بر تربت کشته قاتل نشیند

نه خود را که از ره برد عاقلی را
حکیمی که در فکر باطل نشیند

همه عمر خود را بحسرت فروشد
در آندم که کس از تو غافل نشیند

کشم ناز آهی که از سینه خیزد
دهم داد تیری که در دل نشیند

تو بر دام خود تکیه داری وگرنه
ندیدم که صیاد غافل نشیند

ز پیش تو فرزانه دیوانه خیزد
به بزم تو دیوانه عاقل نشیند

بجوئی جز ابری که گوهر فشاند
بکوئی براهی که سائل نشیند

چو رامم کنی فارغ از من نباشی
که آسان رمد آنکه مشکل نشیند

فزون از دو دم خسته در خون نغلطد
بگوئید کاسوده قاتل نشیند

کنون حسرتی چون تمامست کارش
ز خلوت بر آید بمحفل نشیند

نامهٔ شانزدهم مصرع باما بالتفات نهٔ این چه ماجراست - تغافل از حد گذشت تحمل را مجال نماند چه کرده ام که چنین می رود ندیده ام که خواجه بندهٔ را باین ناروا روش پرورش فرماید نشنیده ام که دوست با دوست بچنین تیره و تیره زیست نماید خدارا این نو آئین آموز که بود این شیوا شیوه طبیعت

جرأت پسند از کجا ربود علاج بمثل نیز قسمی از معالجه است هم بر ان جاده خرامش
هیچ خواستم امّا ازیں ژرف نای گذشتن را تاب کو **بیت**

اگر تو فارغی از حال دوستان یارا + فراغت از تو میسّر نمے شود مارا

نامه ششدهم بنام نواب عبداللہ خاں بہادر پایہ افزا صاحب والانامہ آمد و مژدهٔ
اعتبارم داد اگر موالات پذیرد جاه دگر وهد وارج دگر فرمان رفته است که عطیه
بلا شرط خدمت که فرماں روائے میرٹھ برائے مفتی محمد قلی صدر الصدور ازیں رو که باد
دل خوش ندارد بیخواستگاری او ازا هالی صدر خواسته است بعالیخدمت باز
گویم بدایت ایں حکایت خود بر ضمیر منجلی نظیر عکس افگن شده است بنا بران سخن
از ماجراے نشنوده میرود که ارباب صدر چنیں پاسخ باز دادند که ایں آرزو تا از
زبان متمنی بر نیاید بے استدعائے مستدعی امری صورت نمی بندد و کاری نمی
کشاید دستش نه بسته اند و قلمش نشکسته چوں خواهش از قبل حاکم من تلقاء نفس
خودش بود نه تمنائے مفتی بعد ازیں مصلحت ندید الا سکوت فسبحان من بیده
الامر وله العظمة والکبریاء والجبروت و از اراجیف عوام دیگر نیز هست که
پذیرفتن نشاید و نوشتن نباید با لجمله هنگام در خورد با حاکم در مطلب مطلوب فکری
و پیشگاهش ذکری می کنم خاطر آئینه آئین جمع و تابش لمعهٔ اقبال جگر سوز شمع باد

[illegible]

مستہلِ شعبان سنہ ہزار و دو صد و پنجاہ و یک بضبط تحریر آمد **نامۂ ہجدہم**

ایضاً بنام نواب عبد اللہ خاں بہادر شتاقنوا از احدیث شوق کہ گزین داستانی ست
از کارنامہ عشق نہ پنہاں دست فرسود روزگار شدہ کہ تمنائے کوہکن بوصل شیریں
باور نکردن از بدگمانی باشد بدگمانی را آں مایہ روز بہ بازار کہ در عداوت دیوانہ
بخدا باشا ہدی خاطر شکسا ندو ساختن در چار سوے سادہ لوحی شائستہ منزلی
بدست آوردن است پس مرا چہ افتاد کہ در پوستین خویشتن افتم و گروہی را بسوے
سوء ظن خوانم و قومی را سادہ دل لقب نہم گرفتم کہ لختی دل خالی میشود و مرا دل وارستہ
از نیک و بد زمانہ و خاطر فارغ از ردّ و قبول روزگار و ہرگاہ سود و زیان خود جمع
و پریشان نکند دوستان را چہ محل شکایت و دشمنان را چہ مجال سرزنش امّا
ننگ تنگ حوصلگی را چہ درمان ہماں بہتر کہ راز درون در میان نہم و جہانی
را در عرصہ اختلاف گذرند ہم مرا کہ چمن آرائے ایتلاف و آشنائی کردہ اند حیف
باشد کہ خارزار مخالفت و بیگانگی پیراستہ آید مسیح را دم جاں بخش دادہ اند آزار
مردم نہ ہد خضر را بلد راہ آفریدہ اند غول طریق نگردد سعادت را بال ہما بستہ اند
برائی بوم نزدد **فرد**

گویند حرف شوق ز معنی تہی ست پس ✣ اے حسرتے کنوں سخنے مدعا کنم

روزگاریست کہ ہمایوں نامہ دل را بنور چشم را فروغ و خاطر را فراغ کم می بخشد
سر را بسجدہ دوست را بہ تسلیم و زبان را بسپاس کنہ گستاخ می کنہ گناہی نرفتہ
است پاداش چہ است **بیت**

یارب چہ کردہ ایم کہ مخصوص جان ماست ٭ ایں تیغ زہر دادہ کہ نامش تغافل ست

داستان ہفتی محمد قلی بنمطیکہ گوش از شنیدن سر برنتابد و دل از پذیرفتن بستوہ
نیاید در نامہ سابق گذاردہ آمد **مصرع** دگر ہر چہ گویند افسانہ است -
افسانہ دراز شد و نہ اینقدر فرمان وقت بود و شوق سگالد کہ ہنوز سطرے از کتاب
نا نوشتہ آمد و من در حجاب کہ بیصرفہ زحمت دو تن رفت لازم متعدی گشت
خامہ افگندم و نامہ نوزدیدم سلام سلامت انجام پذیرا باد - **نامۂ نوزدہم**[۱۹]
بنام نجم الدولہ مرزا اسد اللہ خان بہادر غالب کہ گلشن بیخار تذکرہ مولفہ راقم طلبیدہ
فرمودہ بودند و ہنوز با تمام نرسیدہ بود و جزوی چندہا وجود نا تمامی ارسال یافت
سخن پناہ سخنور امیدگاہ سلامت اگرچہ از دیر باز میدانم کہ ملازمان را بسوئے سفینہ
کہ بعرق ریزی فکرت پریشانم ورگرد فراہم آمدن است علاقہ خاطرے ہست
اما در آں بزم کہ می رسید شگی چند فراراہ داشت یکے آنکہ عرض خزف نے جوہر در
نظر مشتریان گوہر نہ اندک تشوّر است و پیش آوردن متاع کاسد رپیش خریداران

سرہ نہ کم خجالتست دوم آنکہ ہنوز تشریف تمامی در بر نداشت بسا سخنور کہ سخن شان
بنقطۂ انتخاب توشیح نیافتہ و فراوان زبان آور کہ ترجمۂ شان بضبط تحریر نیاید
اکنوں کہ آوازۂ کہن التفات بتازہ آویزۂ گوش گشت تامل را محل نماند حجاب در
نقاب شد ایں نوخاستہ شاہد شوخ و شنگ **مصرع** نیم پوشیدہ حلۂ بیباک
دراں انجم انجمن جلوہ گری می کند دریں صورت اگر بدلے جا نکند صورت دارد وبا
دارو اما سخن را باآں او اشناس سخن نسبت قیس و لیلی ست اگر لیلی در نظر دیگراں
حسنی ندارد از کجا کہ دلربائے قیس ہم نیست **مصرع** عاشق بہ ہیم جلوہ سراپا شناس تست

تتمہ

نامہ بستم بنام حکیم محمد مومن خاں صاحب مومن تخلص - گرامی برادرم مہر آگیں
نامۂ مہر جلوہ پرتو انداخت نوید روشن ستارگی آورد ستایش گریہا میخواستم
روے دل ندیدم کسے را کہ زمانہ مدحت سرا باشد مرا چہ افتاد کہ تہمت ابنازی
برخود بندم فرمانست کہ فرمانندہ مراد آباد را نامہ بنگارش آید خود از دیر بازم در سرست
باد وداد جستجو ہا جز اینقدر کہ ہم اختر ہفت اختر است نشانی از قرار جاے او
پیدا انگشت دریں حالت نامہ برسالت کجا و کرا رسانم بخیال است کہ زمان
فراہم آمدن پراگندہ طبعان ہند بر ساحل دریاے گنگ چندے وقت می فرو شد
چوں آں زاوقت رسیدہ رسیدنش را امید است یکے ہم در انجا سرمایۂ نشیں

گیرد زیاده هرچه نویسد آرزو و شوق است که نتواں نوشت **نامۂ بست و یکم** [21]

بنام مرزا اسدالله خاں غالب محرّرا غزل تازه ورود که بشمیم گل و لطف مل بود
مرا از من ربود سرخوش شم کرد و بدستم نمود بدستی ترانه سنجی بار آورد و زبان بگفتار کشود
همدراں زمین گلی چند جلوه فرمود و گرفتم و دسته بستم که بزم خواجه فرستم آری آری
گل گفتنم نه از هوش است لیکن تو که گاهے از خود رفتهٔ قدر بیهوشی را چه دانے
خاموش

غزل

رحمی بکس نخورده و ممنون نکرده کس
در شهر کس نمانده که مفتوں نکرده کس

آزرده گر شوم بنگه شادمی کند
جز می علاج خاطر محزوں نکرده کس

ور زد صلائی جلوه و خلقی برشک سوخت
دست کرم کشاده و ممنوں نکرده کس

تا وصل او ز بخت ندانم کدام جور
کار زا بروز فال همایوں نکرده کس

نازم به اهل عشق که برقلیں غیرت است
رشکی بملک و جاه فریدوں نکرده کس

صد گونه اعتراض بگفتار بوعلی ست
تعریض بر طریقهٔ مجنوں نکرده کس

گر غیر ور شک غیر بروں کرده باش
از دل خیال بزم تو بیروں نکرده کس

اے دل ز جور یار شکایت چه می کنی
کس را بزور واله و مفتوں نکرده کس

خونم چکد ز دیده و برقم جهد ز لب
سویم بالتفات نظر چوں نکرده کس

زیں غم کہ ساغر مئی گلرنگ نشکند	با وی حکایت دل پرخوں نکردہ کس
اے حسرتی مپرس ز غالب کہ از غزل	آں کار میکند کہ بافسوں نکردہ کس

نامۂ بست ودوم کرم گستر آرزو مندان حجاب آلود را بہ ولا آلا نامہ نواختن چہ گراں مایہ نوادش است وگناہگاران بے جرم را نوید عفو نا کردہ تقصیر دادن چہ سنگ والا منشی ست فی المثل اگر عمر خضر دہند و آں صرف ادائے سپاس گردد فرجام بار منت ہماں بر دوش خواہد بود منت ایزد را کہ ازاں پیشتر کہ نطع اعتذار گستردہ شود صفوت سرائے دل خدام از خس وخاشاک کدورت پاک رفتہ شد ورنہ چوں واقعی گذارش قارع سمع شدی و واجبی نگارش از نظر گذشتی خجلت بدگمانی بر طبع نازک گراں آمدی محسب - **نامۂ بست وسوم شعر**

زماں زماں جہم از شوق وگرد دل گردم + کہ دل بہ گرد تو گردیدن آرزو دارد

حسرتی مہجور ناصبور از نفس گرم خرمن سوز باد سموم چوں بلبل قفس پرورد از حجلۂ گل محروم از جدائی بستوہ آمدہ حرفے چند بیخودانہ نوشتہ **مصرع**

خود را بیاد یار فراموش کار داد **مصرع** یارب تغافلش کم ولطفش زیادہ باد۔

نامۂ بست وچہارم یار مہروش وماہ مہرروش سلامت ورود محبت فزا نامہ عزیز تر از فرمان شہریار آمد با دل شگفتہ کار نسیم با غنچہ کرد ودو نہاد

افسردہ خرمی گل نہاد از شوق وصل واندوہ ہجر باز گوید یا از سپاس یاد کرد
بر نویسد و ہر یکے بصد کتاب در نگنجد لاجرم اظہار تمنا نیکو شمرد امید کہ تا سپہر را
فرخ بزم گاہ برخصت گذر دہد گاہ گاہ این دور افتادہ را بخاطر ہمایوں جا دادہ
باشید کہ دورنیست اگرچہ از شما دور است زیادہ دعاے طول بقا و تمنائے
حصول لقاست **نامہ بست و پنجم** بنام مولانا صدر الدین خاں بہادر
آزردہ مطاع مکرما لطیفکہ بورود مہربانی صحیفہ آرزومند شما دریافت از التفات
شاہ بگدا رسد و از نوازش معشوق بعاشق رو نماید شمس از سر آغاز طلوع
یکے را ایں سرور نیافتہ و قمر از روز نمود کسے را ایں سرور نیافتہ و قمر از روز
نمود کسے را ایں مسرت ننگرستہ آفرینندۂ مہر و ماہ ہر روز و ہر شب شمار از روز عید و شب
قدر سازد و دل می کشد کہ لختے از شوق آں انجمن حکایتے و پارۂ از دوری آں بزم شکایتے
رود اما قطع نظر از انکہ نہاد شکیب چنداں تنومند نیست خوے مخاطب راہم نازک
می شناسد خوشتر آنست کہ شکوۂ ہجراں روز وصال گذاردہ آید ہما نا نامہ نگار را
آں در سراست کہ اگرچہ چرخ بکام دل یک دو سہ رقص زند زندوتر کامیاب لغت
مطلوب گردد نعمت نشائین روزی باد **نامہ بست و ششم** رخشندہ
گوہرا تابندہ اخترا پرتو صدور نورافشاں نامہ ظلمت اندوہ از دل ربود و زنگ

عم زدودہ وشرح صدر نمود فرمان رفتہ است کہ حسرتی شوریدہ نوا پارۂ از گفتار تازہ ارمغان آں فرخندہ انجمن کند باین مایہ ارزش منت بر خویشتن نہد پیدا است کہ تقریب ترنم طوطی نظارہ طوطی است وسبب فریاد بلبل جمال گل نہ دریں قفس زار طوطی مشاہدہ میشود کہ بہمترانگی آں لبے تواند کشود ونہ دریں خزاں کدہ گلی بجلوہ می آید کہ بلبل شورشی نوا ندا فزود لاجرم نواہاے خونچکاں در زیر لب خون میشود وخیالات دلپذیر از دل بزبان نیامدہ بیرون نمیرود وازپے امتثال امر نفسے با دل براز گوئی نشست مردمان انجمن بودند فرصت کمتر داشت زود تر از خلوت برخاست وہ کہ درج ہاے گوہر کشادہ وسبد ہاے گل ونسترین نہادہ آں مایہ رخصت وایں قدر فرصت نشد کہ ازاں میانہ شایستہ ریشہ کلاہی بکف توانستی آورد ناگزیر ہر چہ بدست افتاد بر فرق فرقدان فرسای افشاندہ میشود غزل

مشاطہ سحر از رخ خور مقنعہ برگیر
ہنگام صبوحی ست بیا ساغر می گیر

مر را ششم پنج بگو مہر قمر گیر
اے زاہد شب خیز یکے فیض سحر گیر

تا می بجہانست کہ نوشد می جنت
رحمی بغلومان کن واز تاک اثر گیر

از عنبر مکن شکوہ چہ بیم وچہ حجاب است
آں عارض افروختہ افروختہ تر گیر

گر خاک تو با آب ریاضت بسرشتند
از خاک گل از آب مل از باد شرر گیر

بس بے نمک از دعوی رندست بتقوی
از نالہ و زاری بر و باری نستانی
شمشیر بکف داد چرا دشمن ما را
ای حسرتی امشب کہ بدست آمدہ آن شوخ

اے غیر تو و عشق بر ولاف دگر گیر
ہر چند کہ از بید براز سرو ثمر گیر
خونم چہ بریند و بت از آئینہ گر گیر
ہاں سخت در آغوش بکش تنگ ببر گیر

نامۂ بست و ہفتم بنام مرزا اسد اللہ خاں غالب مکرّماً در وصول نامۂ بہار

ہنگامہ عنبرین شمامہ مشکین ختامہ کہ لختی وی رشید شور عجب از سینہ برخاستہ بود
فاذا نا بصحیفۃٍ شریفۃٍ کانّہا عشیقۃٌ رشیقۃ ذی غرّتہا بدریۃ طیبُ طُرّتہا
عطریہ از نزولش طرفہ سلوت فوادوست بہم داد ہاں گلہ دارم و منّت نیز ہم
و ہر دو بوجود ہم در نفی ہم لاجرم از ہر دو غض بصر و از ہر یک قطع نظر نمودہ دیدم
کہ آں عطوفت شیم را با من بنار سیدن مکتوب من آویزشی ہست خواستم ہماں
نامہ باز فرستادن کہ مطالب یکیست و بنظر اتحادی کہ درمیانہ ما و شماست مضمون
بیگانہ نیست اما ریختہ آں دست و قلم را اینار ستم جدا کردن غزل تا نسہ کہ طلبیدہ
اند و ننوشتہ ام دلیل است کہ نگفتہ ام و اگر سبب پرسند گویم ماہ صیام و آنگاہ
سبب جوئی گوی ور دیار مخاطب بعد شعبان شوال می آید **بیت**

داغ می لالہ دمانیدہ ز پیشینۂ ما + روز شنبہ ہمہ نزاید شب آدینۂ ما

[illegible]

شعرے بتقریب بر زبان گذشت ورنہ مدتی ست کہ سودا ے سخن جواب فراموش
است منشی دیاندہان پنڈت گرامی تخلص بتحصیل فیض صحبت گرامی طرفی می بندد
از زبان آوران است سخن سیگوید ومی شناسد سزوار خطابست واز منتسبان
این ہیچ درحساب گوش التفات بکلامش باید نہاد وچشم لطف برویش کشاد
زیادہ توفیق یاد آوریہا پیوستہ رفیق باد **نامہ بست وہشتم** ایضا بنام
نامی میرزا اسد اللہ خاں بہادر غالب نیازمند نوازا اگر بیاد آں بزم ہنگامہ رستخیز
برپا می کنم وغوق بیصرفہ حرام را از محشر آرا ے برکراں میدارم ادب
آموختگاں شناسند کہ از پایہ شناسیست درمحفلیکہ عطارد را از بار جز آزردی
بار بہرہ دست بہم ندہد من برخود چہ گمان بردہ باشم کہ بآشوب گاہ دعوی
طرح شورشس اندازم آری پیرہ زالی بخریداری یوسف آز کرد وپیشہ وری
بعشق شیریں ہوس برانگیخت از عجوزی ومزدوری ہاے کم نباید آورد وخوش
گفتی خوشتر گویم مرا بہ نیش ملامت دل فگار بودن نیکوتر است از انکہ از ان
انجمن رشک چمن دراغ ابنازی گل کند لاجرم از خون جولاں ہاے گرم آرایش
بساط شکیب نمودہ دل پر بنوع دگر خالی می کنم **فرد**

حرفے زداستان محبت نہ گفتنی ست + گر شکوہ کنم زتغافل گناہ نیست

از چیست که از چندے کبوتر را پر از نامه و صبا را دم از شمامه خالیست آں شیوهٔ قدیم کجا شد این کرشمهٔ نو که آموخت آنچه بدی داشت این چه خوبی دارد از مهر ورنه بهاکه پیشتر دیده ام و بیشتر دیده ام نیارم گفت ورنه گفتمی و مکرر گفتمی که در عطای ادای لطف و کرم با خدام مخدوم مضائقه رفته است ساز این زمزمه بلند نشد و جگر خراش آمد که اندازه دانی با مداز دگر نغمه سنج ساخت

غزل

گر بمستی آں بہاراں جلوهٔ گل یاد آورد — داغ می گل گردد و بلبل بفریاد آورد

آرمید نہاے جانم در کمند طرهٔ ات — آہوے وحشی عنان کش سوے صیاد آورد

آنکه از نزہتگه معنی بصد ناز آمده — کی بشورشگاه صورت تاب بیداد آورد

با عدو نیکو وفا می ورز عشق آں بد بلاست — ہمچو شیریں بیوفائی سوے فرہاد آورد

باد دستی ہائی ما از ابر نیساں بگذرد — گنج باد آورد ما را ہم اگر یاد آورد

بر نتابد خاطرت گر شور مرغان چمن — آسمان ہنگامهٔ وی فصل خرداد آورد

میفروشند رایگاں در کوچهٔ پیر مغاں — ہر متاعی را که دل از کوی زہاد آورد

میروی بر تربت اغیار و دانم بہر چیست — تا دل من نالہ ہاے محشر ایجاد آورد

حسرتے این تازه گل بادی نثار دوستی — بو که ما را از نسیم کوے خود یاد آورد

غالب آں رنگیں نوا بلبل که ذوق نغمه اش — عندلیبان گلستاں را بفریاد آورد

رقم زدهٔ شب بست و نہم رجب سال ہزار و دو صد و پنجاہ و دو۔ ۱۲۵۲

نامۂ بست و نہم بنام جناب مفتی محمد صدر الدین خاں بہادر آزردہ عالی

پایگاہا سپیوۂ مہربانی رانہ بآنمایہ والا پایہ آفریدہ اندکہ گستاخی نیاز مندانہ

خللی در ارکان آں تواند افگند دل والہ ستیزہ و طبع آزور آویزش است

وچگونہ نباشد کہ گلہ بدل آمدہ برلب آوردن ناگزیر تا در بزم اصحاب نفاق

گذری واز جمع ارباب وفاق گریزی روند ہر حسرت نایافت دولت وصل از

اندازہ بیش است ودر روبی التفاتی ازاں بیشتر ورنہ ناکامی گوارا می افتاد

وتلافی بہر نوع دست بہم میداد **فرد**

نے لطفی بجال تو دیدم کہ سوختنم + وحشی بگوکہ از تو چہ تقصیر آمدہ است

انصاف بالاے طاعت است و وتیرہ شیمہ کریمۂ حضرت آمدن من درال

دیار ومحروم ماندن از نعمت دیدار کمتر است از رفتن سکندر بہ ظلمات ونیافتن

آب حیات شکوہ راچوں سپاس روے قبولی نیست کہ سخن گذار در اطناب

معذور باشد وسخن شنواز درازی ملول نگردد ہر آئینہ نفس درکشیدن ار

زندہ است **نامۂ سیٔ ام** باز وقت ست کہ ازیں سو یا ازاں سوگلہ سخت بر

زبان آید وشکوۂ تلخ از قلم فرو ریزد حسرتی تو پیشیدسلی کن و باک مدار کہ براولو الفضل

چون تقدم جوییم مخاطب ما را اگر تقدم است بالشرفست و صاحب تقدم
بالشرف چه لازم که در هر باب تقدم داشته باشد این فضل جزوی یا فضل کلی
مولانا را از پاسخ نمیرساند و اگر می رساند ما را چه زیان کاریکه شایان شان ایشان
نبود چرا سر بزد منصفی کو که از و پرسم که فراموشکاری دوستان سهل کاریست یا بوده است
و شرط کنم که جواب انگاه دهد که او را هم در زمانه یاری بوده است مولانا از اندازه
ادا می تراود که بریش دید از ما کرده نی نی مکن که اگر کرده جفا کرده از ما چه دیدی
که بریدی چه یافتی که رو برتافتی از چه بهرزه سوختی و چرا رایگان فروختی دل از
مواد سخن گذاری خالی شد و از شکوه همچنان لبریز **مصرع** بضاعت سخن
آخر شد و سخن باقیست۔ **نامهٔ سی و یکم** [۳۱] بخدمت میرزا اسد الله خان بهادر
غالب فصل گل است و مرغان در نوا سرائی اے بلبل شیرین سخن تو چون خاموش
نشستی اگر آنان شمیم چمن در خروش آورده تو از نسیم کوی صاحب شمائلی
می در زمزمهٔ شوق سرکن داستان وصل برگو ہی فصلی از هجر برخوان
نشید سپاس در کشش ترانهٔ طرب بسنج بغزل نو رس نوازن شو حرف آرزو
بلب آر شناسے شیوهٔ یاد آوری کن ورزش این رسم بپایه درخواه فطرت
نادره سنج راستایش که حرفے ناگفته گفتنیها گفته و دُری ناسفته درها سفته

قبول خاطر نکتہ رس باد **نامہ سی و دوم**[۳۲] ایضاً بنام نجم الدولہ بہادر غالب۔ آسمان

پایہ صاحبا بہ رسیدن نامۂ سادہ از رنگ آمیزی حرف و رقم روشن شد کہ سادہ

دلان محبت را بہر رنگ میتوان فریفت و بہر شیوہ خورسند میتوان کرد ہر چند

رسیدن سپید نامہ در حکم نارسیدن است لیکن دل صفا منزل باین ادا ے

بیم نگاہی ہم نشاط آمود افتاد **بیت**

دل بازی خورمن از تو راضی زود میگردد + باندک التفاتی از تو دل خشنود میگردد

ادراک این مدعا از سواد آن بیاض موافق مشرب اہل محبت بود اما در عالم شاعری

بوے چنیں بدماغ میرسد کہ درین ایام دوری صفحہ دیوان از نقش و نگار قصیدہ

وغزل صاف و سادہ ماند و اگر فہم سخن بر نمط ارباب تصوف کنم پدید آید کہ باین

شیوہ آگاہ کردہ اند کہ آئینہ ضمیر از زنگ کدورت ماسوا صفا پذیرفتہ و اگر

بمذاق رندانہ بہ پس کوچہ فہم افتم روشن گردد کہ دل بسادہ روے دادہ اند و از

بہر گذرہ بیدلیہا دل بنگارش نہادہ اند بپاسخ نامہ سفید در از نفسی کردن از اندازہ

شناسی دور است و الا لبسی شقوق و احتمالات میتوان ذکر کرد و السلام

نامہ سی و سوم[۳۳] بخدمت نجم الدولہ میرزا اسد اللہ خان بہادر غالب زبان

در دل بستہ بجنبش آشنا میگردد خواجہ را دل کہ در بند غمخواری بیدلانست کشایش

پذیره باد از سرگذشت من پرسیده اند که روزگار تست در فراق دوست چون نیست
شرح این جان آشوب الم را اگر از توانائی تنومندان بیرون نیست از نیروی
ناتوانان خود بیرون نیست بر فرمان پذیری من هزار گونه آفرین آید خواند و بگونه گون
شیوه آباد باید گفت با چنین ولیکه در فرمان من نیست و با چنین افسانه که گزاردن
آن در توان من نیست خامه بکف و ورق بدست گرفته ام یا ایها الخلیل الجلیل
اگرچه این بیت در شرح ماجرای من جامع و مانع است **بیت**

آنچه دل از هم آن میسوخت هجران تو بود ✢ آخر از بیمهری گردون با هم سوختم

لیکن لختی بتفصیل گویم که در آغاز این جانگسل سانحه اندوهی رو نمود که گرانباری
آن دل و جگر را نیکو بشکست اگرچه دران هنگام هم چندان بیجاده خونابه فشاند
که نامش در جریدهٔ ناشکیبان میتوان نگاشتن اما انصاف بالای طاعت
در وادی ضبط و تحمل هم شایسته جایگاهی بدست نیاورد هر چند یک صیحهٔ جانخراش
از لب بدر نزد اما از کجا که صد صفیر بیهسانه بدل اندر نزد **شعر**

بحفظ گریه مشغولم در و بام را اگر کاوی ✢ لعل تا گنبهٔ چشم و شاخ ارغوان بینی

آخر نوری در دل افروخت و متاع کاسد پاک بسوخت **بیت**

مژدهٔ صبح درین تیره شبانم دادند ✢ شمع کشتند و ز خورشید نشانم دادند

الحمد للہ علی ذلک حمداً کثیراً شب دوازدہم رمضان سال ہزار و دو صد و بیست و پنجاه و چهاردهم در روز ورود همایون صحیفه نگارش پذیرفت۔

نامہ سی و چہارم سبحان اللہ ستم روزگار با اہل فضل و ہنر بایں پایہ رسید که چوں منی در شمار سخن شناسان و نکته سنجان در آید و بڑه بهنگامیکه طبع از شعر بل از گیتی گرفته و سودای سخن خواب فراموش گشته سلسلہ جمعیّت برہم خورد و پراگندگی بر خاطر استیلا یافت سلامت از ذہن رفت و نزاکت از فکر رم کرد طبع افسرده و دل پژمرده دَورِ زمان گردشی دگر کرد و چرخ گرداں رقصی نژند زده آرائش صفیر الوداع برکشید و آسایش آہنگ خیر باد برآورد و بجانمان طبیعت آتش افتاد و بستاں چه فکرت را آب برد آشفتگی در حواس پدید آمد و پریشانی در نہاد پا افشردیم از جگر بچشم رسید و دم از دل بمژگان آمد و اینہمه مرگ عزیزی که جانم فدای او باد پیش آورد پس دریں حالت که من باشم اے تو و خدا بشعری توانم پیچید و اگر خاطر داشت شمارا انظرتی براں کردم به نکات آں کی میتوانم رسید من و افسردگی دل شوخی نظم چه دانم و با گرفتگی طبع روانی نثر چه شناسم از آه کشیدن فرصت کو که دل بجانب ناله موزوں کشد از صور دمیدن فراغ کجا که زبان بشعر ترانه بندد مرده دلاں را با نشاط زندگانی چه کار گرفته نهادان را

باسخن دلکشا چه ربطاے کاش این نعمت غیر مترقبه بهنگامیکه من هیچواستم میرسیدی
تا سرمایه عشرت دوبالاگردیدی هم انجمن مرا رونقی تازه پدید آمدی و هم بازار سخن گرمی
دیگر گرفتی بر هر بیت صد بار بیش نه از دیده که از دل گزشتی هر سخن که ناخن بدل زدی
نه دست که جان برافشاندمے در شکر این منت که مرا ازین طائفه علیه گمان برد ید
ابیات بلند گفتمے و بگله این ستم که چون منے را ازین زمره گران مایه شناختید
آویزش ارجمند نمودمے امّا چکنم که مرا از من گرفتند لبم از شعر و زبانم از سخن بستند
حوصله سپاس گذاری کجا و نیروے شکوه سرایے کو کوتاهی سخن آشفتگی اطوارم از پریشانی
عبارت میتوان دانست و سراسیمگی احوالم از بے نظمی مطالب میتوان فهمید کم
مدتیست که یکے از دوستان سخنور بیتی چند از نتائج اشعار آبدار ایشان خوانده بود چون
دران زمانه در انجمن اهل شعور نظمی و بساطی داشتم بیشائبهٔ تکلف بعضی از ان ابیات
باسلیقه راست آمده بود و بمذاق گوارا افتاده هر چند تعارف ما باشما داشتم امّا سیر
دیدن را اشتغه کام بودم در سر بود که شناسائی باشناسائی کشد آوخ که آنچه میخواستم
در وقتیکه نمیخواستم میسّر افتاد همانا چرخ کجرفتار همواره برهمین شیوه میرود گله از جور
فلک بسی رفت به که ختم سخن بسپاس ایزدی گردد الحمد لله فی الاول والآخر والباطن
والظاهر در ماه شوال سال هزار و دو صد و پنجاه و چهار بقلم آمد۔

نامہ سی و پنجم بخدمت جناب مولانا فضل حق صاحب شعر

زیبائی و رندی منفعل بودم چہ پنداشتم ✤ کہ در آخر کشد کارم بسالوسی و رزاقی

دریں ہنگام کہ دل را با عزم سفر حجاز پیوند التیام و پیمان یک جہتی افتاد و ماہ ذی الحجہ زمان رحیل قرار گرفت بحکم آنکہ **مصرع** امید وصال تو بعمر دگر افتاد۔ طبع بسی آرزومند نعمت دیدار است امّا چہ علاج کہ ستیزہ با مشیت آوردن را نیرو ندادہ اند و با قضا معارضہ را دستگاہی نہ بخشیدہ نہ سپہر تابعست و نہ اختر فرمانبر بالضرورت رضا و تسلیم شیوہ باید گرفت و بہر وجہ خوشنود بود شگرفان عالم اتحاد و آگاہان مراسم محبت نامہ را بوصل معنوی بلند نام کردہ اند بنا براں خامہ بجنبش و ورق بکشایش آمد مدارج عطوفت را دستگاہی والاست لطف عمیم پوزش پذیر گستاخی باد یک دو سہ قصیدہ کہ در نزدیکے ایں ایام بدل حوالہ کردند و دل بزبان سپرد و ھُنَّ ھٰذِہ سر بصفحہ و صحیفہ کشید ارمغانی فرخ انجمن است تا اگر من نباشم ذکری از من دراں بزمگاہ باشد اگر گاہے نگاہے فرمایند بے محل نخواہد بود والسّلام مع الاکرام۔

نامہ سی و ششم بنام نامی نواب عبد اللہ خاں بہادر بیت

زہر غم ہجر تو بجانم کارگر افتاد ✤ امید وصال تو بعمر دگر افتاد

شوق وصال پیوسته از اندازہ بیرون است خاصہ دریں ہنگام کہ بجذب لطف
یزدانی شوق کسب سعادت زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً در
سر افتادہ و بکشش آبشخور ہوائے سیرابی از ماء معین زمزم و نہار شکنی از رطب
طائبہ طیبہ در دل پیچیدہ خاطر بسی مشتاق دیدار است گرفتم کہ وصال روحانی را
بعد المشرقین مانع و حائل نتواند شد امّا اسیران طبیعت و گرفتاران رسم و عادت را
بے دست بہم دادن دولت مجالست جسمانی و بے نیل نعمت ہمزبانی دل تسلّی نمیشود
لیکن چوں دور فلک نہ بفرمانست و سیر انجم نہ برحسب ارادت **مصرع**
تجرے الریاح بما لا تشتہی السفن۔ ناکام بہر وجہ کہ سرنوشت رفتہ باشد خرسند
باید بود باری بایں شادم کہ آرزوے کہ میسوزم و شوق کہ میگدازدم کوتاہی سخن
دریں ایام فرّح صحیفہ کہ رسیدہ ارشاد رسانست کہ در مشاہد مشرفہ و بقعات متبرکہ
جنبش لب دریغ نباید داشت مکرّما من خود کہ باشم و دعاے من چیست امّا چوں
شرف مواضع ارجمند در پذیرائی مسئلت عظیم تاثیرے وارد ان شاء اللہ تعالیٰ
و تقدس کہ عافیت دو جہانی خواہم خواست و از کجا کہ دریں باب نیازمند
فرمانستے فرمان رفتہ است کہ از عرض رادناھا کہ با حباب برنگاری مرا ہم
بیاد آوری چوں سرخیل آں گروہ کہ دل را بمہر ایشاں پیوندی باشد خدام

والامقام اند فیما ظنکم فی هذا الباب وان هذا الشی عجاب والسلام مع
الوف الاحترام وصنوف الاکرام العبد المستکین محمد المدعو بمصطفی ختم الله
له بالحسنی وجعل آخره خیراً من الاولی **نامه سی و هفتم** بخدمت میرزا
اسد الله خان بهادر غالب **شعر**

وصل تو ناگهان بسر آمد سبب نداشت + هجر تو اتفاق فتاد آرزو نبود

شورش انگیزی جذبت دوازده شبم بکوه و دشت آواره داشت تا آنگاه در گل
کده جی پور گذر افتاد و چون دیوانه را با گلستان آمیزشی هست سه چار روز دیده
محو نظاره نیرنگی هاے این دیر آذر فریب ماند هم محمل از ناقه فرود آورده شد
وهم بارگی بچرا سر داده آمد آهنگ کعبه داقامت در صنم خانه از طرفگیهاے جنون
ماست **بیت**

متاع دیر اگر دادیم بهار ومکن زاهد + بعزم کعبه می رفتیم راه کاروان گم شد

از انجا که اهل تلوین را همیک شیوه قرار نیست ازین کوے هم دل بگرفت و قسمت
آن آمد که دگر با حدیخوان هم نوا شوم ادعدی ساز کند و من ناله آغاز کنم صدا لیش
شتران را در رقص آورد ونالهٔ من وحش وطیر را از رفتار باز دارد میرم
بدین نمط تا دگر کجا نفسی برگیرم ودمی برآسایم هر جا یکه پارهٔ وحشت کمتر میشود

نظیری نیشاپوری

نظیری

لختِ دل بسکون میگراید باز بخاطر عاطر میگذرم ملاذ اول نه وطن را جویاست
نه اہل وطن را الا یکدو سہ یاران عزیز را کہ خواجہ نیز از ان گرامی زمرہ است
لطف صحبت شما بیاد مے آرم و نثر ندی شوم **بیت**

باغبان رحمی کن و گلدستہ پیش من میار ✤ صحبت یاران رنگیں یاد می آید مرا
غرہ محرم سال ہزار و دو صد و پنجاہ و پنج از بے پور بقلم آمد۔ **نامہ سی و ہشتم**

بجناب حکیم محمد مومن خاں صاحب مومن منت ایزد را کہ حالم از وطن زبون
تر نیست چنانکہ و ہیچکہ در خضر جانفرسا بود رنجی دگر نیست بسکہ دل را در گلستان
وطن کشایشی نبود امروز بشکنج دام غریبی دلتنگ نیست وچون در دیار
با راحت صلح نداشت اکنوں با بخت در ستیزہ و با فلک در جنگ نیست
سفر از حضر نشناسد و غربت از وطن نداند ولی چوں بر جمال حضرت نظر
نمی افتد روشن میشود کہ از دہلی بدر زدہ ام و گام بر جادہ و گرزدہ ام خلاصہ
... الا متیاز غریبی و وطن ذات شریف شما آمدہ وعدہ آں بود کہ نامہ از اجمیر
بنگارش خواہد آمد این نفس کہ شوق ہمزبانی زور آورد ناچار چارہ گرہا کردہ
آمد چیزی دو نگاشتہ میشود ہر چند کہ با مقام ربط ندارد اما با سال ربطی تمام
دارد **ابیات**

در بروی عیش تا بستیم دیگر وا نشد	صد کلید آورد بخت و قفل این در وا نشد
در گریبانی کہ غم آویخت کمتر شد درست	خوشدلی کم دوخت جیبی را کہ یکسر وا نشد

غرۂ محرم ۱۲۵۵ھ از جے پور نگارش یافت۔ **نامہ سی و نہم** بخدمت احترام الدولہ حکیم احسن اللہ خاں صاحب **نظم**

روندگان ملولیم رہ بہم کردہ	دماغ در سر افسانہ ہاے غم کردہ
بطرف ہر چمنے چشمہ نمودہ رواں	بخاک ہر قدمے دانۂ نم کردہ
بسر کلاہ نمد کج نشستہ خوش بزمیں	قفا بتاج فریدون و تخت جم کردہ
باشتیاق اجل راہ عمرہ پیمودہ	مقام بر در دروازۂ عدم کردہ

بحالیتکہ ذکر یافت دوازدہ شب رفتم تا پری روز بروے جے پور نظر افتاد چشمیکہ از جمال دلاراے دہلی قطع نظر کردہ باشد جے پور مسکین بصد عشوہ فریبش نتواند داد دلیکہ در مساحت بہشت غنچہ باشد گلشن بیچارہ بہزار نیرنگ نتواندش کشاد دویم محرم آہنگ اجمیر دارم بیم رہزنان دریں راہ بتواتر شنیدہ میشود امّا باک نیست **بیت**

تاجر شوق درآن رہ بتجارت نرود + کہ رہ انجام و سرمایہ بغارت نرود

غرۂ محرم ۱۲۵۵ھ از جے پور تحریر یافت **نامہ چہلم** بنام میرزا اسد اللہ خاں

مرزا غالب

بهادر غالب دریں تغافل که از دوست رفت شکوه سرائی برجاے خود بود که دل نه بشرطِ وفا بسته بودم و نه عهد مهر گرفته لاجرم همان دم از محبت میزدم و بر هرچه میرفت خرسند بودم امّا طعن ندیمان و سرزنش رفیقان خجلت زده کردی و حجاب آلوده داشتی هرچند حرف شان را آشکاره بگونه گونه لغزی پاسخ گفتمی ولی از کجا که در نهان از شرم کم سخنی دوست و از ننگ سخن سازی خود جگر آب نگشتی و دل خون نشدی یکے می گفت کو آں صحیفه که تازه از بزم غالبے رسیده بیار تا بخوانیم و ذوقی برگیریم و بر آب فرهیده سخن سرائے آباد گوئیم دیگرے می گفت اینکه همواره نام نامی و ذکر گرامی آں گزیده مرد از تو میشنویم گاہے ندیدیم که کاغذی در دست داری و تبسمی بر لب و میگوئی که اینک نامهٔ اسد الله خاں مهر و وفای آں مهربان به بینید و حسن معنی و شوکت الفاظ ایں خجسته کتاب بنگرید گفتمی هما نا شوخی از آں می کنید که ایں پخته سخن نشنیده اید **بیت**

تا راه از دلے بدلے بر نه بسته اند ✤ مکتوب ما ببالِ کبوتر نه بسته اند

چه گفتند گفته رسیدانیم که ایں بیت از تست و سخن خویش تر اکار بستن بایسته تر بود تو آنرا چوں در کار نیاوردی گاه قاصد از جی پور فرستادی و گاه نامه از بدعهده نوشتی اگر صراط مستقیم اینست آواره خرامی تراچه عذر و بیراهه روے تراچه

سبب گفتم اے بیخبراں از تلون شیوۂ محبت محبت را نہ شیوہ یکے وشان
یکیست دریا را امواج گوناگون است وہر موج را رفتارے دگر چمن را گلہا رنگا رنگ
است وہر گل را بوے جدا القصہ بطولہا امروز والا نامہ فرخے ورود آورد و مرا
دستاویز اعتبار آمد اکنوں آں زمزمہ این زمزمہ سرودن آغاز نہاد کہ اگر آں شیوہ
شیوا بود چنانکہ تو دانی این چیست واگر این شعار نیکوست چنانکہ حریفان میدانند
آں چہ بود گفتم وا اے برتان و برفکر نارسای تان برتن می آرید حجتی را کہ مرا است
نگفتم محبت را تنظور رسم است والفت را تلون شیوہ آں دعوی را اینک برہان
بارے سخن تراشی و معنی آفرینی بکار آمد ورنہ کار مشکل شدہ بود ہمانا حبیب نکتہ
داں من چوں میدانست کہ حسرتے زبان از سخن سرائی فروبستہ است ودلم
از مضمون بافی برکندہ باین ہنجار اسج و اعتبار آں در چشم ولش افزود کوتاہی
سخن دیدن دیدار وشنیدن گفتار را شوق جوش ہاے دگر میزند می آید وورق
چند برسم رہ آورد رمے آرد و آں گذارش آئین ہر بوم و بر است و نگارش مناقب
نیکوان ہر شہر و خوبان ہر مصر التفات از دور افتادگان کم مباد بعد معاودت
از حرمین شریفین از بمبئی در ماہ جمادی الثانیہ سال ہزار و دو صد و پنجاہ و شش
نگاشتہ شد۔ **نامہ چہل و یکم** بخدمت مولانا محمد صدرالدین خاں بہادر

صدر الصدور آزردہ بشیوہ شناسان رسوم سموات و وایابان رموز ملکوت بدیں نوعی آگہی یافتہ اند کہ چوں یکے از افراد بشر از میان بنی نوع برگرفتہ بجایگاہی والا پایۂ جاہ برافرازند و بگلگونہ حسن قبول رخ اعتبار برافروزند شگرف نوازشہاے گونہ گونہ درکار کنند و سترگ موہبت ہاے نوع نوع درمیان آرند ہم دل دانا دہند وہم روان روشن بخشند ہم دانش دوریاب عطا کنند وہم بنیش دقیقہ شناس ارزانی دارند ہم در رموز شناسی علم گرانمایہ دستگاہی دہند وہم در اداشناسی سخن گزین پایگاہی نہند ہم بر سریر صورت جلوہ گر سازند وہم افسر معنی بر سر نہند ہم دولت ظاہر دہند وہم حشمت باطن بخشند پس ازاں محک امتحان درمیان آرند و بشکنجۂ ابتلا درکشند ہرچند بیگانہ داور خفیات واں بہ آزمون نیازمند نیست اما تا نیایشگرے و سپاس گذاری آں گزیدہ مرد در چشم مردم جلوہ گر افتد وہم آں مورد نعمت ہا بجزاے صدق و اخلاص شایستہ افزایش آلاکرد و سنت الٰہی بریں روش جاری شدہ یا مولٰنا اعظم اللہ اجرک صبرے و دلیکہ دریں داہیہ کبرے وحادثہ عظمٰی بکار بردہ اید کار کس نیست وحد بشرے آرے مقتضاے فراخی حوصلہ و سمو مکانت حضرت ہمیں بود تا ایں جنر وحشت قران و شورش قرین دشمن حبیب وخصم آستین بمن رسید دلم پارہ

پارہ گشت تا جانکاہی ایں اندوہ باشما چہ کرد باشد باچندیں درد ضبط آہ یعنی
چہ وباچنیں الم حذر از نالہ چہ معنی وارد در بادی النظر چوں نگاہ بر تنومند موئیہ بیخ و بن
شکیب بر کن و بر توانادلی نہاد و نازک آں والا نہاد می افتد پاے خرد از جا میرود
و موجۂ طوفان حیرت از سر میگذرد و لے چوں بامعان نظر نگرستہ شود پردہ شگفتی
از میان برخیزد و حقیقت کار پدید آید چہ حقیقت قیاس حمل نظیر است نہ بر ضد
پس چوں تو انست صحیح شد کار آسمانیان را باز مینان چہ مناسبت رسم روحانیان
را باجسمانیان کدام پیوند تقاضا ے کوتہی حوصلہ من آنست کہ ازینجا تگذرم تا یکدو
نالۂ حزین بشورشے کہ کہسار را طپش مرغ بسمل دہد و تار را شوخی اضطراب بخشد
نکنم و لے چکنم کہ از زمزمہ او اے بزم ناشناسان میشوم و در طائفہ شور انگیزان
بشمار می آیم لاجرم از اں مخزن گوناگون فیوض و برکات استعارۂ تاب تحمل کردہ
و دریوزہ ہمت نمودہ منع لب از زاری و منع چشم از اشکباری می کنم مخدوما دل از پے
شرکت بزم ماتم شدن و با غمزدگان گریستن اضطرابی تمام وارد و منشاء ایں ہمہ
اضطراب آنست کہ دریں ناہنگام نمی خواہد کہ از حال خدام شما بے خبر باشد تا ازینجا
رہا شدہ گسستہ عنان تر از باد میرسد کہ تا ایں دل از جا رفتہ ملازمان را نمی بیند
فارغ از وسوسہ نمیشود و دریں نامہ چنانکہ رسم دبیرانست صبر آموزی نکردہ و از ضبط

و فضایلش نگفت مجبور است چه کند از هجوم غم عقده بر زبان فصیح افتاده است وا نوحی ماتم نمک در کاس بیان ملیح افگنده معهذا اندر شکیبائی درین وقت و حال بے اثر تر از شیون ماتمزدگان ست و هم داننده را دانش آموزی خنک فالصمت زین و دادا را شیین در ذی حجه سال هزار و دو صد و پنجاه و هفت ۱۲۵۷ از رام پور نوشته شد۔ **نامه چهل و دویم** [۴۲] بمیر جهجو جان صاحب یار موافق صدیق صادق سلامت نامه نامی رسید هیهات هیهات با چنین جانفی وارستهٔ که من دارم دل بفراق شما بر در آید و شوق دیدار هجوم آرد من کجا و این لیستگیها کجا مرا که گسستگی شیوه افتاده چرا با کسے اینقدر علاقه خاطر باشد که خیال او بضمیر مجال گذر داشته باشد همانا طرفه کاری هائے محبت شماست که در من اثر کرده باشد خوبها دیر بمانند والسلام **نامهٔ چهل و سوم** [۴۳] اے شگفت که این مدعی آزاده وشی و وارسته روشنی آنچنان بتعلق گرد بر آمد که رقیمه کریمه حضرت عالی درجت که چندے عزت ورود بخشیده از نیامدنش بیچاره سراو شکوه ناراستی کجا شد آن دعویهاے بلند نعوذ بالله لا فهاے بمعنی کار مردان راه دیگر است برا ثر شان رفتن نیروے هر لنگے نیست راه سالکان طریقت دیگر است بر طریق شان نطره زدن یارائے هر بے حقیقتے نے همانا این و رنگ در نامه نگاری از مخدوم

لطفے بود خفی ہر آئینہ را اے روشن آئینہ فراروی این ناشستہ روی داشت ماشاء اللہ چہ رفیع است پایگاہ آں والا جایگاہ کہ در تغافل آموزگار است بخت من کہ کار با کسے افتاد عنایتش از نہایت بعید و رعایتش بغایت در مزید باد۔ **نامہ چہل و چہارم** ارادت درست و جذب توانا و ستارۂ روشن و یاری روزگار را سپاس کہ دوست مرا مہر جنبید نامہ فرستاد و غزل نیز انشراح صدر کرد و سلوان کبد نیز و قتست کہ بگلستان روم و برلب جو در پائے سرو بادہ از کف ساقی گیرم و بوسہ از لب شاہد رحیم گیرم اگر محتسب برسد بہ لابہ و لطف برگردانم و اگر ناصح بیاید بجبر و عنف برانم بود کہ بیخود شوم دو ران بیخودی مرا از من ربایند و در فیض بکشایند نامہ و چامہ باغ و راغ سرو و سمن چشمہ و چمن شاہد و ساقی ہمہ گم کنم بلکہ لنفس متکلم ہم نماند الا وجہ باقی ذوالجلال والاکرام۔

نامۂ چہل و پنجم دوست بیہدہ رنج من پاسخ نامۂ طول الذیل مختصر اینکہ درویش باعث رنج خاطر شد ہان وہاں آب و گل این مشت خاک از نفاق تخمیر نیافتہ دل را با زبان نہ آنچنان پیوندست کہ زبان برغم عزیمت دل بجنبش آید و زبان جز آنچہ در دلست سرایید صد بار آزمودہ اید و بسم اللہ دگر با متحان برخیزید شعر

با صاف دل مقابلہ با خویش دشمنی ست ✦ ہر کس کشد بآئینہ خنجر بخود کشد

والسلام **نامہ چہل و ششم** بنام مولوی فضل اللہ خاں صاحب شعر

دل را عنان گرفتہ صنم می کشد بہ دیر + او را بوعظ بر سر سجادہ چوں کشم

ہاں خواجہ با التفات گرد سر نوازش ہائے شما گردم کہ چوں من آزادہ وحشی
رمیدہ روشے را بدام آوردید از اقسام جادو جادوئے بابل را ارجی دگر است
اما حاشا کہ با افسون محبّت دم برابری تواند زد من گسستن خود را با پیوستن پیوندے
ناگسل بخش بدن نہ سہل کارے بودہ است ہرچند توالی عنایت کہ از اں
سو میرود بصورت خللے در کارخانۂ آزادی افگند ولیکن بمعنی ایں عتاب
مشوہ بنیان را اقوے اساس نمود چہ صاحب من صاحبیست کہ قواعد تجرد از
خدمتش تواں آموخت و وارستگی را از حضرتش نسخہ نوشت ہمانا التیام
باچنیں فرخ ذات ظفر بمطلوب را موجب ست و فوز بمرام را سبب ریب
آوری اگر آواز دہد ہمیں شگرف نامۂ تازہ ورود کہ بریں سخن دست آویزی
درست و درست دارم بنمایمش حبّذا نامہ کہ بدستانرا بہ اشک ندامت جامہ
نمازی کن است و آشنایان رنگ و بوئے معنی را گلدستہ و بیگانگاں را
کمندگیر او فطرت را ہمت بخش و ہمت را تنومندی دہ آنچہ بصحو رقم گشتہ
مضمونش ہمہ خلاص جستن از پندار ہستی وہرچہ بسکر از قلم ریختہ نخواہیش

ہمہ محو نقش ہستی شعر

حکایت ہائے ہشیارانہ سنجد فہم ہر ستے ✦ ولیکن نکتہ مستانہ راہشیار مے یابد

چوں در خود ایں استغنا ندید از معنے بصورت میرود ومیگوید کہ ازیں کہ پارۂ

درپاسخ نگارہی و رنگ افتاد خجل از خویش است نہ از مخدوم کہ وے بحسب

کرم جبلی بر مقصران خدمت کم گیرد و با تسلیم تقصیر عذرے وارد مقبول و آں

جلوہ فرمائی جناب مولانا صدر الدین خاں بود از حضرت دہلی دریں خرابۂ معمورہ

نما شامی و سحرے چند بفیض صحبت آں بزرگوار بہ لطفے گذشت کہ شام را

از سحر باز نشناختن مگر کار نابلدان کوچہ الصاف باشد و سپش لختے روش عناصر نہ

بر جادہ بود بالجملہ بود آنچہ بود و رفت آنچہ رفت ذکر ماضی و مستقبل جز از اطفا

بنیران طبع صراقان بازار معانی راست نیاید سخن از حال باید راند و حالے ندارد

کہ شایستگی التماس در بزم مخاطب نادرہ سنج داشتہ باشد لاجرم استعانت

از اغیار کرد و آنکہ بحقیقت آشنا ست میداند کہ غیر کجاست عرفی اگرچہ از آشوب

گاہ قال بہ نزہت سرای حال خرامش نمودہ لیکن سخن ہائے آشنا دارد

بیتی از وے مے نگارد بود کہ بمذاقِ معنی رس گوار آید شعر

ہر دل کہ پریشاں شود از نالۂ بلبل ✦ در دامنش آویز کہ با او خبرے ہست

نامۂ چہل و ہفتم[۴۷] عزیز من ایزد پرستی دولتیست عظیم و ایزد شناسی ازاں عظیم تر وچوں ژرف نگاہی بکار رود ہر دو یکیست چہ عبادت صورتست و معرفت معنی وصورت بمعنی جسدیست نے روح از صورت نے معنی چہ آید و از جسد نے روح چہ زاید الٰہی از صورت بمعنی آشنا کن **نامۂ چہل و ہشتم**[۴۸] مخلص نواز اول شورش اندود با نغمہ بسیار ساز حسرتی بداں کم پرداز بامر نار و او تار خود سروکار ندارد اما از آواز حزیں والحان خوش بیارد گذشت شبے گویندۂ نیکو زمزمہ بیتے چند در نعت از مخزن اسرار سرود و دلم ربود وقت خوش وصورت خوش وسخن خوش چوں جمع شود مستمع در خویش چوں ماند حضرات مارا باسماع کار نیست لیکن انکار نیست والسلام **نامۂ چہل و نہم**[۴۹] امابعد صحیفۂ مشکین رقم مرہم ریش دل شد اما بعد آنکہ بہ روزگار دراز کہ اگر باسیاقت سخنوری وصناعت شاعری سرے داشتمی نہ ہمیں زلف عنبرین مویان و شب ہجر خورشید رویاں گفتمی وگذشتمی بلکہ می شنیدند آنچہ گفتمی شکوہ مختصر مصرع عمرت دراز باد کہ اینہم غنیمت است آرایش سخن بدفع دخل تقدیری ناگزیر مرا شاہل درجذر فطرت وتغیر فطرت اگر نہ محال صعب ودوست را طبیعت عفو دوست اگر از من در نامہ نگاری تقصیر رود از کدر ود و عذر

کوتاه مصرع خطا نموده ام و چشم آفرین دارم - از خرابی درونی و بیرونی سخن رفته امّا درونی پس من بدین مخاطبه سزاوارنیم که مراد اینکارنیم واگر بنا چار چیزے باید گفت میگویم که همّت شرط هر کارست ان الله یحب معالی الهمم بزرگے را گفتند وصیتے فرما گفت الهمة الهمة فان علیها مدار الامر نکته یا با ارزنا یافت مقصود گله ناک نباید بود کما قلت **بیت**

عبث ز دوری مقصود شکوه مند ستیم + دم گسستن از خود به دوست پیوستم

طلب و یافت دست و گریبانست اگر صدق طلب ست فوز بمطلوب آسانست

شعر

عاشق که شد که یار بحالش نظر نکرد + ایخواجه درد نیست وگرنه طبیب هست

خستگانرا مژده که آنکه حبیب ست خود طبیب است الٰهی دردے ده و دوائے ده هم درد از تو و هم دوا توئی **مصرع** کس از تو زیان نکرد من هم نکنم - و الله المستعان وعلیه التکلان و اما بیرونی **بیت**

اگر بلطف نوازی مزید الطافست + وگر بقهر برانی درون با صافست

صفائی درونی کدورت بیرونی را میبرد تا اینجا سخن نظر به علو حال مخاطب والا خطاب بود اکنون پست فطرتی خویش وا مے نماید که دیدن دیدار را آرزو و هم بدل

اوج و اموج دیدن را حریص و ہر دو را خواہ استگار و بہ نیل ہر دو امید وارد چرا
نباشد کہ عسر را بایسر توامے و دعا را با اجابت ہمدمے نہ امروزیست مقصود
ظاہر و باطن در کنار و طبع مقدس از اندوہ صوری و معنوی بر کنار باد۔

نامۂ پنجاہم مصرع امشب زیار رخصت آہے گرفتہ ایم۔ آہ از تطاول
ہجر و تغافل دوست حسرتی چندانکہ خواہی بنال **مصرع** کامشب زیار
رخصت آہے گرفتہ ایم۔ **نامۂ پنجاہ و یکم شعر**

آں شدائے خواجہ کہ در صومعہ بازی بینی + کار من بارخ ساقی ولب جام افتاد

حاشا اگر ازاں جمع پریشاں باشم کہ بنوائے چنگ و نے بادہ پیمایند و ترانہ
سرایند و با او باش نشینند و مغاں شیوہ بتان را در پہلو نشانند و ورد اکہ
از اں طائفہ علیّہ ہم نیم کہ بر صوت دولاب پا کوبند و دست برافشانند
و فارغ از ساقی و جام نام ساقی و جام بر زبان رانند پس مرا باید ادایں بیت چہ
ربط و کدام پیوند قطع نظر از انکہ فالے زدم مگر اختر در گذر باشد بیتے بود
دلپذیر و لے داشتم شورش آئین طبعے و اگفتم سخنہائے آشنا آشنا حوالہ قلم
کردم و پیش معذرت رقم کردم و السلام علیٰ من اتبع الہدےٰ۔

نامۂ پنجاہ و دوم بیت

اینست رای من که برو خویش را شناس + تا در میان چه رے و ہدای خدا شناس

گویند گوینده ازیں سخن چه خواسته است راہے نشان داده است که رونده جز به درد دوست قرار نگیرد و اقرب طرق این طریقست و نزدیک ترین سبیل این سبیل من عرف نفسه فقد عرف ربه والسلام

نامهٔ پنجاه[۵۳] و سوم

عزیز من میگویم آنچه عزیزان گفته اند اینقدر ہست که فاش میگویم آنچه نہاں گفته اند نہاں نماناد که عالم و ہر چه در وے بینی نیست است ہست نمود بے یاب که این نمایش با اینهمه آرایش درین نیست که ہمه ہیچ است از کجاست و بنگر آنکه ہست نیست آنرا نتواند دید و نتواند دریافت شعر

صد پرده بافتاد ز حرفے که بلب رفت + داریم سرائر بجہاں خوشتر ازیں ہم

ساقی قدحے بیار مغنے غزلے بجہان بود که در نشہ سرے که درمیل نشه نتوان گفت ازلب فرو چکد که انکشاف آں را عالمی دیگر است دیوم تبلی السرائر کا آنست شعر

دیوار و در از لطف نوائی تو بر قفس است + اے مطرب خوش زمزمه ہا خوشتر ازینهم

نامهٔ پنجاه[۵۴] و چهارم قطعه

بلبلے برگ گل خوش رنگے در منقار داشت + واندراں برگ و نوا خوش ناله ہائے زار داشت

گفتمش در عین وصل این ناله و فریاد چیست + گفت مارا جلوهٔ معشوق بر اینکار داشت

آہ و زاری که در فراق رو دہد دیگر ست و ناله و بیقراری که در وصال سر زند دیگر
آں مصیبت است وایں نعمت آں از فقدان مقصود است وایں از وجدان
مطلوب علت فغاں در ہجر بسرایش محتاج نیست اما نالش در وصل
پس جلوه حسن از حوصلهٔ عشق بیش ست لاجرم از تنگ ظرفی بشور و فغاں
می آید چنانکه گفته اند شعر

داماں نگه تنگ و گل حسن تو بسیار + گلچیں بہار تو زداماں گله دارد

قطع نظر از تنگی دامن نگاه و بسیارے گل حسن تقاضاے شان جلوه ہمیں
تب و تاب و ولولهٔ و اضطراب است نه بینے که کرشمهٔ و ناز و ادا و انداز ہر یکے
جدا جدا دل از بر و ہوش از سر رباست جلوهٔ که نام ہیئت مجموعی اینہاست
چرا بے طاقتی آورد و ناشکیبی آفریں نباشد تا اینجا سخن متعلق به ابیات بود
اکنوں بالاتر ازاں میروم که یاران ہمدریں ایوان بساط عشرت و بستر راحت
گستردن فوز عظیم نه پندارند اگر چنانے شائبه ریب فوز عظیم است مخفی نماند
که جلوه بحیثیتے از ذات است و به حیثیتے خارج از ذات غایت قصوے ہمیں را دانستن
از اعلے درجات سعادت باز ماندن است ذات معرا از نسب و اضافات

دشیون و اعتبارات مقصود اصلی سالکان ایں طریق است و مطلوب حقیقی سائران ایں راہ تعالےٰ اللہ ذاتی کہ اطلاق اطلاق براں از قیود است ولا بشرط داخل شروط بالجملہ آنچہ در وہم بگنجد در فہم چگونہ گنجد آنچہ بخیال در نیاید خیال ازاں چہ خطر با بدیافت کجا دریافت کو بصر چہ بصیرت کدام مصرع

اینجا ہمیشہ باد بدست است دام را جان من و جان شما ایں یک نایافت وآنکہ گاہے کسے دریں مقام از یافت دم زدہ ظل باصل مشتبہ شدہ عکس را صاحب عکس دانستہ ولنعم ما قیل بیت

عکس روئے تو کہ در آئینۂ جام افتاد ✦ عارف از خندہ مے در طمع خام افتاد

ایں انوار مقتبس از مشکوٰۃ صاحب لانست من تیرہ درون کجا و ایں روشن بیانے و نور افشانے از کجا آہی چنانکہ وقت گفتار بخشیدہ نبردے کردارہ۔

نامہ پنجاہ و پنجم ۵۵ اے یار عزیز سخن فہم شب دوشین کہ از خواب نوشیں برخاستم طرفہ شورے از سینہ برخاست چارئہ نیافتم الا انکہ خشک و مداد تر نگاہ چوں قلم و ورق بدست گرفتم در حیرت فرو رفتم کہ چہ نگارم تا آنے بر روے کار آرم ہم آتش مرا نشاند و ہم طبائع اصحاب شگفاند پس از ژرف نگاہے پدید آمد کہ اگر مستانہ و رندانہ سخن سرایم نہ دیوانہ ام و نہ اوباش و اگر دفتر نصیحت

و وعظ کشایم نہ خود فروشم و نہ خود فراموش و اگر از سلوک دم زنم و نہ راہبر و اگر از
حقیقت رقم کنم آہ آہ آہ لاحد مصرع قلم اینجا رسید و سر بشکست و السلام
خیر ختام

نامہ پنجاہ و ششم

شعر

منکہ رقم می کشم شادی بوستان کراست + منکہ سخن می کنم رونق نوبہار کو

ایصاحب فکر رسا نکتۂ چند از خامہ مے ریز دگوش دار و ہوش دار راز چرخ و
انجم جستن از بیدانشی ست تو کیستی کہ در گرد آئی کہ بدانی کہ فلاں چرا در نشیب
لاخ خفا متواری و بہمان چگونہ بہ فرازنای پیدائی کرشمہ سنج ایں را چوں
قباے سعادت در بر راست و آنرا از چہ گلیم شقاوت بر دوش حاشا کہ خردمند
بدیں سو نظر کند و دریں کو گذر کند تا گنبد لاجوردی بر پاست ہمیں شیوہ عشوہ
نماست نیرنگ سازی شیون شکر نگاری اسما را جلوہ ہاست مرد سخن شناس
دانش اساس باید کہ در فکر کار خود افتد سر خود و جوید و از حق گوید نہ آنکہ بر سر آں
باشد کہ سر گیتی بداند ہر کہ بریں روش خرامش کند آہ از وے و داد از وے
فکرش ہمہ بے معنے ست و کارش ہمہ لایعنی اگر از خفایاے عالم ناآگاہ از عالم
رفت در محشر زنہار نپرسند و اگر از خدا غافل رفت البتہ بگیرند و با لاتراز
چہ عذاب خواہد بود کہ از دوست در نقاب حجاب خواہد بود آنکہ امروزش

شناخت فرواش ندید بکنہ ایں نکتہ رسید ہر کہ رسید اگر گوئی کہ نعمت دیدار تعا
مومنان را است مختص باہلِ عرفاں نیست امّا بحسب تنگی وفراخی حوصلۂ استعداد
وخرق حجب واندفاع نکرت در عالم مجاز نمے بینی کہ یک معشوقہ بدیع الجمال
را خلقے کثیر تماشا مے فرماید لیکن ہر یکے ہماں مقدار بہرہ مے رباید کہ فراخور حال
اوست لیلیٰ را فراوان کس دید وجز مجنوں کسے ندید شعر

میرفت وعالمی نگرانش ولے کسے ٭ زشکم بدل فزود کہ تاب نظر نداشت

آنہا بگزار وبگو کہ نادان ودانا و ناشناس وشناسا کے برابر تواند بود
هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ فَافْهَمْ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقَاصِرِيْنَ
وَصَلَّى اللهُ عَلىٰ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

نامہ پنجاہ وہفتم

مخدوما از حال تباہ خود چہ شرح دہم کہ انفس ایام عمر در لہو وسہو رفت وروزگار
کار در بیکاری سرآمد انہ گذشتہ چہ نالم کہ ہنوز طاعت اطاعت نفس
خود است وپرستش پرستاری ہوا پند ناصح سخن سفید است وبذلۂ ندیم قول
حکیم نغمۂ مطرب رواں آسا ست وحدیث واعظ جان فرسا دل وہزار
مشغلہ جان وصد ولولہ از چنیں جان ودل یاد حق نیاید واگر آید حق اینست
کہ اعتبار را نشاید غفلت بہ از ذکر نے حضور کہ ایں چنیں ذکر نہ دل را سرور

بخشد و نہ جان را نور فرد

جلا کنی بچنیں ذکر حسرتی دل را + دل تو رہن وساوس لب تو در تہلیل

طاعت نیست واگر ہست ریائی تو وخدا درحق چنیں طاعت چہ فرمائی

در خود دیدن وجز خود ندیدن دیدنست خود نمائی آئین وخودستائی فن

آہ آہ فرد

آنچہ در اسلام من کردم نکرد + بت پرستی کافری زناری

انگاہ با ایں اعمال زشت امید واری بہشت حسرتی تا چند عیب ہا ے

من بر روئے من آری وآئینہ روبروے زنگے داری بگذار وبگذر بیت

گر پریشانیم عطر سنبل آشفتہ ایم + ور سیہ کاریم کحل نرگس مستانہ ایم

اللھم مغفرتك اوسع من ذنوبي ورحمتك ارجی عندی من عملی۔

فقط